

جلد نمبر
18

عمران سیریز

موت کا ہاتھ

60 - پہاڑوں کے پیچھے

61 - بزدل سورما

62 - دست قضا

63 - ایش ٹرے ہاؤز

ابن صفی

پیشترس

عمران سیریز نمبر 60

پہاڑوں کے پیچھے

(مکمل ناول)

عمران کے سلسلے کا ساٹھواں ناول ملاحظہ فرمائیے غیر ملکی ایجنٹ کی حد تک یہ ایک نئی کہانی ہے۔ کہانی کی دلچسپی کے لئے جتنے بھی کردار پیش کئے گئے ہیں قطعی فرضی ہیں! ان کرداروں سے متعلق واقعات بھی فرضی ہیں! عمران نے یہ سارے پاڑا اس لئے بنائے تھے کہ اصل مجرم یا اس کے متعلقین روشنی میں آجائیں۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انتہائی خوفناک آدمیوں کے درمیان بظاہر ایک بے ضرر سا آدمی کسی ایسے جرم کا مرتکب ہوتا رہتا ہے جو ان خطرناک آدمیوں کے بس کا بھی روگ نہیں ہوتا! مثلاً اسمگلرز کے ساتھیوں میں سے کوئی ایک وطن دشمنی پر کمر بستہ ہو جاتا ہے اور اپنے ساتھیوں کو دھوکے میں رکھ کر اسمگلنگ کے سامان کے ساتھ ہی ملک کے اہم راز دشمنوں تک پہنچاتا رہتا ہے! یہ اسمگلنگ سے بھی زیادہ گھناؤنا جرم ہے۔

یہ بھی درست ہے کہ حالات ہی سے مجبور ہو کر آدمی ایسے قدم اٹھاتا ہے لیکن یہ بھی میرے مشاہدے میں نہیں آیا کہ کسی نے اپنے اُس پیر کو کاٹ کر پھینک دیا ہو جس کی وجہ سے ٹھوکر کھائی ہو....

واقعی حالات یا کسی قسم کی بددلی کی بناء پر غیر ملکی ایجنٹ بن جانا میری نظروں میں ایسا ہی ہے جیسے اپنے ہی کسی عضو چڑ جا رہا نہ حملہ

کیا جائے۔ ایسی آزمائشوں کے وقت اس سپاہی کو ذہن میں رکھنا چاہئے جو وطن عزیز کی حفاظت کے لئے گولیوں کی بوچھاڑ کے سامنے سینہ سپر ہو جاتا ہے۔

لاکل پور سے ایک صاحب نے جو مشرقی افریقہ میں رہ چکے ہیں میری توجہ ”ہلاکو اینڈ کو“ میں ایک فرد گزاشت کی طرف مبذول کرائی ہے اُن کا کہنا ہے کہ سواحلی زبان میں خطرناک کتے کو ”ہاراکاری“ نہیں بلکہ ”امبواکالی“ کہتے ہیں۔

بہت بہت شکریہ! ہو سکتا ہے کہ میری یادداشت نے دھوکا دیا ہو اور ”امبواکالی“ جاپانی خودکشی کے ساتھ گڈمڈ ہو کر ”ہاراکاری“ بن گیا ہو....

البتہ میں نے یہ کبھی نہیں لکھا کہ عمران کو سواحلی زبان آتی ہے، لہذا جوزف اس سے عربی ہی میں گفتگو کرتا ہے اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں جوزف انگریزی اور عربی بھی روانی سے بول سکتا ہے!...

میں ان صاحب کا مشکور ہوں اگر وہ ان کتب کے نام لکھ سکیں جن میں میں نے افریقہ کے ناچوں سے متعلق اپنی کم علمی کا ثبوت دیا ہے!

مجھے توقع ہے کہ وہ آئندہ بھی مجھے خط لکھتے رہیں گے۔

ابن صفحہ

۱۸ مارچ ۱۹۷۱ء



اپریل کے اواخر میں بڑی مچھلیوں کا شکار ہوتا تھا۔ جھیل کے گرد کی پہاڑیاں ان دنوں خود رو پھولوں سے ڈھکی ہو تیں.... فضا میں عجیب سی خوشبو رقص کرتی۔ دور دراز کے شکاری اس جشن میں شرکت کے لئے آتے۔ بنسیوں سے شکار ہوتا اور گھائوں پر جگہ جگہ ایسے بورڈ لگا دیے جاتے جن پر تحریر ہوتا ”جھیل میں جال ڈالنا منع ہے، خلاف ورزی کرنے والے عدالت میں جوابدہ ہوں گے۔!“

اُس دوران میں جھیل کے گرد خیمے نظر آتے جہاں بھی مسطح زمین نظر آتی خیمے نصب کر دیے جاتے۔ آس پاس کی بستیوں کے لوگ تو اپنی ذاتی جھولداریاں لایا کرتے تھے۔ باہر کے شکاریوں سے خیمہ سازوں کو خاصی آمدنی ہو جاتی تھی۔

جھیل کے شمال میں چھ سات میل کے فاصلے پر آبادی تھی اور جنوب میں جنگلات کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا۔ یہ آبادی جھیل سے پرے پرے پھیلتی ہوئی جنگلات کے سلسلے تک چلی گئی تھی۔ اس طرح کہ کہیں کہیں اس کا فاصلہ جھیل سے ایک یا دو میل سے بھی کم رہ جاتا تھا۔ شمال میں ریلوے اسٹیشن تھا اس لئے اصل بستی وہی کہلاتی تھی اور اس سے جھیل کے فاصلے کا تعین کیا جاتا تھا باہر سے آنے والوں کو جھیل تک پہنچنے کے لئے چھ سات میل کا فاصلہ کاروں یا بھپوں کے ذریعہ طے کرنا پڑتا تھا!...

شیخ حمید کا بنگلہ ریلوے اسٹیشن کے قریب ہی واقع تھا۔ وہ بستی کے سربر آوردہ لوگوں میں سے تھے۔ اس جشن شکار مہمی میں حصہ لینے کے لئے ان کے احباب دور دراز سے آیا کرتے تھے!

قیام ان کے بنگلے میں ہوتا اور ان کی گاڑیاں انہیں روزانہ جھیل تک لے جاتیں اور شام کو واپس لاتیں۔ ان کے دوستوں کو جھیل ہی کے کنارے ڈیرہ نہیں ڈالنا پڑتا تھا۔۔۔ ویسے ان کے لئے ایک بڑا خیمہ ضرور نصب کیا جاتا جہاں وہ دوپہر کو کچھ دیر آرام کرتے۔

اس بار شیخ صاحب کے مہمانوں کا قافلہ بارہ افراد پر مشتمل تھا۔ ان میں سے تین واقعی شکاری تھے بقیہ لوگ تفریحاً ان کے ساتھ ہوئے تھے۔

آج تو سبھوں نے ڈوریں ڈال رکھی تھیں، لیکن پچھلے دن سے شکاری ہی نہیں ہوا تھا۔ وجہ تھی کہ تیز ہوا چلنے لگی تھی اور جھیل میں بڑی بڑی لہریں اٹھنے لگی تھیں۔۔۔ ایسے میں کہیں ایک آدھ مچھلی کسی کے ہاتھ لگ جاتی اور اس صورت سے ان تین شکاریوں کے علاوہ اور سب بو ہو رہے تھے۔ اگر ان کے قریب ہی ایک اجنبی شکاری کی اطمینانہ حرکتیں جاری نہ رہی ہوتیں کبھی کے اٹھ گئے ہوتے۔۔۔!

اجنبی شکاری تنہا تھا اور ان کے خیمے کے قریب ہی اس کی چھوٹی سی چھو لدا ری نصب تھی پچھلے دن بھی انہوں نے اسے وہیں دیکھا تھا اور دوسروں کی طرح وہ بھی سارا دن بیکار بیٹھا لہر گنتا رہا تھا، کبھی کبھی منہ بنا کر نا دیدہ مچھلیوں کو گھونے دکھاتا۔ اس وقت بالکل ایسا معلوم ہوتا پیچہ دوسروں کی موجودگی کا اسے احساس ہی نہ ہو۔ خوش شکل اور صحت مند آدمی تھا لیکن صورت سے بالکل احمق معلوم ہوتا تھا۔!

آج ان میں سے کئی آدمی سوچ سوچ کر رہ گئے تھے کہ اسے اپنی طرف متوجہ کریں۔ ہچکچاہے صرف اس بات کی تھی کہ پتہ نہیں کون ہو اور کس طرح پیش آئے۔ ٹھیک ساڑھے بارہ بجے ان پیانہ صبر لبریز ہو گیا، کیونکہ اب اس نے بہ آواز بلند مچھلیوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا تھا۔ ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا۔ ”صاحب اس میں بیچاری مچھلیوں کا کیا قصور ہے۔“ پھر کس کا قصور ہے۔۔۔؟“ احمق نے جھلا کر سوال کیا۔۔۔؟

مخاطب شپٹا گیا۔۔۔!

”نہیں بتائیے۔۔۔ اگر کسی اور کا قصور ہو تو اسی سے نہپٹ لوں۔۔۔!“

”آپ عجیب آدمی ہیں۔۔۔!“

”نہیں ان نامعقول مچھلیوں کو نہیں معلوم کہ میں عجیب آدمی ہوں۔!“

”تو پھر کسی طرح انہیں بتائیے کہ آپ عجیب آدمی ہیں۔!“ مخاطب نے کہا۔ اس کے کئی ساتھی بھی پاس ہی کھڑے ہنس رہے تھے۔!

”اچھی بات ہے۔۔۔ آپ کہتے ہیں تو بتائے دیتا ہوں۔۔۔!“ اس نے کہا اور راڈ کو وہیں چھوڑ کر دوڑتا ہوا اپنی چھول داری میں جا گھسا۔۔۔!

”یار مجھے تو پاگل معلوم ہوتا ہے۔۔۔!“ ان میں سے ایک بولا۔

”دیکھو۔۔۔ کیا کر رہا ہے۔۔۔!“ دوسرے نے کہا۔

”مجھے تو تیرا چھ معلوم نہیں ہوتے۔۔۔!“ تیسرا پُر تشویش لہجے میں بولا۔

”چھوڑو۔۔۔!“ پہلے نے کہا۔ ”بیہودگی کرے گا تو پٹائی کر دیں گے۔!“

ان شکاریوں کے ساتھ چار عدد خواتین بھی تھیں۔۔۔ انہوں نے اپنے ان ساتھیوں کو واپس بلانے کی کوشش کی جنہوں نے احمق کو چھیڑا تھا۔ لیکن وہ وہاں سے نہیں ہٹے۔

اتنے میں احمق بھی چھول داری سے نکل آیا۔۔۔ اب وہ تیراکی کے لباس میں تھا اس نے ان لوگوں کو مخاطب کر کے کہا۔ ”دیکھئے اب میں ان مچھلیوں کو بتانے جا رہا ہوں کہ میں کتنا عجیب آدمی ہوں۔!“

قبل اس کے کہ وہ کچھ کہہ سکتے اس نے جھیل میں چھلانگ لگا دی اور دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ جس جگہ چھلانگ لگائی تھی وہاں سطح آب پر چند بلبلے دکھائی دیئے تھے اور پھر وہی بڑی بڑی لہریں۔۔۔!

وہ سب اپنے راڈ چھوڑ کر اسی جگہ اکٹھا ہو گئے جہاں سے احمق نے چھلانگ لگائی تھی۔!

خدا خدا کر کے وہ سطح پر ابھر اور تیرتا ہوا کنارے کی طرف بڑھنے لگا۔

قریب پہنچ کر اس نے ایک بڑی سی مچھلی خشکی پر اچھال دی اور خود بھی چھلانگیں لگاتا ہوا اس کے پاس جا کھڑا ہوا مچھلی تڑپ رہی تھی اس کا وزن دس گیارہ پونڈ سے کسی طرح کم نہ رہا ہوگا۔

وہ سب اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔!

”کمال کر دیا آپ نے۔۔۔!“ ایک نے آگے بڑھ کر احمق سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

”میرا نام جاوید ہے۔۔۔!“

”اچھا۔۔۔!“ احمق نے اس طرح کہا جیسے اس کا نام جاوید ہونا ہی چاہئے اور پھر مچھلی کو گھونسنہ

دکھاتا ہوا بولا۔ ”دیکھاتم نے....!“

”واقعی کمال ہے....!“ ایک لڑکی بولی۔

احق نے اس کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا....! ”اور آپ کا نام....!“

”کیا مطلب....!“ لڑکی نے اسے گھور کر کہا۔

”ان صاحب نے میرے کمال کا ذکر کرتے ہوئے اپنا نام جاوید بتایا تھا۔!“ احق بولا۔

لڑکی نے چپک کر کہا۔ ”کوئی کمال و مال نہیں ہے! اتفاق سے ہاتھ آگئی ہوگی۔!“

”اچھا تو پھر لیجئے....!“ احق نے کہا اور دوڑ کر دوبارہ جھیل میں چھلانگ لگادی....!

”خیرت ہے۔!“ ایک نے کہا۔

”واقعی.... نا قابل یقین!“ دوسرا بولا۔

”پانی میں بالشت بھر کی مچھلی بھی ہاتھوں سے نہیں پکڑ جاتی۔!“

”کہیں یہ کوئی بدروح تو نہیں ہے....!“ ایک خاتون بولیں۔

اتنے میں احق پھر دکھائی دیا.... اور اس بار بھی اس نے اتنی ہی بڑی مچھلی خشکی پر پھینکی تھی۔

”اور لاؤں....؟“ اس نے انہیں آواز دے کر پوچھا۔!

”ضرور ضرور....!“ سب بیک وقت بولے....!

احق نے غوطہ لگایا۔

”ایسے میں جب کہ شکار نہ ہو رہا ہو یہ آدمی تو فرشتہ معلوم ہونے لگا ہے....!“ لڑکی طویل

سانس لے کر بولی۔ ”میں اسے اپنا نام ضرور بتاؤں گی۔!“

”بکواس مت کرو....!“ معمر خاتون نے اسے ڈانٹا وہ بہت زیادہ فکر مند نظر آ رہی تھیں۔!

احق نے پھر ایک بڑی مچھلی خشکی پر پھینکی....!

”کم از کم دو اور ہونی چاہئیں....!“ لڑکی نے چیخ کر کہا۔

معمر خاتون دوبارہ اس پر برس پڑیں.... لیکن وہ ہنسی رہی.... پانچ منٹ کے اندر اندر دو

مزید مچھلیاں خشکی پر پہنچ گئیں.... اب ان کی تعداد پانچ ہو چکی تھی۔

احق بھی پانی سے باہر آگیا....!

”میرا نام پروین ہے....!“ لڑکی نے کہا۔

احق نے سزا سامنے بنایا۔

”کیوں کیا میرا نام پسند نہیں آیا۔!“

”پروین....!“ معمر خاتون نے اسے لاکار۔

”جائیے....! بلار ہی ہیں نامرمیوں سے بات نہیں کیا کرتے....!“ احق نے کہا۔

”نامرمیوں کیا....؟“

”مطلب یہ کہ غیر مردوں سے....!“

”اوہو.... نامرمیوں سے....!“

”وہی.... وہی.... عربی کے الفاظ مجھے صحیح یاد نہیں رہتے....!“

”آپ کا کیا نام ہے....!“

”مران....!“

”یہ کیسا نام ہوا.... آپ کس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔!“

”نام کا پہلا حرف مجھے کچھ یتیم یتیم سالگتا ہے اس لئے اس کے بغیر ہی نام بتاتا ہوں۔!“

”کیا مطلب....!“

”بغیر نقطے کے سارے حروف یتیم لگتے ہیں....!“

اس کے بعد معمر خاتون نے پھر پروین کو آواز دی تھی اور وہ وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

احق اپنی چھول داری میں جاگھسا....! مچھلیاں اسی جگہ بڑی تڑپ رہی تھیں۔!

دفعتاً جاوید نے اونچی آواز میں کہا۔ ”اوبھائی عجیب! ان مچھلیوں کا کیا ہوگا۔!“

احق چھول داری کے پردوں سے سر نکال کر بولا۔ ”جو خود سے آکر نہ پھنسیں مجھ پر حرام

ہیں....! میں تو انہیں ہاتھ بھی نہ لگاؤں گا.... آپ لوگ شوق فرمائیے....!“

”سچ عجیب ہے....!“ جاوید آہستہ سے بڑبڑایا۔ یہ ایک وجہیہ اور تندرست نوجوان تھا۔!

شخص صاحب کا بھتیجا تھا اور مہمانوں کی دیکھ بھال اسی کے ذمے تھی۔!

تھوڑی دیر بعد احق دوبارہ کپڑے پہن کر باہر آگیا! اس دوران میں ان لوگوں نے مچھلیاں

اپنے خیمہ میں پہنچادی تھیں۔ احق اپنے راڈ کے قریب جا بیٹھا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب اسے

وہاں کی اور کی موجودگی کا احساس ہی نہ ہو۔!

جاوید کو اس کی یہ بے تعلقی کھلنے لگی.... اور وہ اس کے پاس پہنچ کر بولا۔ ”اجازت ہے! میں بھی یہیں بیٹھ جاؤں۔!“

”اوہ....!“ احمق چونک پڑا۔ ”ضرور.... ضرور....!“

”آپ کہاں سے آئے ہیں جناب....؟“

”گھر سے....!“

”گھر کہاں ہے....؟“

احمق نے ہاتھ اٹھا کر چھول داری کی طرف اشارہ کیا۔!

”آپ تنہا ہیں....؟“ جاوید نے پوچھا۔!

”نہیں تو آپ سب بھی ہیں.... تنہائی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“

”یہ کرتب آپ نے کس طرح سیکھا....؟“

”کون سا کرتب....!“

”یہی مچھلیاں پکڑنے کا! مجھے تو یہ انسانی کام نہیں معلوم ہوتا....!“

”تو کیا آپ مجھے شیطان سمجھتے ہیں....!“ احمق نے بُرا مان جانے کے سے انداز میں کہا۔

”میرا مطلب تھا کہ یہ ناممکن ہے....!“ جاوید بولا۔

”مرزا غالب نے کہا تھا کہ اگر میرا بس چلے تو لفظ ناممکن کو دشمنی سے خارج کر دوں۔!“

”آپ بھول رہے ہیں یہ بات تو نیپولین نے کہی تھی۔!“

”نیپولین نے ترجمہ کیا ہو گا....! حقیقتاً یہ بات مرزا غالب نے کہی تھی۔!“

”کہی ہو گی....!“ جاوید ہاتھ ہلا کر بولا۔! ”مجھے تو آپ ان دونوں سے زیادہ عجیب لگ

ہیں! آپ نے پروین کو اپنا کیا نام بتایا تھا....!“

”مران....!“

”نام بھی میرے لئے بالکل نیا ہے....! لیکن آپ نے اس کے اس سوال کا جواب نہ

تھا کہ آپ کا مذہب کیا ہے....!“

”بکواس....!“

”میا مطلب....!“

”مذہب کے سلسلے میں عموماً بکواس کرتا ہوں.... عمل نہیں کرتا۔!“

”کیوں نہیں کرتے....؟“

”شیطان بہکا تارہتا ہے....!“

”لا حول پڑھتے رہا کیجئے....!“

”وہ مردود بھی تو لا حول پر وف ہو گیا ہے.... اب اس پر کچھ اثر ہی نہیں ہوتا۔!“

”آپ لیڈر تو نہیں ہیں....!“

”لیڈر ہوتا تو وہ میرے قریب ہی نہیں آسکتا تھا....!“

”کیوں....؟“

”سوچنا کہ انہوں کے پیچھے پڑنے سے کیا فائدہ....؟“

جاوید آنکھیں پھاڑے حیرت سے اسے دیکھتا رہا اور پھر اس کے پاس سے ہٹ کر اپنے ساتھیوں میں آ بیٹھا۔!

”صورت سے احمق معلوم ہوتا ہے.... لیکن باتیں بڑے کانٹے کی کرتا ہے....!“ اس نے

انہیں مخاطب کر کے کہا۔!

”مجھے تو یہ کوئی اچھا آدمی نہیں معلوم ہوتا....!“ معمر خاتون بولیں۔

”کیا بُرائی ہے آنٹی....!“ پروین بول پڑی۔

”تم مجھ سے بحث نہ کرو....!“ خاتون غرائیں۔

پروین خاموش ہو گئی....! یہ محترمہ اس کی چچی تھیں.... شیخ صاحب کے مہمان تھے یہ

لوگ اس لئے جاوید پر ان کا احترام واجب و لازم تھا، ورنہ اس جیسا کھنڈر آدمی ان بڑی بی کا وجود برداشت نہ کر سکتا۔!

اس نے کہا.... ”قریباً پچاس پونڈ مچھلیاں اس کی بدولت ہاتھ آئی ہیں اس لئے ہمیں اس کو

نمانہ کہنا چاہئے۔!“

”میں تو زبان پر بھی نہیں رکھوں گی....!“ معمر خاتون نے جل کر کہا۔

”آخر کیوں....!“ پروین پھر بول پڑی۔

”اس کے پاس کوئی سٹفل علم ہے....!“

”لا حول ولا قوۃ.....!“ پروین کو ہنسی آگئی۔

”میں کہتی ہوں مت پٹر پٹر بولو.....!“

”میں اس سے یہ فن ضرور سیکھوں گا.....!“ جاوید کا لہجہ نہ عزم تھا، وہ پھر اٹھ کر اسحق

پاس جا بیٹھا۔!

اسحق چیونگم کا پیکٹ پھاڑ رہا تھا..... ایک پیس جاوید کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ”میں تو ڈر۔

مچھلی کھاتا ہوں۔!“

”کیوں.....؟“

”خود سے آکر پھنستی ہی نہیں..... زبردستی پکڑی ہوئی حرام سمجھتا ہوں.....!“

”ڈبے کی توبہ بودار ہوتی ہیں۔!“

”عادت بُری بلا ہے..... ہر قسم کا احساس فنا کر دیتی ہے۔!“

”یہ بات آپ نے فلسفیوں کی سی کہی ہے۔!“

”دنیا کے سارے علوم نے میرے انجرجنجر ڈھیلے کر دیئے ہیں.....!“

”اوہو.....!“

”میرے ساتھ ڈبے کی مچھلی کھاؤ گے.....!“

”نہیں جناب..... اس کی بو سے طبیعت مالش کرنے لگتی ہے۔!“

”اچھی بات ہے تم میری راؤدیکھو شاید کوئی مچھلی پھنس ہی جائے میں کھانا کھالوں.....

”ضرور..... ضرور.....!“ جاوید نے کہا اور اسحق اٹھ کر اپنی چھول داری میں چلا گیا۔!

پروین انہیں بڑے غور سے دیکھتی رہی تھی۔ اسحق کے اٹھتے ہی وہ جاوید کی طرف بڑھ

”اب کیا ہوا.....!“ اس نے قریب پہنچ کر پوچھا۔!

”ڈبے کی مچھلی کھانے گیا ہے.....!“

”آپ نے کہا نہیں کہ اس کی پکڑی ہوئی مچھلیاں تلی جا رہی ہیں۔!“

”وہ کہتا ہے کہ جو خود سے آکر نہ پھنسے مجھ پر حرام ہے.....!“

”کیا واقعی آپ اس سے یہ کرتب سیکھیں گے.....!“

”یقیناً.....! میں کوشش کروں گا کہ وہ ہمارا مہمان ہو جائے۔!“

”کیا مطلب.....!“

”وقت اچھا کئے گا..... دلچسپ آدمی معلوم ہوتا ہے۔!“

جاوید مڑ کر اس کی چھول داری کی طرف دیکھنے لگا پھر آہستہ سے بولا۔ ”عجیب آدمی ہے۔

کبھی اسحق معلوم ہوتا ہے اور کبھی فلسفی.....!“

”کیوں.....؟ کیا کہہ رہا تھا.....!“

”خود سنئے اس کی گفتگو تو مزہ آئے گا.....؟“

”پتہ نہیں کیوں چچی جان اس سے الگ ہو گئی ہیں..... یہ سفل عمل کیا ہوتا ہے۔!“

”جادو قسم کی کوئی چیز ہے.....!“

”بکواس ہے..... ان بوزھوں کی سمجھ میں جو چیز نہ آئے اسے جادو کا نام دے کر مطمئن

ہو جاتے ہیں۔!“

جاوید کچھ نہ بولا! وہ چھول داری کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔!

دفعۃً جھیل کا اوور سیر انہیں اپنی طرف آتا دکھائی دیا..... اس کے ساتھ اس کے عملے کے

دو آدمی اور بھی تھے اس نے قریب پہنچ کر تھکمانہ لہجے میں پوچھا۔ ”کیا یہاں جال ڈال کر مچھلیاں

پکڑی گئی ہیں۔!“

”نہیں تو.....!“ جاوید بولا۔

”مجھے اطلاع ملی ہے.....!“

”غلط اطلاع ملی ہے۔!“

”کیوں.....؟“ وہ اپنے ماتحتوں کی طرف مڑا۔

”انہوں نے بتایا کہ کچھ دیر پہلے انہوں نے پانچ بڑی مچھلیاں وہاں پڑی دیکھی تھیں جب کہ

پچھلے دن سے شکار ہوا ہی نہیں تھا۔!“

جاوید کو غصہ آگیا اور پھر کیا تھا! چھا خاصہ ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اوور سیر اسے تسلیم کرنے پر تیار

نہیں تھا کہ مچھلیاں ہاتھ سے پکڑی گئی ہوں گی۔ اسحق چھول داری سے باہر نہ نکلا.....!

”تم ذرا دیر ٹھہرو.....! ثابت کر دیا جائے گا.....!“ جاوید نے تیز لہجے میں کہا۔ پھر اس نے

اسحق کو آواز دی۔ وہ باہر نکلا اور اب ایک بار پھر تیراکی کے لباس میں دکھائی دیا۔

”مقدمہ بناؤ اور عدالت میں ثابت کرنا۔۔۔!“ جاوید نے لا پرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

اچانک پروین نے جاوید کا شانہ جھنجھوڑ کر کہا۔ ”بڑی دیر ہو گئی۔!“

پورے دس منٹ گذر چکے تھے لیکن وہ پھر سطح پر نہ ابھرا۔

”ہائے بیچارہ۔۔۔!“ پروین گھڑی پر نظر ڈالتی ہوئی روہانسی آواز میں بڑبڑائی۔

”ایسے پاگل ڈوب کر ہی مرتے ہیں۔۔۔!“ اور سیز نے بڑی بے دردی سے کہا۔

جاوید دم بخود تھا کبھی گھڑی دیکھتا اور کبھی جھیل کی طرف۔ جاوید کے سارے ساتھی ایک

جگہ اکٹھا ہو گئے تھے۔۔۔ اور ہر ایک کی آنکھوں میں یہی سوال تھا ”اب کیا ہو گا۔۔۔؟“



جوزف اس زرخٹ کی سب سے اونچی چوٹی پر پہنچ چکا تھا، اس نے تھیلے سے دو ربین نکالی اور

مشرق کی طرف اس کا فوکس ایڈجسٹ کرنے لگا۔

وہ سامنے والے پہاڑ کی چوٹی پر کچھ تلاش کر رہا تھا۔۔۔! قریباً دس منٹ تک دو ربین

سنجاولے نزدیک و دور کا جائزہ لیتا رہا پھر بڑبڑایا۔ ”اے آسمان والے میرے باس کو عقل دے۔!“

اس کے بعد اس نے دو ربین تھیلے میں ڈالی تھی اور زرخٹ سے اترنے لگا۔ ساتھ ہی بڑبڑاتا

جا رہا تھا۔ ”میرے باپ نے بھی کبھی کسی سینگوں والے بندر کے بارے میں کچھ نہ سنا ہو گا۔۔۔

میں اس کا بد نصیب بیٹا یہاں اس جنگل میں اس کا منتظر ہوں۔۔۔ آسمان والے مجھے محفوظ رکھ۔۔۔

جنگلی بھینسے سے نہیں ڈرتا۔۔۔ لیکن سینگوں والا بندر۔۔۔ اب ایسے مالک کو کیا چھوڑوں، جو یہاں

اس جنگل میں بھی میرے لئے چھ بوتلیں یومیہ مہیا کر رہا ہے۔!“

نیچے پہنچ کر اس نے دوسرا بڑا تھیلا اٹھایا جو زرخٹ کے تنے کے قریب ہی رکھا ہوا تھا۔ تھیلے

کو کا ندھے پر ڈال کر وہ ایک طرف چل پڑا۔

یہاں راستہ دشوار گزار تھا۔۔۔ وہ بڑی احتیاط سے چڑھائی پر چڑھتا رہا۔

سر سبز چٹانیں خود رد پھولوں سے ڈھکی ہوئی تھیں۔۔۔ جوزف چلتے چلتے ایک جگہ بیٹھ گیا۔

تھیلے سے بوتل نکال کر دو تین گھونٹ لئے اور ادھ کھلی آنکھوں سے گرد و پیش کا جائزہ لینے لگا۔

ایک ہفتے سے وہ ان جنگلوں میں مرغ زریں کا شکار کھیل رہے تھے۔۔۔ عمران بھی ان کے

ساتھ آیا تھا۔۔۔ لیکن تین دن سے اس کا کہیں پتہ نہ تھا۔۔۔ صفر اور تیر دن بھر شکار کھیلتے

”بے فکر ہو۔!“ اس نے ہاتھ ہلا کر جاوید سے کہا۔ ”چھٹی بار ثابت کرنے جا رہا ہے۔!“

اس نے جھیل میں چھلاگ لگائی تھی اور سب دم بخود کھڑے دیکھتے رہے تھے۔

جاوید نے پروین کو الگ لے جا کر کہا۔ ”یہ اور سیز۔۔۔ بہت بیہودہ آدمی ہے بات بڑ

جائے گی۔!“

”تو کیا ہو گا۔۔۔؟“

”اس کے خاندان والے ہمارے خاندان سے الجھتے آئے ہیں۔!“

”اگر یہ بات ہے تو انکل کیا کہیں گے۔۔۔!“

”کچھ بھی کہیں مجھے تو احمق ہی کا ساتھ دینا ہے۔۔۔!“

اتنے میں اس نے پانی پر سر ابھار اور کنارے پر پہنچ کر مچھلی اچھال پھینکی۔۔۔!

پھر جیسے ہی وہ خشکی پر پہنچا اور سیز اور اس کے ساتھی جھپٹ پڑے۔

”یہ غیر قانونی ہے۔۔۔!“ اور سیز دھاڑا۔

”جال تو نہیں ڈالا تھا۔۔۔!“ احمق نے ہنس کر کہا۔

”میرے دفتر چلو۔۔۔!“

”دفتر کو یہیں لائیے۔۔۔ یہ میری عبادت کا وقت ہے۔۔۔! کہیں بھی نہیں جاسکتا۔!“

”کھینچ لے چلو۔۔۔!“ سپر وائزر نے ساتھیوں کی طرف مڑ کر کہا۔

”اگر ایسی کوئی بات ہوگی تو اچھا نہ ہو گا۔!“ جاوید بھی دھاڑتا ہوا آگے بڑھا۔

”بھائی آپ لوگ جھگڑانہ کریں۔۔۔!“ احمق نے دونوں کے درمیان آتے ہوئے کہا۔

یہ اپنا قصہ تمام کئے دیتا ہوں۔!“

اس نے پانی کی طرف دوڑ لگائی اور ایک بار پھر چھلاگ لگا دی۔

اور سیز اور جاوید کے درمیان دوبارہ تو تو میں میں شروع ہو گئی۔

جاوید کہہ رہا تھا۔ ”شیخ صاحب نیک دل آدمی ہوں گے۔۔۔! میں نہیں ہوں۔

جھگڑے شیخ صاحب کی وجہ سے دبے رہے ہیں۔۔۔ دوبارہ بھی ابھر سکتے ہیں۔!“

”اچھی بات ہے۔۔۔!“ اور سیز سر ہلا کر بولا۔ ”میں دیکھوں گا۔۔۔ تم سرکاری

میں مداخلت کر رہے ہو۔!“

پھرتے اور جوزف عمران کی ہدایت کے مطابق مختلف قسم کے اوٹ پٹانگ معمولات میں الجھتا۔ انہیں میں سے ایک یہ بھی تھا کہ سینگوں والے بندر کی تلاش بھی جاری رکھی جائے۔

جوزف نے ان دونوں سے اس کا ذکر نہیں کیا تھا.... تنویر سے اس کی نوک جھونک جا رہی تھی اور صفدر بچ بچاؤ کرنا رہتا۔

آج صبح بھی دونوں میں جھڑپ ہوئی تھی اور اس وقت جوزف اسی کے متعلق سوچ رہا تھا عمران کا خوف نہ ہوتا تو تنویر کو پچھتانا پڑتا....! بھگڑا عموماً عمران ہی کے بارے میں ہوتا تھا۔

”مم.... میں.... اس کی ہڈیاں تو زردوں....!“ جوزف بڑبڑایا ”مگر باس....!“ اس کے اس نے بھاڑ سامنے پھیلا کر جمائی لی تھی اور اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

آہستہ آہستہ چلتا ہوا وہ اس جگہ پہنچا جہاں تین چھول داریاں نصب تھیں۔ اس نے صفدر اور تنویر کی آوازیں سنیں.... انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی بات پر پڑے ہیں۔!

آواز صفدر کی چھول داری سے آرہی تھی....! جوزف قریب پہنچا ہی تھا کہ تنویر غصے بھرا ہوا باہر نکلا اور جوزف کو دیکھ کر دباڑا ”کہاں ہے وہ خبیث....!“

”کس کی بات کر رہے ہو مسٹر....!“ جوزف نے نرم لہجے میں پوچھا....!

”عمران....!“

”میں نہیں جانتا....!“

”بکو اس ہے....؟“

”اس سے نہ الجھو....!“ صفدر نے چھول داری سے نکل کر کہا ”جب میں نہیں جانتا بھی لا علم ہی ہو گا....!“

”تم خاموش رہو....! میں تم سے بات نہیں کر رہا....!“

”مجھ سے ہی بات کرنے دو مسٹر....!“ جوزف نے تھیلان زمین پر رکھتے ہوئے صفدر کہا۔! ”میرے سامنے میرے باس کی توہین کوئی بھی نہیں کر سکتا۔!“

تنویر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک جیپ آکر ان کے قریب رکی۔ ایک کیم شیم آدمی ڈرائیو کر رہا تھا اور اس کے برابر دوسرا مسلح آدمی گاڑی کی وردی میں ملبوس نظر آیا۔

”آپ لوگوں نے یہاں کس کی اجازت سے قیام کیا ہے....؟“ ڈرائیو کرنے والے نے انہیں مخاطب کر کے گونجیلی آواز میں پوچھا....!

”ہمارے پاس شوٹنگ پر مٹ موجود ہیں....!“ صفدر نے آگے بڑھ کر کہا۔

اس پر گاڑی گارڈ جیپ سے کود کر اس کی طرف جھپٹا ہوا بولا۔ ”کیا تمہیں اس کا علم نہیں کہ نجیب خان صاحب سے اجازت حاصل کئے بغیر تم ان جنگلوں میں ایک گہری بھی نہیں مار سکتے۔!“

”نہیں ہمیں اس کا کوئی علم نہیں....!“

”چھول داریاں اکھاڑو اور چلتے پھرتے نظر آؤ....!“

”نجیب خان صاحب سے کہاں ملاقات ہو سکے گی۔!“ صفدر نے بدستور لہجے میں نرمی رکھتے ہوئے پوچھا۔

”میں اجازت نہیں دے سکتا۔!“ اسٹیرنگ پر بیٹھے ہوئے آدمی نے کہا؟ ”آپ لوگ تشریف لے جائیں۔!“

”کیا یہ جنگل آپ کی ملکیت ہے....!“ تنویر غریبا۔

”میں ٹھیکیدار ہوں....!“ نجیب خان بولا۔

”شوٹنگ پر مٹ انہی جنگلات کے لئے حاصل کئے گئے ہیں اور ان میں کہیں کوئی ایسی شرط موجود نہیں ہے کہ ٹھیکیدار سے اجازت حاصل کئے بغیر شکار نہیں کھیلا جاسکتا۔!“

”میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا....! اگر آپ لوگ خوشی سے نہ گئے تو زبردستی اٹھا دیے جائیں گے۔!“

تنویر کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ صفدر نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا اور نجیب خان سے بولا۔ ”تو پھر اب ہم کہاں جائیں خان صاحب....!“

”میں کیا جانوں....!“ نجیب خان غریبا۔

دفعۃً جوزف آگے بڑھا اور اس کے گاڑی گارڈ کو گھورنے لگا۔

”کیا بات ہے....!“ گاڑی گارڈ نے تکیے لہجے میں پوچھا۔

”کچھ بھی نہیں....! تم اپنا باس کو سمجھاؤ....!“

”جوزف.... مجھے بات کرنے دو....!“ صفدر نے اس کو پیچھے ہٹ جانے کا اشارہ کرتے

ہوئے کہا۔

اتنے میں نجیب خان بھی جیب سے اتر آیا.... صورت ہی سے سخت گیر آدمی معلوم ہوتا تھا اور جسائی توانائی آنکھوں سے مترشح تھی۔

”تم لوگ بات نہ بڑھاؤ....!“ اس نے سخت لہجے میں کہا۔

”سنئے تو خان صاحب....! فی الحال ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے کہ ہم فوری طور پر اپنا سامان یہاں سے ہٹا سکیں۔!“

”پہنچے کس طرح تھے۔!“

”ہمارا ایک ساتھی جیب لے گیا ہے.... پتہ نہیں کب واپس آئے۔!“

نجیب خان کچھ سوچنے لگا پھر اس سے ان کے متعلق پوچھ گچھ شروع کر دی کہ وہ کہاں سے آئے ہیں اور کیا کرتے ہیں.... لیکن انداز گفتگو اہانت آمیز تھا.... ایسا لگتا تھا جیسے وہ انہیں شر کی صف میں جگہ دینے پر تیار نہ ہو۔

”بات یہ ہے....!“ وہ بالآخر کھل کر بولا۔ ”یہاں سے دوسرے ملک کی سرحد قریب ہے اس لئے یہ علاقہ اسنگروں کی جنت سمجھا جاتا رہا ہے.... لیکن جب سے میں نے ٹھیکہ لیا ہے مجال کہ کوئی میرے علاقے سے گذر سکے۔!“

”خان صاحب.... ہم صرف شکاری ہیں....!“ صفدر نے کہا۔

”کچھ بھی ہو.... میں صرف ایک گھنے کی مہلت دیتا ہوں.... میری واپسی پر بھی یہیں نہ آئے تو نتیجے کے تم خود ذمہ دار ہو گے۔!“ نجیب خان نے کہا اور اپنے باڈی گارڈ کو روانگی کا اشارہ کر کے جیب کی طرف بڑھ گیا۔

وہ خاموش کھڑے رہے اور جیب آگے بڑھ گئی....! تنویر غصے سے پاگل ہوا جا رہا تھا۔

”اب بتاؤ....!“ وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا۔ ”شہزادے صاحب نے جیب بھی یہاں نہ چھوڑی۔“

”کیا تم سچ جی یہاں شکار ہی کھینے آئے ہو....!“ صفدر نے نرم لہجے میں پوچھا۔

”میں کچھ نہیں جانتا....! اب ہاتھ آیا تو اس کی خیریت نہیں۔!“

”مسٹر....!“ جوزف مٹھیاں بھیج کر غریبا۔

قریب تھا کہ دونوں کے درمیان ہاتھ پائی شروع ہو جاتی کسی نے چھول داری کے پیچھے۔

ان پر چھلانگ لگائی۔

”ہائیں....!“ تین تحیر آمیز آوازیں بیک وقت سنائی دی تھیں۔

اور اب وہ اپنے جھگڑے بھول کر عمران کو گھورے جا رہے تھے، جو ان کے سامنے صرف لنگوٹی میں کھڑا طرح طرح کے منہ بتا رہا تھا۔

کچھ دیر بعد تنویر ہی سب سے پہلے بولا۔ ”یہ سب کیا ہے....!“

”بڑے ظالم لوگ ہیں....!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”ساری مچھلیاں بھی چھین لیں اور کپڑے تک اتروائے....!“

”کیا مطلب....!“ صفدر آگے بڑھا۔

”وہاں جھیل پر.... پتہ نہیں کیسے لوگ ہیں! نہ تمہیں شکار کھیلنے دیتے ہیں اور نہ مجھے....! شکر کرو کہ ان لوگوں نے تمہارا سامان نہیں چھینا اور کپڑے نہیں اتروائے....!“

”جیب کہاں ہے....!“ تنویر دہاڑا۔

”وہیں جھیل پر....!“ یہ بڑا اچھا ہوا کہ میں نے جیب کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا.... ورنہ وہ شریف آدمی اس پر بھی قبضہ کر لیتے۔!“

”چلو میرے ساتھ....!“ تنویر غریبا۔

”پڑ گئے اگر مجھے ساتھ لے گئے.... یہ لو کنجی جا کر خود لاؤ۔!“ اس نے مٹھی میں دبی ہوئی کنجی تنویر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”ہاں چلو ہم دونوں چلتے ہیں....!“ صفدر بولا۔

بدقت تمام تنویر اس پر راضی ہوا تھا۔

جب وہ دونوں چلے گئے تو جوزف نے ٹھنڈی سانس لے کر پوچھا! ”کیا سچ پٹے ہو باس۔!“

عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا.... کچھ بولا نہیں۔

”اپنی باتیں تم خود ہی جانو باس....! لیکن آخر اس بندر کی تلاش کب تک جاری رہے گی۔!“

”جب تک تیری شادی نہیں ہو جاتی۔!“

”دیکھو.... دیکھو.... باس بندر اور شادی کا نام ایک ساتھ نہ لو.... میرا باپ موگوٹا اسی

میں جاہ ہوا تھا۔!“

”میں اس وقت تجھ سے قطعی یہ نہ پوچھوں گا کہ وہ حادثہ کیونکر ہوا تھا کیونکہ مجھے سردی لگ رہی ہے۔“

”کبل لاؤں....!“

”کھڑا منہ کیا دیکھ رہا ہے غبیث....!“

جوزف اپنی چھول داری سے کبل نکال لایا اور عمران اسے اپنے جسم سے پلینٹا ہوا زمین پر اکڑوں بیٹھ گیا۔

”اب بول کیا بات ہے!“ اس نے جوزف کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

”مقصد....!“

”کیا مطلب....!“

”تنویر.... صفدر سے کس مقصد کے لئے الجھتا رہتا ہے....!“

”تجھے اتنی مہلت کیسے ملی کہ تو ان کی باتیں سن سکے....!“

”ہر وقت.... تو باہر نہیں رہتا باس....!“

”حالانکہ میں نے تجھے کام ہی اتنے بتا رکھے تھے کہ باہر ہی باہر رہے۔!“

”میں نہیں سمجھا باس....!“

”جس دن مجھے سمجھ گیا تھا جو تلیں زہر ہو جائیں گی....!“

”خیر.... ہو گا.... مجھے کیا.... جنگل سے تو نکال دیئے گئے ہیں.... لہذا مجھے بتاؤ کہ

سینگوں والا بندر کہاں ملے گا۔!“

”کانی ہاؤز میں....!“

جوزف پھر کچھ نہ بولا.... وہ سوچ رہا تھا کہ اس بحث میں پڑنے سے کیا فائدہ.... اگر بند کی تلاش ختم کی تو اب اسے میاؤں میاؤں کرنے والے کسی ہاتھی کی تلاش پر بھی مامور کیا جاسکا ہے.... باس کی بات باس ہی جانے.... اسے حق حاصل ہے کہ اندھے کنوئیں میں دھکیل دے دفعتاً کسی گاڑی کی آواز سنائی دی اور عمران چھلانگ مار کر ایک چھول داری میں جا گھسا....! جوزف کسی شکاری کتے کی طرح چوکتا ہو گیا تھا.... دایاں ہاتھ کوٹ کے نیچے بغلی ہولسر رینگ گیا۔ اگلے موڑ سے وہی جیب پھر نمودار ہوئی جو کچھ دیر پہلے وہاں آئی تھی۔!

اس بار اس پر نجیب خان موجود نہیں تھا.... صرف باڈی گارڈ ہی نظر آیا۔

اس نے جوزف سے کہا۔ ”اپنا سامان اٹھا کر گاڑی پر رکھو، میں تم لوگوں کو بستی میں پہنچا دوں گا۔!“

”ہمارا آڈی گاڑی لینے گیا ہے....!“ جوزف نے خشک لہجے میں جواب دیا....!

”کہاں گیا ہے....؟“

”جھیل پر....!“

”تم چھول داریاں تو اکھاڑنا شروع کرو....!“

”مسٹر میں اپنے باس کا حکم سننا ہے۔!“

وہ جھلا کر آگے بڑھا اور جوزف نے اسے سمجھانا شروع کیا کہ وہ مضبوط ہاتھ پیر کا معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے مکوں کی تاب نہ لا سکے گا ہو سکتا ہے کہ اسے جبرؤں سے بھی محروم ہونا پڑے۔

”کیا کو اس ہے....!“ وہ غراتا ہوا جوزف پر جھپٹ پڑا۔

”ڈیکھو ڈیکھو.... سنہیل جاؤ....!“ جوزف نے اس کی کلاںیاں پکڑتے ہوئے کہا۔

باڈی گارڈ اس کی گرفت سے نکل جانے کے لئے بھرپور جدوجہد کرتا رہا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

”بیچھے ہٹو....!“ کہتے ہوئے جوزف نے اسے دھکا دیا اور وہ لڑکھڑاتا ہوا کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ پھر جھلاہٹ میں اس نے اپنے ہولسر پر ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ جوزف کے بغلی ہولسر سے

ریو الور نکل آیا۔ باڈی گارڈ نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔!

”ہم جھگڑا نہیں کرنا....!“ جوزف نرم لہجے میں بولا۔ ”جب ہمارا آڈی آئے گا تب تم ہاٹ نیچے گرائے گا۔!“

باڈی گارڈ ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

جوزف اسے بتانے لگا کہ وہ بھی ایک بہت بڑے آدمی کا باڈی گارڈ ہی ہے لہذا اسے اس معاملے میں اپنی توہین محسوس نہ کرنی چاہئے۔!

”اچھی بات ہے....!“ باڈی گارڈ نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”تم اپنا ریو الور ہولسر میں رکھ لو میں تمہارے آدمی کا انتظار کروں گا۔!“

”ارے.... ارے....!“ بے شمار تحیر زدہ آوازوں نے اس کا استقبال کیا۔

پروین کے قہقہوں میں آنسو بھی شامل تھے!

”یہ کیا حرکت تھی....!“ اور سیر حلق بھاڑ کر دھاڑا۔

”مچھلیوں کو پوری طرح معلوم ہو گیا ہے کہ میں یہاں موجود ہوں....!“ احمق نے ٹھنڈی

سانس لے کر کہا۔ ”نہ جانے کدھر سنگ گئیں۔!“

”میں پوچھ رہا ہوں....!“

”آپ براہ کرم خاموش رہئے....!“ جاوید نے آگے بڑھ کر اور سیر سے کہا۔ ”جھیل

میں تیراکی پر کوئی پابندی نہیں....!“

اچانک اس گھاٹ پر موجود سب ہی آدمیوں نے عمران کی طرف سے بولنا شروع کر دیا اور

جھیل کے نگران عملے کی آواز گھٹ کر رہ گئی!

اور سیر نے حالات کا رخ بدلتے دیکھ کر وہاں سے ٹل ہی جانے میں عافیت سمجھی!

”آپ بہت تھک گئے ہوں گے....!“ جاوید نے احمق کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔

وہ کچھ نہ بولا۔ پروین خاموشی سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔

احمق بھی بالکل خاموش تھا....! دفعتاً اس نے چونک کر کہا۔

”میرا راز کہاں ہے....!“

”ہم نے احتیاط سے رکھ دیا ہے آپ مطمئن رہئے....!“ جاوید بولا۔

”اور اب تو آپ ہمارے مہمان ہیں.... ہمارے ساتھ ہی چلیں گے۔!“

”کک.... کہاں....!“

”ہمارے گھر.... اگر آپ یہاں رہے تو اور سیر ضرور پریشان کرے گا۔!“

”میں اسے بغل میں دبا کر جھیل میں کود جاؤں گا۔!“

”آپ نہیں جانتے.... وہ اچھا آدمی نہیں ہے....!“

”ہم اس سے کہہ چکے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ ہیں....!“ پروین بولی۔

”یہ تو بہت بُرا ہوا۔!“ احمق بڑبڑایا۔

”کیوں....؟“

جوزف نے ریوالور ہو لسنر میں رکھ لیا اور باڈی گارڈ نے ہاتھ گرا دیئے۔ اس وقت اس کا:

ہو نقوں کا سالگ رہا تھا۔ وہ چپ چاپ جیب میں جا بیٹھا۔

دس پندرہ منٹ بعد پھر کسی گاڑی کی آواز سنائی دی.... اس بار تو ریر اور صفدر ہی تھے..

خاک رنگ کی جیب چھول داریوں کے قریب آرکی....!

”کہاں ہیں تمہارے باس....!“ صفدر نے جوزف سے پوچھا۔!

جوزف نے اسی چھول داری کی طرف اشارہ کر دیا جس میں عمران داخل ہوا تھا۔

لیکن چھول داری کا پردہ ہٹانے پر معلوم ہوا کہ وہ دوسری طرف سے نکل گیا تھا....! کیوں

ادھر کے پردوں کے بند کھلے ہوئے تھے۔

”پتہ نہیں کیا کرتا پھر رہا ہے....!“ تو ریر دانت پیس کر بولا۔

پھر وہ چھول داریاں اکھاڑنے لگے تھے....! صفدر نے جوزف کو مخاطب کر کے کہا۔ ”و

اُن کے لئے جھیل میں جال ڈالے جا رہے تھے۔!“

”کک.... کیوں....!“

”لوگوں کا خیال ہے کہ ڈوب مرا....!“ تو ریر نے زہریلے لہجے میں کہا۔

جوزف ہنسنے لگا.... پھر بولا.... ”لیکن مسٹر ہم جائیں گے کہاں....!“

”بستی میں کئی ہو ٹل ہیں....!“ صفدر نے جواب دیا۔!



جھیل کے اس گھاٹ پر خاصی بھیڑ تھی جہاں عمران کی چھول داری نصب تھی.... ڈو

والے کی لاش کی دستیابی کے لئے کوششیں جاری تھیں۔ جاوید اور اس کے ساتھیوں کے چ

اثر گئے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے احمق ان کا کوئی قریبی عزیز رہا ہو۔

پروین تو شانہ کچھ دیر پہلے روتی رہی تھی.... اس کی آنکھیں متورم اور سرخ تھیں۔

اچانک کسی نے چیخ کر کہا۔ ”وہ رہا.... وہ رہا....!“

لاش پانی پر چپ تیرتی ہوئی کنارے کی طرف آرہی تھی۔!

”افسوس.... افسوس....!“ کئی آوازیں فضا میں ابھریں۔

قریب پہنچ کر لاش نے پھر غوطہ کھایا اور سیدھی ہو کر خشکی پر چڑھ آئی۔

”میں خود کو ہر وقت تہا اور لاوارث محسوس کرنا چاہتا ہوں۔“

”دیکھئے جناب.....! آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہی پڑے گا۔“

”اگر آپ زبردستی کریں گے تو مجبور ہو جاؤں گا۔“

”زبردستی ہی سمجھ لیجئے۔“

”آپ کے یہاں موگ کی دال تو نہیں کھائی جاتی۔“

”کبھی کبھی.....! جاوید ہنس کر بولا۔

”میں اس سے الگ ہوں..... لہذا معاف کر دیجئے۔“

جاوید نے اپنے ملازموں کو اس کا سامان اکٹھا کر کے گاڑیوں تک پہنچانے کی ہدایت دی تھی کہ اور سیر پھر آپہنچا اس کے ساتھ اس بار دس بارہ بٹے کئے آدمی تھے اور کوئی بھی صور سے رحم دل نہیں معلوم ہوتا تھا۔

”تمہیں ہمارے ساتھ چلنا پڑے گا.....! اس نے احمق کو لکارا۔

جاوید کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا..... اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اور سیر پر جھپٹ پڑے گا۔

دفعتاً احمق نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”اب تم دخل نہ دو.....! صاحب غصے میں معلوم ہوتے ہیں

مجھے ان کے ساتھ جانا ہی پڑے گا۔“

”یہ ناممکن ہے آپ ہمارے مہمان ہیں! ہماری عزت کا سوال ہے۔“ جاوید اسی پر الٹ پڑ

”نہیں اور سور صاحب آپ مجھے لے چلئے.....! احمقانہ انداز میں کہا گیا۔

پھر اور سور پر جو تہقہہ پڑا ہے تو احمق کبھی بوکھلا کر اپنا منہ دباتا اور کبھی دونوں ہاتھوں

گال پیٹنے لگتا تھا۔

”پکڑ لو.....!“ اور سیر اپنے آدمیوں کی طرف مڑ کر دھاڑا۔

”اب میں واقعی جان دے دوں گا.....!“ احمق نے پھر پانی میں جھلانگ لگا دینے کی د

دیتے ہوئے کہا۔

وہ سب اس کی طرف جھپٹے اور احمق انہیں جھکائی دے کر سیدھا اپنی چھولداری میں جاگھ

وہ ادھر مڑے قریب پہنچے ہی تھے کہ چھولداری اکھڑ کر ان پر جا پڑی ساتھ ہی احمق نے ؟

داری پر چھلانگ لگائی اور چیخنے لگا۔ ”ہاں.....! ہاں.....! مار ڈالو.....! مجھے لوٹ لو.....!“

وہ سبھی ایک دوسرے پر ڈھیر ہوتے چلے گئے تھے.....! اور سیر ہکا بکا کھڑا رہ گیا۔

احق بڑی تیزی سے اٹھ کر اس کی طرف جھپٹا اور قریب پہنچ کر بڑے ادب سے بولا۔

”آپ خود پکڑ لے چلئے..... مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا..... کیونکہ آپ کی آنکھیں بڑی

خوبصورت ہیں۔“

اور سیر بے بسی سے ہنسنے لگا..... اس میں کسی قدر جھینپ بھی شامل تھی۔

”رہنے دو.....!“ اس نے ہاتھ اٹھا کر اپنے ساتھیوں سے کہا جو چھول داری کے نیچے سے

نکل آنے کی جدوجہد کر رہے تھے پھر احمق سے بولا۔ ”کیا تم سچ پاگل ہو۔“

”میرے باپ نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے.....!“ احمق نے گلوگیر آواز میں کہا۔

”اچھا تو پھر میرا مہمان بننا قبول کر لو.....!“ اور سیر کے لہجے میں بھی اس بار نرمی تھی۔

احق نے مڑ کر جاوید کی طرف دیکھا۔

جاوید آگے بڑھ کر بولا۔ ”یہ ناممکن ہے! یہ پہلے سے میرے مہمان ہیں.....!“

اور سیر نے اسے نظر انداز کر کے عمران سے کہا۔ ”میرے مہمان بنو یا جیل جانے کے لئے

تیار ہو۔“

”اب بتائیے بھائی صاحب.....!“ احمق جاوید کی طرف دیکھ کر گڑگڑایا۔

”آپ میرے مہمان ہیں میں کچھ نہیں جانتا.....!“

”اچھا تو جناب آپ مجھے قتل کر دیجئے.....!“ احمق نے اور سیر سے کہا اور جاوید کی طرف

دیکھ کر بولا۔ ”پھر آپ ان کے دس مہمانوں کو قتل کر دیجئے گا..... مجھے ذرہ برابر بھی پرواہ نہ

ہوگی۔“

ایک بار پھر سب ہنس پڑے..... صرف اور سیر اور جاوید دونوں ایک دوسرے کو خون خوار

نظروں سے گھورے جا رہے تھے۔

”اب آپ بتائیے میں کیا کروں.....!“ دفعتاً احمق پروین سے پوچھ بیٹھا۔

”جیل چلے جائیے.....!“ وہ مسکرا کر بولی۔

”ہاں یہ ٹھیک ہے.....!“ احمق نے سعادت مندانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔ ”ایسے مہمان کو

جیل ہی جانا چاہئے..... چلئے جناب لے چلئے.....! مگر نہیں.....! ٹھہریے ایک میزبان میرا سامان

”یہ کیا کیا تم نے....!“

”میں اسے کہیں اور ٹھہرا دوں گا....! ضروری نہیں کہ وہ اسی گھر میں قیام کرے....!“

”جاوید تم نہیں سمجھ سکتے کہ میں آج کل کتنا پریشان ہوں.... تم نے یہ خواہ مخواہ کا بکھیرا کر دیا!“

”آپ کیوں پریشان ہیں مجھے بھی تو بتائیے....!“

”کچھ نہیں.... جو دل چاہے کرو....!“ شیخ صاحب نے کہا اور وہاں سے چلے گئے....!

”دیکھا تم نے....!“ پروین کی چچی نے جاوید کو مخاطب کر کے کہا!

جاوید کچھ نہ بولا۔ قریباً سات بجے ایک ملازم نے جاوید کو کسی کمبل پوش کی آمد کی اطلاع دی۔!

”کمبل پوش....!“ جاوید نے تھیرا نہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

”کہیں وہی نہ ہو....!“ پروین اٹھتی ہوئی بولی۔

وہ اس وقت کیرم کھیل رہے تھے....! ان کے پارٹنرز کو ان کا اس طرح اٹھ جانا کھل گیا تھا

لیکن وہ خاموش رہے۔! جاوید اور پروین باہر آئے تھے برآمدے کے نیچے ایک کمبل پوش کھڑا نظر

آیا اس کے چہرے پر روشنی نہیں پڑی تھی اس لئے فوری طور پر پہچانا نہ جا سکا....!

”فرمائیے....!“ جاوید نے برآمدے ہی میں کھڑے کھڑے پوچھا!

”کمبل خیراتی ہے.... آپ لوگ کھانا کھلواد بیٹھے....!“ کمبل پوش نے کہا اور جاوید تہقہہ مار

کر اس سے لپٹ گیا!

”آپ نے میری لاج رکھ لی....!“ وہ اس سے بولا۔ ”چلے اندر چلے.... میں نے آپ کے

لئے الگ کمرے کا انتظام کیا ہے۔!“

وہ اسے اندر لایا اور پروین سے بولا! ”آپ وہیں چلے میں انہیں کمرے تک پہنچا کر آتا ہوں۔!“

پھر وہ کمرے میں پہنچے ہی تھے کہ شیخ صاحب دوسرے دروازے میں کھڑے نظر آئے۔

وہ احقر کو گھورے جارہے تھے دفعتاً انہوں نے جاوید سے کہا ”تم نے تو کہا تھا کہ تم انہیں

کہیں اور ٹھہراؤ گے۔!“

احقر نے جھک کر انہیں سلام کیا اور جاوید سے بولا۔ ”یہ غالباً آپ کے والد صاحب ہیں۔!“

”جج.... چچا صاحب....!“

اپنے ساتھ لے جائے اور دوسرا مجھے.... واہ کیا ترکیب سمجھ میں آئی ہے۔!“

وہ جاوید کی طرف مڑ کر بائیں آنکھ دباتا ہوا مسکرایا۔

”کپڑے تو پہن لو....!“ اور سیر بولا۔

”ناممکن....! جو بات زبان سے نکل گئی نکل گئی.... جو میں اپنے اس میزبان کے سپرد

اسے واپس نہیں لے سکتا....! آپ کے ساتھ تو یونہی چلوں گا۔!“

”تم آدمیوں کی طرح بات کیوں نہیں کرتے....!“ اور سیر پھر جھلا گیا۔

”تو کیا لنگوٹی بھی اسی میزبان کے حوالے کر دوں....!“

”اب میں سچ بچ کر وا کر لے چلوں گا.... سامان سمیت....!“

”نانا....!“ احقر نے جاوید کی طرف مڑ کر ہاتھ بلایا اور جھپاک سے جھیل میں

لگا دی۔!

”دیکھو....!“ اور سیر اپنے آدمیوں کی طرف دیکھ کر دھاڑا اور ان میں سے تین

سمیت ہی جھیل میں کود گئے....!

پروین کی چچی نے جاوید کو اشارے سے اپنے پاس بلایا اور بولیں۔ ”تم اس کا سامان واما

ساتھ ہرگز نہ لے چلا....!“

”آخر کیوں آنٹی....!“ پروین بول پڑی۔

”تم خاموش رہو....! جاوید میاں نے اگر میرا کہنا نہ مانا تو بڑی مشکل میں پڑیں گے۔

”آپ فکر نہ کریں.... میں جانتا ہوں کہ کیا کر رہا ہوں۔!“

اور سیر کے وہ آدمی جو پانی میں کودے تھے ادھر ادھر ہاتھ پیر مارتے رہے لیکن

سراغ نہ مل سکا۔!

آخر کار اور سیر نے جاوید کو گھونہ دکھا کر کہا ”تم شوق سے اس کا سامان لے جاؤ۔

اب شاید ہی شیخ صاحب کے گھرانے کو سکون نصیب ہو سکے۔!“

جاوید نے لا پرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔

شام ہونے سے پہلے پہلے جاوید کے ساتھی بستی میں پہنچ گئے تھے۔

پروین کی چچی نے جاتے ہی شیخ صاحب کو ان حالات سے آگاہ کر دیا اور وہ جاوید پر ر

ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی اور خلاف معمول شیخ صاحب کا چہرہ بھی کھلا ہوا تھا۔
 ”آئیے..... آئیے.....!“ شیخ صاحب اٹھتے ہوئے بولے۔ ”ارے جاوید..... یہ عمران صاحب تو بڑے دلچسپ آدمی ہیں..... ان سے مل کر بے حد خوشی ہوئی!“
 جاوید نے مڑ کر پروین کی چچی کی طرف دیکھا جن کے چہرے پر ناخوش گوار اثرات تھے!
 وہ سب بیٹھ گئے اور عالیہ نے جاوید سے کہا: ”اس دوران میں میری معلومات بہت وسیع ہو گئی ہیں..... آپ کے یہ مہمان بڑی قیمتی اطلاعات فراہم کرتے ہیں!“
 ”مجھے خوشی ہے کہ میری دریافت آپ لوگوں کے لئے باعث زحمت نہیں بنی.....!“ جاوید ہنس کر بولا۔

کھانے کے دوران میں احقر تو خاموش رہا اور عالیہ انہیں بتاتی رہی کہ کس طرح اس کی معلومات میں اچانک گراں قدر اضافہ ہوا ہے۔ ”مثال کے طور پر.....!“ وہ ہنستی ہوئی بولی!
 ”عمران صاحب کا خیال ہے کہ چاند کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں ہے..... خلاء باز نہ جانے کہاں جا کر واپس چلے آتے ہیں!“

”کیوں جناب.....!“ جاوید نے عمران کو مخاطب کیا.....!
 عمران نے احمقانہ سنجیدگی کے ساتھ سر کو جنبش دی۔!
 ”کیا آپ اس کے لئے کوئی دلیل رکھتے ہیں.....!“
 ”اس وقت تو کوئی دلیل نہیں رکھتا.....!“
 ”کیا مطلب.....!“

”جس وقت میں نے یہ بات کہی تھی بے چوں و چرا تسلیم کر لی گئی تھی۔ دس پندرہ منٹ گزر جانے کے بعد دلیل بھی غائب.....!“
 وقت قہقہوں میں گزر رہا تھا..... کھانے کے بعد جب سب اٹھ گئے تو عالیہ نے جاوید کو ایک طرف لے جا کر کہا۔ ”یہ آخر ہے کیا بلا جس نے ابا جان جیسے سنجیدہ آدمی کو بچوں کی طرح گھٹنوں کے بل چلنے پر مجبور کر دیا.....!“
 ”کیا مطلب.....!“

”یہاں آنے سے پہلے میں نے انہیں سرومنس کو اڑنے کے قریب گھٹنوں کے بل چلتے دیکھا تھا!“

”ایک ہی بات ہے..... اچھا اب آپ آرام کیجئے.....!“ احقر نے اُس کا شانہ تھپک کر
 ”میں ذرا چچا کو اپنی دکھ بھری کہانی سنانا چاہتا ہوں.....!“
 جاوید نے متحیرانہ انداز میں شیخ صاحب کی طرف دیکھا جو خود بھی حیرت سے کھل!
 دیکھے جا رہے تھے۔
 ”ان سے کہئے..... کہ یہ جا کر آرام کریں.....!“ احقر نے شیخ صاحب سے کہا اور وہ
 کر بولے۔ ”ہاں..... ہاں..... جاؤ.....!“
 جاوید غیر ارادی طور پر کمرے سے نکل گیا اور مڑ کر دیکھا تو احقر دروازہ بند کرتا
 آیا..... وہ جاوید کو آنکھ مار کر مسکرایا بھی تھا۔

جاوید جہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا..... اس کی آنکھوں میں فکر مندی کے آثار تھے۔
 بند دروازے کو گھورے جا رہا تھا پھر بے آواز چلتا ہوا دروازے کے قریب آیا اور د
 کر ان کی گفتگو سننے کی کوشش کرتا رہا..... لیکن اسے حیرت ہوئی اندر سے کسی قسم کی؟
 نہیں آرہی تھی۔!



جاوید پھر اسی کمرے میں واپس آیا جہاں وہ لوگ کیرم کھیل رہے تھے! کھیل دوبارہ ش
 لیکن جاوید کا دماغ اسی معاملے میں الجھا رہا وہ قریباً پانچ منٹ تک احقر والے کمرے کے در
 کھڑا رہا تھا لیکن اندر سے کسی کی بھی آواز نہیں سنائی دی تھی..... اس کا خیال تھا کہ رش
 گفتگو کے اختتام پر اس کمرے میں ضرور آئیں گے۔!

آدھا گھنٹہ گزر گیا..... لیکن حالات میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی..... پروین کی چچی
 کمرے میں موجود تھیں اس لئے احقر کا تذکرہ بھی نہ ہو سکا.....! پروین نے پہلے ہی کھل
 متعلق اپنی لاعلمی ظاہر کر دی تھی لہذا جاوید سے کسی نے بھی اس کے بارے میں نہیں پو
 جاوید بے چینی محسوس کر رہا تھا! اتنے میں ایک ملازم نے آکر اطلاع دی کہ کھانے
 ان کا انتظار ہو رہا ہے.....! وہ اٹھ گئے۔

پھر جیسے ہی ڈاننگ روم میں داخل ہوئے، پروین کی چچی ”ارے“ کہہ کر ٹھٹھک گ
 میز پر شیخ صاحب کے ساتھ احقر بھی موجود تھا اور شیخ صاحب کی بڑی لڑکی عال

”اوہ.....!“ جاوید کسی سوچ میں پڑ گیا.....!

ڈانٹنگ روم میں اب ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا.....!

”صورت سے تو بالکل احمق معلوم ہوتا ہے..... اور باتوں سے کبھی کبھی اتنا عقل مند مہ

ہونے لگتا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔!“ عالیہ بولی۔

”مم..... میں دراصل اس سے مچھلیاں پکڑنے کا فن سیکھنا چاہتا ہوں اور پھر اگر داؤد

سے جھڑپ نہ ہوئی ہوتی تو شاید میں اسے مہمان نہ بناتا.....!“

”وہ لوگ تو بہانے ڈھونڈتے رہتے ہیں۔!“

”خیر..... لیکن تم نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے.....!“ جاوید نے طویل سانس لے کر

”الجھن کی بات ہی ہے تصور نہیں کیا جاسکتا کہ ابا جان کسی بھی مرحلے پر غیر سنجیدہ ہو جائے

”مگر اندھیرے میں تم نے انہیں پہچانا کیونکر.....!“

”اوہو..... گفتگو بھی تو کئے جا رہے تھے دونوں.....!“

”کس قسم کی گفتگو کر رہے تھے دونوں.....!“

”یہ بتانا دشوار ہے.....! میں نے ان کی آوازیں سنی تھیں۔!“

”اچھی بات ہے میں دیکھتا ہوں.....!“ جاوید نے کہا اور ڈانٹنگ روم سے نکل کر عمار

کمرے کی طرف چل پڑا۔

دروازے پر رک کر دستک دی۔!

”کون ہے۔!“ اندر سے آواز آئی۔ ”ٹٹ..... ٹھہرو.....! ذرا یہ پاجامہ مجھے پہن رہا ہے

اس کے بعد دروازہ کھلنے میں زیادہ دیر نہیں لگی تھی۔!

”پاجامہ پہن چکا آپ کو.....!“ جاوید نے ہنس کر پوچھا۔

”بغیر کمر بند کا ہو تو آدمی ہی کو پہنتا ہے.....!“

”ارے تو آپ نے کمر بند کے لئے کہا کیوں نہیں.....!“

”میں اس کا قائل نہیں کہ پاجامہ مہمان کا اور کمر بند میزبان کا.....!“

”پچا جان آپ پر مہربان کیونکر ہوئے.....!“

”پچا جان اور مہربان..... واہ..... شعر کہا جاسکتا ہے.....!“

پہاڑوں کے پیچھے

”نہیں بتائیے.....! پردین کی چچی نے تو انہیں آپ کے خلاف بھڑکایا تھا۔!“

”چچا آپ کے اور چچی پردین کی.....!“

”بات اڑانے کی کوشش نہ کیجئے.....!“

”مجھ پر غور توں کے علاوہ اور ہر ایک کو رحم آجاتا ہے.....!“

”آپ اور انکل اُس وقت کہاں گئے تھے.....!“

”وہ مجھے اپنا پائیں باغ دکھانے لے گئے تھے.....!“

”اندھیرے میں.....!“

”اندھیرے میں بھی دیکھ سکتا ہوں..... یہی تو میری اسپیشلٹی ہے.....!“

”آپ پتہ نہیں کیا چیز ہیں اب تو آپ سے خوف معلوم ہونے لگا ہے۔!“

”کیوں.....؟“

”پتہ نہیں.....!“

”تو پھر اٹھاؤں سامان اپنا..... کیا نام تھا اور سیر صاحب کا..... داؤد بیگ.....!“

”یہ تو کسی طرح بھی ممکن نہیں..... اگر آپ کالے سانپ بھی ثابت ہوئے تو ہمیں

برداشت کرنا ہی پڑے گا۔!“

”ہوں تو پردین کی چچی نے میری مخالفت کی تھی.....!“

”ہاں..... وہ یونہی جلتی کڑھتی رہتی ہیں ذرا اسی بات پر.....!“

”اچھا تو چلو انہیں جلائیں.....!“

”آخر کیوں.....؟“

”پھر کیا کریں..... کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی چاہئے.....!“ عمران نے ہر نظر لہجے میں کہا۔ ”یہاں

کوئی تفریح کی جگہ تو نہیں معلوم ہوتی۔!“

”کئی اچھے ہوٹل ہیں..... آپ کیا سمجھتے ہیں ہماری بستی کو.....!“

”تو پھر لباس تبدیل کروں.....!“ عمران نے چمک کر پوچھا۔!

”بالکل.....!“

پھر بڑی پھرتی سے اٹھا تھا اور اپنے پیچھے والی میز کے ایک آدمی پر ٹوٹ پڑا تھا۔!

وہ ”ارے.... ارے....!“ ہی کرتا رہ گیا....!

چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے.... نجیب کے ہاتھوں پٹنے والا فرش پر چت پڑا گہری گہری سانس لے رہا تھا۔!

ہوٹل کے منیجر کی حالت قابل دید تھی....! شاید وہ بھی نجیب سے خائف تھا....! اسی لئے کسی قسم کی باز پرس کے بغیر پٹنے والے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

کسی نے بھی نجیب سے کچھ پوچھنے کی زحمت گوارہ نہ کی اور نجیب بھی اس کی طرف مزید توجہ دیئے بغیر زینوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ہیڈ ویئر پٹنے والے کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔!

”آخر بات کیا تھی....!“ منیجر نے ہیڈ ویئر سے پوچھا۔

نجیب اب ڈائمنگ ہال میں موجود نہیں تھا۔

”صاحب....!“ ہیڈ ویئر کی کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔ ”انداز سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ

ان صاحب کے پیر سے الجھ کر خان صاحب گرے ہوں گے۔!“

”خان صاحب....!“ منیجر نے منھیاں بھیج کر ٹھنڈی سانس لی۔

پٹنے والا اٹھ کر بیٹھ گیا اور اس طرح بار بار آنکھیں پھاڑنے لگا تھا جیسے کچھ بھائی نہ دے رہا

ہو۔!

”کیا میں آپ کو اٹھاؤں جناب....!“ ہیڈ ویئر نے جھک کر آہستہ سے پوچھا۔!

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہیڈ ویئر کو دیکھنے لگا۔

”اٹھاؤ.... اور میرے دفتر میں لے چلو....!“ منیجر بولا۔

کچھ لوگ ابھی وہیں کھڑے تھے اور کچھ اپنی میزوں پر واپس چلے گئے تھے.... موضوع گفتگو

نجیب خان ہی تھا۔



جاوید پر بوکھلاہٹ طاری تھی.... اور عمران احقاندہ انداز میں پٹے ہوئے آدمی کی لڑکھائی چال دیکھ جا رہا تھا۔ ہیڈ ویئر اسے سہارا دے کر منیجر کے کمرے کی طرف لے چلا تھا۔



نجیب خان گل کدہ کے ڈائمنگ ہال میں کسی کا منتظر تھا! یہ یہاں کا سب سے اچھا رہائشی ہو! تھا۔ غیر ملکی سیاح زیادہ تر یہیں قیام کرتے تھے۔

یہاں کا نظم و نسق جدید تقاضوں کے عین مطابق تھا۔ میزوں پر خوش رو لڑکیاں سر و کر تھیں اور ہیڈ ویئر ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ آدمی تھا۔ نجیب خان نے اسے اشارے سے بلایا۔

ہیڈ ویئر اس اشارے پر خوف زدہ سا ہو کر اس کی طرف بڑھا تھا۔!

”جناب عالی....!“ قریب پہنچ کر وہ تعظیماً جھکا....!

”سنہرے بالوں والی لڑکی کہاں ہے....!“

”جج.... جی.... وہ....!“ ہیڈ ویئر چاروں طرف دیکھ کر بوکھلائے ہوئے لہجے میں ب

پتہ نہیں.... شش شاند.... وہ آج چھٹی پر ہے....!“

”کیا اپنے کمرے میں موجود ہے....!“

”معلوم نہیں جناب....!“

”معلوم کراؤ....!“

ہیڈ ویئر ڈائمنگ ہال سے چلا گیا۔

یہاں کے ملازمین نجیب خان سے بہت زیادہ مرعوب معلوم ہوتے تھے۔! سر و کرنے

لڑکیاں اسے سہمی ہوئی نظروں سے دیکھتیں۔

تھوڑی دیر بعد ہیڈ ویئر واپس آیا.... اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔!

”وہ کہہ رہی ہے کہ میں کسی سے بھی نہیں ملنا چاہتی....! دروازہ ہی نہیں کھولتی....!“

نے ہانپتے ہوئے کہا۔

”کیا تم نے میرا نام نہیں لیا تھا....!“ نجیب آہستہ سے غرایا۔

”لیا تھا جناب....!“

”اچھا....!“ نجیب اٹھتا ہوا بولا۔ ”میں خود دیکھتا ہوں۔!“

ہیڈ ویئر پیچھے ہٹ گیا۔ نجیب خان میزوں کے درمیان سے گذرتا ہوا بالائی منزل

زینوں کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ اچانک منہ کے بل گر پڑا۔

جاوید چونک کر زینوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔۔۔! نجیب خان کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی۔۔۔ سنہرے بالوں والی ایک خوب صورت لڑکی لیکن وہ بے حد خائف نظر آرہی تھی۔
وہ اسے لئے باہر نکلا چلا گیا۔!

”اٹھو۔۔۔!“ عمران نے جاوید سے کہا۔

جاوید اٹھ گیا۔۔۔ لیکن اس کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔۔۔! وہ باہر نکلے۔

نجیب خان لڑکی کو ایک ٹرک کی طرف لئے جا رہا تھا۔۔۔ باہر زیادہ روشنی نہیں تھی۔

ٹرک اندھیرے ہی میں کھڑا تھا۔۔۔! تاروں کی چھاؤں میں ان دونوں کی دھندلی پرچھائیاں سی نظر آرہی تھیں۔ پھر وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئے اور انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی۔

”جلدی کرو۔۔۔ ہمیں بھی ٹرک پر سوار ہونا ہے۔!“ عمران نے کہا اور جاوید کا ہاتھ پکڑ کر

دوڑنے لگا۔

جاوید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔۔۔! بس وہ دوڑتا رہا اور جیسے ہی ٹرک

حرکت میں آیا وہ بھی عمران ہی کی طرح چھلانگ مار کر ٹرک کے پچھلے حصہ پر چڑھ گیا۔

”لیٹ جاؤ۔۔۔!“ عمران آہستہ سے بولا۔! ”میں تمہیں بتاؤں گا کہ تاروں بھرا آسمان کبھی

کبھی کتنا بھلا لگتا ہے۔!“

”پتہ نہیں آپ کس مصیبت میں پھنسانے والے ہیں۔!“

”میں سمجھا تھا کہ تم ایک نڈر اور ایڈونچر کے شائق نوجوان ہو۔۔۔!“

”آخر یہ کس قسم کا ایڈونچر ہے۔۔۔!“

”ارے تم نے دیکھا نہیں کہ وہ ایک لڑکی کو لے جا رہا ہے اور لڑکی خائف نظر آتی ہے۔!“

”لا حول ولاقوة۔۔۔!“

”موقع نہیں ہے! ورنہ میں بھاگ جاتا۔۔۔!“

”میں نہیں سمجھا۔۔۔!“

”لا حول پڑھی تھی تم نے۔۔۔!“

”سنئے جناب۔۔۔! یہ کوئی ایسی انوکھی بات نہیں ہے۔۔۔! گل کدہ کی لڑکیاں لوگوں کے

ساتھ باہر بھی جاتی ہیں۔!“

”یہ۔۔۔۔۔ یہ۔۔۔۔۔ کک۔۔۔ کیا کیا آپ نے۔۔۔!“ جاوید نے عمران کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

”میں نے۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔!“

”آپ نے ٹانگ ماری تھی۔۔۔ وہ بیچارہ خواہ مخواہ پٹ گیا۔!“

”اچھا تو کیا اب تم مجھے پٹانے کا ارادہ رکھتے ہو۔۔۔!“

”اب اٹھیے۔۔۔ اس کی نظر مجھ پر نہیں پڑی تھی۔۔۔ ورنہ وہ ادھر ہی کا رخ کرتا۔۔۔!“

”کیا مطلب۔۔۔!“

”داؤد بیگ اس کے مصاحبوں میں سے ہے۔۔۔! اس لئے یہ بھی ہمارے خاندان سے دُش

رکھتا ہے۔!“

”ہے کون۔۔۔؟“

”نجیب خان۔۔۔ جنگلات کا ٹھیکیدار اور سرکش آدمی ہے شرفا اس سے ڈرتے ہیں۔۔۔!“

حد بار سوخ بھی ہے مگر یہ بتائیے آپ نے اسے ٹانگ کیوں ماری تھی۔!“

”وہم ہے تمہارا ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔۔۔!“

”آپ نے دیکھا کہ منبر بھی دم دبا کر چلا گیا۔۔۔؟“

”کیا اس کے خلاف قانونی کارروائی کرنے والا یہاں کوئی نہیں۔۔۔؟“

”مقامی حکام اس کی مٹھی میں ہیں۔۔۔!“

”ماروں پھر۔۔۔!“

”کیا مطلب۔۔۔!“

”اگر میری کسی غلطی کی بناء پر وہ بیچارہ پٹا ہے تو پھر میرا فرض ہے کہ میں نجیب خان کو ضر

ماروں۔!“

”بس بس۔۔۔! زیادہ تیزی دکھانے کی ضرورت نہیں۔۔۔ بستی کے بہت بڑے بڑ۔

بد معاش اس کے نام سے کانپتے ہیں۔!“

”اچھا تو اب تم چپ چاپ گھر جاؤ۔۔۔!“

”کیا مطلب۔۔۔!“

”یار تمہارے مطلب سے تو میں تنگ آ گیا ہوں۔۔۔! وہ۔۔۔ دیکھو وہ واپس آ رہا ہے۔!“

اس کیفیت پر قابو پالنے سے پہلے ہی اس نے دیکھا کہ دونوں نووارد لمبے لمبے لیٹ گئے ہیں۔!
 عمران پھر اس کے قریب کھسک آیا۔
 ”ان کے کپڑے اتار کر ہمیں پہننا ہے اور انہیں اپنے پہننا ہے۔!“ عمران نے جاوید کے کان
 سے منہ لگا کر کہا۔!

”یہ کیا کرتے پھر رہے ہیں آپ....!“
 ”جو کچھ کہہ رہا ہوں کرو.... ورنہ زحمت میں پڑ جاؤ گے....!“
 یہ مرحلہ بھی بخیر و خوبی طے ہوا۔ نوواردوں کے پاس رانکلوں کے علاوہ بڑی بڑی ٹارچیں
 بھی تھیں۔!

”کیا یہ دونوں مر گئے....!“ جاوید نے پوچھا۔!
 ”ہم دونوں کو بھوت سمجھ کر فی الحال بے ہوش ہو گئے ہیں۔!“
 ”میں بھی بیہوش ہو جاؤں گا.... اگر آپ نے دو منٹ کے اندر اندر مجھے یقین نہ دلایا کہ
 آپ بھوت نہیں ہیں....!“

”فکر نہ کرو....! میں نے تمہیں بھی بھوت بنا دیا ہے.... لہذا تم بے ہوش نہ ہو سکو گے۔!“
 ”شائد میری زندگی کی یہ آخری رات ہو....!“ جاوید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔!
 عمران کچھ نہ بولا۔

کچھ دیر بعد ٹرک پھر رکا تھا اور نجیب کی آواز سنائی دی تھی۔! ”اتر اور راستہ دکھاؤ....!“
 عمران نے جاوید سے کہا۔ ”تم اپنی ٹارچ ہرگز نہ روشن کرنا....!“
 کاندھوں سے رانکلیں لٹکاتے ہوئے وہ نیچے اتر گئے۔!

نجیب بھی لڑکی سمیت نیچے ہی کھڑا ہوا....! عمران نے ٹارچ ایسی پوزیشن میں روشن کی
 تھی کہ روشنی خود ان دونوں کے چہروں پر نہ پڑ سکے۔! نجیب لڑکی کا بازو پکڑے ہوئے بائیں جانب
 والے ایک درے میں داخل ہوا اور عمران کی ٹارچ کی روشنی میں آگے بڑھتا رہا۔!

درہ زیادہ طویل نہیں تھا.... وہ پھر کھلے میں نکل آئے اور اس سفر کا اختتام ایک بڑے سے
 جھونپڑے پر ہوا، جو کھڑکی کے تختوں سے بنایا گیا تھا....!
 ”تم دونوں باہر ٹھہرو....!“ نجیب نے ان کی طرف مڑے بغیر کہا اور لڑکی سمیت

”یہی تو دیکھنا ہے کہ باہر جا کر کیا کرتی ہیں....!“
 ”آپ نہیں جانتے....!“ جاوید جھنجھلا کر بولا۔
 ”قسم لے لو....!“
 ”لا حول ولا قوۃ....!“

”اب پڑھی لا حول تو نیچے چھلانگ لگا دوں گا۔!“
 پھر وہ خاموش ہو گئے....! جاوید جھنجھلاہٹ میں مبتلا ہو گیا تھا۔ پتہ نہیں اب کیا حشر ہو....
 وہ سوچ رہا تھا بات بڑھنے پر شیخ صاحب تک نہ جا پہنچے۔!
 ٹرک شور مچاتا آڑے ترچھے پہاڑی راستوں پر دوڑا جا رہا تھا سائے میں اس کی آواز معمول
 سے کچھ زیادہ ہی محسوس ہو رہی تھی۔!

دفعتاً ٹرک کی رفتار کم ہونے لگی اور عمران نے جاوید سے کہا۔ ”جب تک میں اٹھنے کو نہ کہوں
 اسی طرح لیٹے رہنا۔!“

آخر کار ٹرک رک گیا.... لیکن انجن بند نہیں کیا گیا تھا۔ پھر انہوں نے نجیب خان کی آواز
 سنی جو کسی سے کہہ رہا تھا! ”بیچھے بیٹھ جاؤ۔!“
 ”اٹھو....!“ عمران نے جاوید کو جھنجھوڑ کر کہا۔! ”اسی طرح بیٹھ جاؤ جیسے اسی کے بٹھائے
 ہوئے ہیں۔!“

جاوید نے بڑی پھرتی دکھائی.... دو آدمی ٹرک پر چڑھ آئے.... اندھیرے میں ان کی
 شکلیں تو نہ دکھائی دیں.... البتہ ان کے ہاتھوں میں رانکلیں صاف پہچانی جاسکتی تھیں۔
 نووارد ان سے کسی قدر الگ ہٹ کر بیٹھ گئے.... اور ایک نے اونچی آواز میں کہا ”بیٹھ
 گئے۔!“

ٹرک دوبارہ حرکت میں آگیا.... نووارد خاموش بیٹھے رہے....!
 تھوڑی دیر بعد عمران کچھ ایسے انداز میں ان کی طرف جھکا جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو....
 انہوں نے بھی جواباً اپنے سر آگے بڑھائے تھے! پھر جاوید نے دیکھا کہ دونوں کے سر ایک
 دوسرے سے نکلے اور عمران ان پر چڑھ بیٹھا۔!

جاوید دم بخود بیٹھا رہا....! اسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے دل اچھل کر حلق میں آچسما ہو۔

جھونپڑے میں چلا گیا!

چاروں طرف گھور اندھیرا تھا.... البتہ جھونپڑے کی کھڑکیوں سے ہلکی ہلکی روشنی پھر رہی تھی.... غالباً اندر کیروسین لپ روشن تھا!

وہ دونوں پہرے داروں کے سے انداز میں دروازے پر جم گئے۔

دروازہ صرف بھیڑا گیا تھا! اندر سے بند نہیں کیا گیا تھا....!

”کہیں وہ دونوں ہوش میں آکر یہاں نہ آ پہنچیں....!“ جاوید نے آہستہ سے کہا۔

”ایک گھنٹہ سے پہلے ہوش میں نہ آسکیں گے....! فکر نہ کرو....!“ عمران بولا۔

”اب زبان کھولو....!“ انہوں نے نجیب کی غراہٹ سنی۔

”میں کچھ نہیں جانتی....! جانتی ہوتی تو وہیں بتا دیتی.... مجھ پر رحم کیجئے....!“

”گل کدہ میں کب سے ہو....!“

”پندرہ دن سے زیادہ نہیں ہوئے....!“

”اس سے پہلے کہاں تھیں....!“

”سردار گڈھ میں....!“

”وہاں کیا کرتی تھیں....!“

”پڑھتی تھی.... یقین کیجئے....! میں ایک اچھے گھرانے کی فرد ہوں.... وہ ایک!

افتادہ تھی جس نے اس حال کو پہنچا دیا....!“

”کالے آدمی کی بات کرو.... جن کے ساتھ کالا آدمی ہے وہ کون ہیں....؟“

”میں نے کسی کالے آدمی کو نہیں دیکھا....!“

”بکواس مت کرو.... تم ان میں سے ایک کے کمرے میں بھی گئی تھیں....!“

”کمرے میں گئی تھی.... اہ.... وہ.... میرے اور میرے گھرانے کے ایک شناسا ہیں

صفر صاحب....! اتفاقاً ان سے ملاقات ہو گئی.... وہ گل کدہ ہی میں مقیم ہیں اسی اچانک

کی بناء پر میں خود کو بیمار بیمار سی محسوس کرنے لگی تھی....!“

”کیوں بیمار محسوس کرنے لگی تھی....!“

”اب ایسے حالات سے دوچار ہوں کہ کسی شناسا کا سامنا نہیں کر سکتی....!“

”وہ کیا کرتا ہے....!“

”یہ میں نہیں جانتی....!“

”جی بات....!“ نجیب غرایا.... ”ورنہ جانتی ہو یہاں کیا حشر ہوگا تمہارا!“

”اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتی....!“

”اچھی بات ہے اب تم دیکھو گی کہ تم پر کیا گذرتی ہے.... باہر بھی دو آدمی موجود ہیں....!“

”رحم کیجئے مجھ پر....!“

”ناممکن....!“

”میں کس طرح یقین دلاؤں آپ کو....؟“

”کتنے دنوں بعد اس سے ملاقات ہوئی ہے....!“

”سات آٹھ سال بعد.... کسی زمانے میں وہ ہمارے پڑوسی تھے....!“

”اگر یہ بات غلط نکلی تو....!“

”جو چور کی سزا وہ میری....!“

”تم مجھے جانتی ہو....!“

”آپ کو کون نہیں جانتا....!“

”تمہاری صحیح وسلامت واپسی کی صرف ایک ہی صورت ہے....!“

”میری واپسی....!“ وہ رقت آمیز آواز میں بولی ”لیکن اب وہاں واپس نہیں جانا چاہتی....!“

جس طرح لائی گئی ہوں اس کے بعد میں گل کدہ میں کسی سے بھی آنکھیں نہ ملا سکوں گی....!“

”تو کیا تم نے خدا کی تلاش میں گھر سے باہر قدم نکالا تھا....؟“

”کسی طرح بھی نکلی ہوں.... لیکن گل کدہ کی دوسری لڑکیوں کی طرح نہیں ہوں....

صرف محنت سے اپنی روزی کماتی ہوں....!“

”میں تمہیں بُرائی کے راستے پر تو نہیں ڈالنا چاہتا....!“

”پھر آخر یہاں میری موجودگی کا کیا مطلب ہے....!“

”ایک اچھے کام میں میرا ہاتھ بٹاؤ....!“

”میں نہیں سمجھی....!“

”اپنے اس شناسا کے بارے میں معلومات فراہم کر کے مجھ تک پہنچاؤ لیکن اس پر یہ ہونے پائے کہ تم کسی دوسرے کے لئے معلومات حاصل کر رہی ہو۔“

”کیا مفرد صاحب نے وہاں سے میری روانگی نہ دیکھی ہوگی۔“

”نہیں..... وہ لوگ اُس وقت گل کدہ میں موجود نہیں تھے.....! اور پھر وہ ذاتی طور نہیں جانتا۔!“

”کیا..... وہ..... کوئی.....!“

”سنو.....! ہو سکتا ہے آٹھ سال پہلے وہ کوئی اچھا آدمی رہا ہو..... نہائی تو بیل بھر میر ذہن پر حاوی ہو جاتی ہے مجھے شبہ ہے کہ وہ اسمگلروں کی کسی ٹولی سے تعلق رکھتا ہے۔ میر آدمی ضرور ہوں۔ لیکن کوئی ایسا کام نہیں کرتا جس سے ملک و قوم کو نقصان پہنچے۔“

”اگر یہ بات ہے تو میں ہر طرح حاضر ہوں.....!“

”شاباش.....! تم واقعی نیک لڑکی معلوم ہوتی ہو..... کیا نام ہے تمہارا.....!“

”تہمینہ.....!“

”اچھا تو چلو، میں تمہیں واپس بھیج آؤں! میرا خیال تھا کہ تم بھی اسی گروہ سے تعلق..... لیکن میں تمہاری آنکھوں میں مصعومیت دیکھ رہا ہوں.....!“

”بہت بہت شکریہ.....! لیکن اب میں گل کدہ واپس نہیں جانا چاہتی۔!“

”پھر تم اس کے بارے میں معلومات کیسے فراہم کرو گی.....!“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں.....!“

”چلو.....! صرف تمہارے ضمیر کو مطمئن ہونا چاہئے۔!“

”کاش میں پیدا ہی نہ ہوئی ہوتی.....!“

”اب پیدا ہو گئی ہو تو بھگتوں گا.....!“ عمران بڑبڑایا اور جاوید کو ہنسی آگئی۔

”رونے کا مقام ہے.....! اتنی بڑی ہو جانے کے بعد کہہ رہی ہے کاش میں پیدا ہوئی۔!“

دفعتاً اندر سے نجیب کی آواز آئی۔ ”اچھا..... چلو..... میں تمہیں پہنچا دوں.....!“

وہ باہر نکلے اور نجیب نے روشنی دکھانے کو کہا۔!

جاوید سوچ رہا تھا کہ اب ضرور کوئی گڑبڑ ہوگی..... اگر ٹرک پر بیٹھ بھی گئے تو کہیں اسی جگہ نہ اتار دیے جائیں جہاں سے وہ دونوں آدمی سوار ہوئے تھے۔ اگر ایسا ہوا تو پیدل چلتے چلتے دم لیں پر آجائے گا۔ آخر اس احمق کو یہ کیا سوچیں تھی.....؟

ٹرک کے قریب پہنچ کر نجیب نے ان سے کہا۔ ”تم لوگ جھوپڑے میں واپس جاؤ..... رات وہیں بسر کرنا.....!“

عمران نے کھانسیوں کے درمیان بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”بہت بہتر.....!“ اور جاوید کی لہو پڑی تاج کر رہ گئی۔!

انجن اسٹارٹ ہوا اور ٹرک آہستہ آہستہ ریگٹے لگا۔ واپسی کے لئے اس کا رخ موڑنا تھا۔

عمران جاوید کا بازو پکڑ کر اسے اندھیرے میں کھینچ لے گیا۔

پھر جیسے ہی ٹرک کا رخ بدلا وہ آہستہ سے بولا۔ ”بس اب احتیاط سے ٹرک پر چڑھ چلو.....!“

جاوید بہت شدت سے بوکھلایا ہوا تھا.....! ٹرک پر پہنچ کر جان میں جان آئی۔

دونوں بے ہوش آدمی اب بھی لمبے لمبے لیٹے ہوئے تھے۔!

”اب کیا صورت ہوگی.....!“ جاوید نے عمران کے کان سے منہ لگا کر پوچھا۔

”بہت بد صورت ہوگی.....! کیونکہ ان دونوں سے اپنے کپڑے واپس لینے پڑیں گے۔!

ردی بڑھ گئی ہے..... ورنہ اپنے کپڑے پہن کر ان کے کپڑے سرہانے رکھ دیتے۔!“

جاوید نے طوعاً و کرہاً اپنے حصے میں آئے ہوئے آدمی کے جسم سے اپنے کپڑے اتارے تھے

اس کے کپڑے اسے پہنائے تھے۔!

کچھ دیر بعد عمران نے اس سے کہا۔ ”بہستی کے قریب والے موڑ پر تم اتر کر گھر کی راہ لینا۔!“

”اور آپ.....!“

”میں نجیب خان کو اس لڑکی کے پیدا ہونے کا مزہ چکھاؤں گا.....!“

”آخر مقصد کیا ہے.....!“

”چھٹیاں اسی طرح گزارتا ہوں.....!“

”آپ کو مہمان بنا کر میں نے سچ مچ حاتم کی قبر پر لات ماری ہے۔!“

”حاتم نے مہمان کو گھوڑا ذبح کر کے کھلایا تھا گدھا نہیں۔!“

”اگر یہ دونوں ہوش میں آگئے تو کیا ہوگا.....!“
 ”ہمارے کپڑے ہمارے جسموں پر موجود ہیں..... لہذا اب کیا پرواہ..... جس وقت چاہیں
 ہوش میں آجائیں.....!“

جاوید نے زچ ہو کر خاموشی اختیار کر لی۔

عمر ان کچھ دیر بعد بولا۔ ”واپس آکر تمہیں مچھلی پکڑنے کی ترکیب بتاؤں گا۔!“
 ”موتی چور کے لڈو بھی لیتے آئے گا.....!“ جاوید نے بھنا کر کہا..... وہ سوچ رہا تھا کہ کبخت
 بچوں کی طرح بہلا رہا ہے۔! یہ نہیں کیا مقصد ہے ان سب حرکتوں کا۔



گل کدہ کے قریب پہنچ کر نجیب خان نے ٹرک روکا ہی تھا کہ ایک آدمی اسٹیرنگ کی طرف
 والے دروازے کے قریب آکھڑا ہوا۔

”دو آدمی ٹرک سے گرے ہیں.....!“ اس نے بھدی آواز میں اطلاع دی۔!

”تم کون ہو.....!“ نجیب خان نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔!

”میں تمہیں ایک اطلاع دے رہا ہوں..... تمہیں اس سے کیا کہ میں کون ہوں..... یقین
 ہو تو چلو میرے ساتھ۔!“

وہ آدمی روشنی میں تھا..... نجیب نے اسے بغور دیکھا! عجیب سا چہرہ تھا.....! پھولی ہو
 بھدی ناک کے نیچے گھنی مونچھوں کے ساتھ انہ نے دہانے کو پوری طرح ڈھک لیا تھا۔ ناک ا
 ٹھوڑی کے درمیان صرف مونچھیں نظر آتی تھیں۔

”تم کب اس کر رہے ہو.....!“

”خوب.....! وہ دیکھو..... ٹریفک کا ٹیشیل بھی اسی طرف آرہا ہے..... شاید اس نے؟

دیکھا تھا۔!“

نجیب گاڑی سے اترتا ہوا تہینہ سے بولا! ”تم جاؤ.....!“

وہ دوسری طرف سے اتر کر ہوٹل کی جانب بڑھ گئی۔

”اوہ..... خان صاحب السلام علیکم جناب عالی.....!“ کانٹیل نے بڑے ادب سے ا۔

سلام کر کے وہی اطلاع دی جو خوف ناک چہرے والے اجنبی نے کچھ دیر پہلے دی تھی۔

”چلو..... دکھاؤ کہاں ہیں.....!“ نجیب نے کہا اور کانٹیل کے ساتھ چل پڑا۔
 وہاں سے قریباً سو قدم کے فاصلے پر اسے اپنے وہ دونوں آدمی پڑے ہوئے ملے جنہیں
 جھوپڑے ہی میں ٹھہرنے کو کہہ آیا تھا۔

وہ بے ہوش تھے اور اکھڑی سانسیں لے رہے تھے۔

”وہ کہاں گیا..... وہ.....!“ نجیب مضطربانہ انداز میں مڑا۔

”کون جناب.....!“ کانٹیل نے پوچھا۔

”وہ جو میرے پاس کھڑا تھا.....!“

”ہمارے ساتھ تو کوئی بھی نہیں آیا.....!“

”یہ میرے آدمی ہیں..... پیچھے بیٹھے ہوئے تھے! میرے کسی دشمن نے انہیں اس حال کو
 پہنچایا ہے! تم انہیں دیکھو میں اسے تلاش کرتا ہوں.....!“

”بہت اچھا جناب.....!“

نجیب خان دوڑنے کے سے انداز میں ہوٹل کے صدر دروازے تک پہنچا تھا۔

جیسے ہی ڈائینگ ہال میں داخل ہوا وہاں ایک بار پھر کھلبلی پڑ گئی۔ وہ دروازے کے قریب رک
 کر ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں کا جائزہ لینے لگا تھا۔

خوف ناک چہرے والا آدمی وہاں دکھائی نہ دیا۔

اب اس کے قدم زینوں کی طرف بڑھ رہے تھے.....! اوپر پہنچ کر تہینہ کے کمرے کے
 دروازے پر دستک دی.....! لیکن اندر سے جواب نہ ملا۔ ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا لیکن تہینہ کی

بجائے ایک مرد پر نظر پڑی جو صورت ہی سے بالکل احمق معلوم ہوتا تھا!

”تہینہ کہاں ہے.....؟“ نجیب نے گونجیلی آواز میں پوچھا۔!

”میں بھی اسی کا منتظر ہوں.....!“

”کیا وہ ابھی یہاں آئی تھی.....!“

”نہیں تو..... مجھے معلوم ہوا تھا کہ اسے کوئی بد معاش اپنے ساتھ لے گیا ہے.....!“

”تم کون ہو.....؟“ نجیب دہاڑا۔

”میں عمران ہوں.....!“

”کیا اس کے گاہک ہو.....!“ نجیب نے لہجے میں نرمی پیدا کر کے پوچھا۔!

”کیا وہ آلو بخارا ہے کہ میں اس کا خریدار ہوں۔!“

”سیدھی طرح بات کرو.....!“

”اے الٹی سیدھی تو تم خود ہانک رہے ہو.....! میرا کیا قصور.....!“

”اچھا کمرے سے نکل جاؤ۔!“

”میں اُس بد معاش کا انتظام کر رہا ہوں جو اسے خوف زدہ کر کے اپنے ساتھ لے گیا ہے۔

”بکواس بند کرو.....! میں اسے لے گیا تھا.....!“

”صورت ہی سے بد معاش معلوم ہوتے ہو.....!“

”شٹ اپ.....!“

”تمہینہ کہاں ہے.....!“

”میں کہتا ہوں کمرے سے نکل جاؤ.....!“

”تم نے بہت بُرا کیا! وہ مجھ سے خفا ہو کر سردار گڈھ سے چلی آئی تھی لیکن اب میر

جان نے شادی کی اجازت دے دی ہے۔!“

”اوہ..... تو تمہاری وجہ سے اس نے گھر چھوڑا تھا۔!“

”ہاں..... لیکن اب میں اسے واپس لینے آیا ہوں.....!“

”اب وہ تمہارے کام کی نہیں رہی..... واپس جاؤ!“ نجیب نے زہریلی سی ہنسی کے ساتھ

”میں جانتا ہوں کہ وہ کسی کام کی نہیں! نہ روٹیاں پکا سکتی ہے اور نہ گھر میں جھاڑو۔

ہے پھر بھی میں اسے دل و جان سے چاہتا ہوں۔!“

”میا تم بالکل گدھے ہو.....!“

”اے زبان سنہال کے.....! منہ توڑ دوں گا اگر مجھے گدھا کہا۔!“

”جاؤ ننھے بچے گھر واپس جاؤ..... ورنہ دیر سے جانے پر مئی ماریں گی۔!“

”تمہیں کیسے معلوم ہوا..... اچھا تمہینہ نے بتایا ہو گا..... مئی اور پیلا اب تک میری پٹائی

ہیں۔!“ عمران نے جھینپنے کی سی اداکاری کی۔

”اچھا بس اب جاؤ.....!“

”ہرگز نہیں تمہینہ کو ساتھ لے کر جاؤں گا۔!“

”تم سمجھتے کیوں نہیں.....! وہ طوائف ہو گئی ہے.....!“

”واہ..... واہ..... تب تو ناچ گانے کی بھی آسانی رہے گی۔!“

نجیب خان خاموش ہو کر اسے غور سے دیکھنے لگا۔ عمران کے چہرے پر پہلے سے بھی زیادہ حاقط طاری ہو گئی تھی۔

”اچھا تو سنو.....!“ دفعتاً نجیب نے بے حد نرم لہجے میں کہا۔!“وہ کمرہ نمبر سات میں ہوگی

جا کر اسے بلا لاؤ.....!“

”اوہ..... وہ تو میں بھول ہی گیا..... تم نے کچھ دیر پہلے مجھے گدھا کہا تھا.....!“

نجیب جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی نے باہر سے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا۔

تمہینہ اندر داخل ہوئی اور دروازے کے قریب ہی ٹھٹھک گئی۔!

”کیوں کہا تھا گدھا.....!“ عمران نے کہہ کر ایک بھرپور ہاتھ نجیب کے جڑے پر رسید کر دیا۔

حملہ غیر متوقع تھا..... نجیب لڑکھڑاتا ہوا..... دیوار سے جا ٹکرایا..... اس کے بعد تو وہ پاگل

ہو گیا تھا۔ وحشیانہ انداز میں عمران پر ٹوٹ پڑا لیکن اس تھوڑی سی جگہ میں بھی عمران اپنے پھر تیلے

پن کا مظاہرہ کر کے اسے تھکا تارہا۔

تمہینہ دیوار سے لگی کھڑی بُری طرح کانپ رہی تھی۔

تمہینہ کی اچانک آمد ہی نے عمران کو ایسا قدم اٹھانے پر مجبور کیا ہو گا ورنہ شاید وہ اس حد تک

نہ جاتا..... اس وقت اگر ذرا سی بھی چوک ہو جاتی تو خود اس کا پول کھل جانے میں کیا باقی رہتا۔ وہ

نجیب کے حملوں سے بچ بچ کر اسے تھکا رہا تھا..... اچانک اس نے تمہینہ سے کہا ”کھڑی کیا دیکھ

رہی ہو..... باہر جاؤ..... نیچے میرا انتظار کرنا.....!“

تمہینہ مشینی انداز میں باہر نکل گئی اس میں اس کے ارادے کا دخل نہیں معلوم ہوتا تھا۔

”اب سنہیل جاؤ بد معاش.....!“ عمران نے نجیب کو لٹکایا۔!“ورنہ پچھتاؤ گے۔!“

”میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا.....!“ نجیب نے اس پر چھلانگ لگائی ہی تھی کہ عمران نے

بائیں جانب ہٹ کر ایک چٹا تارہا اس کی کنپٹی پر رسید کر دیا۔!

اس بار نجیب گرا تو پھر نہ اٹھ سکا..... اس ضرب کا مقصد ہی بیہوش کر دینا تھا۔!



تہینہ ڈانگ ہال میں نہ لی.... لہذا عمران نے صفدر کے کمرے کا رخ کیا.... اس کا انداز تھا کہ کمرہ نمبر سات ہی میں اس کا قیام ہوگا۔

نجیب کے اپنے خیال کے مطابق اگر وہ اپنے کمرے میں نہیں تھی تو پھر اسی شناسا کے پاس گئی ہوگی جس کی وجہ سے اس مصیبت میں پڑی تھی۔

اندازہ درست نکلا.... وہ کمرہ صفدر ہی کا تھا.... اور تہینہ وہاں موجود تھی۔

عمران کو دیکھ کر اس کا منہ حیرت سے کھل گیا اور پھر جلدی سے بولی ”یہی تھا....!“

”تھا نہیں بلکہ ہے....!“

”آپ.... یعنی کہ....!“ صفدر ہکا کر رہ گیا۔

”لڑکی خطرے میں ہے.... تم اسے یہاں سے لے جاؤ.... طحمان کے کمرہ نمبر گیارہ کنجی طلب کر لینا.... یہ لور سید....!“ عمران نے کہا اور پرس سے ایک رسید نکال کر صفدر حوالے کی۔

”یہ سب کیا ہو رہا ہے....!“ تہینہ روہانسی آواز میں بولی۔

”جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اگر اس پر عمل نہیں کیا تو زندگی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھوگی۔“

عمران نے کہا اور صفدر سے بولا۔ ”یہ کمرہ بدستور تمہارے نام پر انگیج رہے گا.... ہاں... دونوں کہاں ہیں!“

”الگ.... الگ.... جگہوں پر.... ان سے کسی وقت بھی رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔“

”ٹھیک ہے دس منٹ کے اندر اندر یہاں سے روانہ ہو جاؤ....!“ عمران نے کہا اور صفدر کے کمرے سے نکل آیا۔

اب وہ پھر تہینہ کے کمرے کی طرف جا رہا تھا.... دروازہ کھول کر دیکھا۔

نجیب خان اب بھی فرش پر چپٹ پڑا تھا.... دروازہ بند کر کے عمران باہر آگیا اور لاؤنچ ایک ایسی کرسی اپنے لئے منتخب کی جس پر بیٹھ کر تہینہ کے کمرے کے دروازے پر نظر رکھ سکتا ریڈی میڈ میک اپ جیب سے چہرے پر منتقل ہو چکا تھا.... وہی پھولی ہوئی ناک اور مونچھیں دوبارہ چہرے کی کڑھائی بن گئیں۔!

پہاڑوں کے پیچھے

ٹھیک دس منٹ بعد اٹھ کر وہ کمرہ نمبر سات کی طرف گیا تھا اور یہ معلوم ہو جانے پر کہ صفدر لڑکی سمیت وہاں سے جا چکا ہے.... وہ بھی گل کدہ سے نکل آیا۔



جاوید کی آنکھ صبح دیر سے کھلی.... قریباً دو بجے شب تک وہ عمران کا منتظر رہا تھا اس کے بعد اس کے متعلق چوکیدار کو ہدایات دے کر اپنے سونے کے کمرے کی راہ لی تھی۔!

اٹختے ہی سب سے پہلے اسی کے بارے میں پوچھ گچھ کی.... اور یہ معلوم کر کے مطمئن ہو گیا کہ وہ تین بجے واپس آیا تھا اور اب تک اپنے کمرے سے برآمد نہیں ہوا.... جاوید نے ضروریات سے فارغ ہو کر عمران کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔!

”آجاؤ....!“ اندر سے آواز آئی.... ہینڈل گھما کر اس نے دروازہ کھولا سامنے ہی عمران فرش پر سر کے بل کھڑا تھا۔

”آپ آدمی بھی ہیں یا....!“ وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔

”آدمی ہی نہیں بلکہ بے ضرر آدمی....!“

”کیا مطلب....!“

”اس لئے کہ میں تمہارے جڑے پر مکا نہیں رسید کر سکتا بیٹھ جاؤ.... میں عبادت سے فارغ ہو کر تمہاری خیریت دریافت کروں گا۔!“

جاوید بائیں جانب والی کرسی پر بیٹھ کر اسے بخور دیکھتا رہا۔

دو تین منٹ بعد عمران سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ ”نجیب خان کے آدمی میری تلاش میں ہیں۔!“

”آپ نے بہت بُرا کیا....؟ اب میں خود ہی داؤد بیک سے استدعا کروں گا کہ وہ آپ کو اپنا مہمان بنالے....!“

ٹھیک اسی وقت کسی نے باہر سے دروازہ کھٹکٹایا.... جاوید ہی دیکھنے کے لئے اٹھا تھا۔

اس نے دروازہ کھولا....! شیخ صاحب سامنے کھڑے نظر آئے۔

”تم یہاں ہو....!“

”جی.... ہاں....!“

”دیکھا تم نے.... آخر وہی ہوا.... نمودوں کا انجام بُرا ہی ہوتا ہے....!“ شیخ صاحب نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا!

”جی میں نہیں سمجھا....!“

”کل کدہ میں نجیب خان کی لاش پائی گئی ہے۔!“

”جی....!“ جاوید اچھل پڑا اور تیزی سے عمران کی طرف مڑا.... لیکن اس کے چہرے پر حماقت مآبی کے علاوہ اور کوئی تاثر نہ دکھائی دیا۔

”جس لڑکی کو وہ زبردستی ہوٹل سے لے گیا تھا اسی کے کمرے میں مردہ پایا گیا ہے.... لڑکی

غائب ہے....!“ شیخ صاحب بولے.... اور چند لمحے خاموش رہ کر جاوید سے کہا۔ ”ذرا میرے

پاس ہو جانا....!“ اور پھر وہ کمرے سے چلے گئے.... جاوید ایک ٹک عمران کو دیکھے جا رہا تھا۔

”مجھے اس طرح نہ دیکھو....! پیارے! اسے اس شخص نے مارا ہو گا جس کے متعلق وہ لڑکی

سے معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا....! بہر حال کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے کسی سے بھی

اس کا تذکرہ کیا تو خود بھی پھنسو گے۔!“

”میں کسی سے کچھ نہ کہوں گا.... لیکن آپ براہ کرم یہاں سے چلے جائیے۔!“

”اگر میں چلا گیا تو شیخ صاحب کو بہت دکھ ہو گا۔!“

”آپ اس کی فکر نہ کیجئے میں انہیں سمجھا لوں گا۔!“

”تمہاری مرضی.... لیکن ایک بات ہے جب تک شیخ صاحب خود مجھ سے یہ نہیں کہیں

گے کہ چلے جاؤ میں ہر گز نہیں جاؤں گا۔!“

”اچھی بات ہے!“ جاوید نے کہا اور کمرے سے نکل آیا.... شیخ صاحب کے پاس پہنچا تو

انہوں نے نجیب خان کی باتیں جھپٹ دیں اس کی پچھلی بد معاشیوں کا تذکرہ کرتے رہے پھر بولے۔

”آج تم لوگ شکار کے لئے نہ جاؤ تو بہتر ہے۔!“

”جی ہاں میں بھی سوچ رہا تھا....! شکار کے لئے جائیں گے تو یہ حضرت ضرور ساتھ ہو

گے کچھ تعجب نہیں کہ آج داؤد بیک سے جھڑپ ہی ہو جائے۔! میں نے خواہ مخواہ ایک مصیبت

مول لے لی ہے۔!“

”کیسی مصیبت....!“

”یہی عمران....!“ جاوید نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”میں تو سوچ رہا ہوں آج ان

صاحب کو رخصت ہی کر دوں۔!“

”نہیں یہ ناممکن ہے....!“

”کیوں....؟ پہلے تو آپ نے....!“

”بحث مت کر دو....! وہ یہیں رہے گا.... خواہ سال بھر قیام کرے۔!“

جاوید نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔ پھر بولا۔ ”اب یقین آگیا کہ وہ حیرت انگیز

صلاحتوں کا حامل ہے۔!“

”کیا مطلب....!“

”عالیہ کہہ رہی تھی کہ کل شام جب اندھیرا پھیل گیا تھا، وہ پائیں باغ میں سر و تنس کو اتر

کے قریب بچوں کی طرح گھٹنوں کے بل چل رہے تھے۔!“

”تم سب بیہودہ ہو....!“ شیخ صاحب غصیلے لہجے میں بولے۔ ”میں اسے وہ پودے دکھا رہا تھا

جو افریقہ سے منگوائے ہیں۔!“

جاوید خاموشی سے چلا آیا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے.... دوسرے

کمرے میں پروین سے ملاقات ہوئی۔

”اب تو آئی بھی اُس کا کلمہ پڑھنے لگی ہیں۔!“ پروین نے عمران کے متعلق اسے اطلاع دی۔

”یہ حادثہ کیونکر ہوا....!“ جاوید نے تلخ لہجے میں پوچھا۔

”پتہ نہیں....! اس وقت دونوں بہت گھل مل کر باتیں کر رہے ہیں۔ آئی بات بات پر

توقیفے لگا رہی ہیں.... ویسے ہے بہت دلچسپ آدمی....!“

”مداری کہہ سکتی ہو....!“

”کیوں کیا بات ہے....!“ وہ چونک کر جاوید کو گھورنے لگی جس کے لہجے کی خشکی واضح طور

پر محسوس کی جاسکتی تھی۔

”کچھ نہیں.... کچھ بھی تو نہیں....!“

”کیا شکار پر نہیں چلتا.... خاصی دیر ہو گئی....!“

”آج ہم شکار پر نہیں جائیں گے.... انکل نے کسی وجہ سے منع کر دیا ہے۔!“

میں تھا۔

صفدر سے گمرہ نمبر گیارہ میں ملاقات ہوئی تھی اس طرح کہ لڑکی اسے میک اپ میں نہیں دیکھ پائی تھی۔ عمران نے اسے مشورہ دیا تھا کہ فی الحال وہ خود بھی میک اپ میں رہے اور لڑکی کی شکل میں بھی کسی قدر تبدیلی کر دے۔

آج صبح صفدر نے اس کے سنہرے بالوں میں سیاہ خضاب ہی لگوا دیا تھا وہ اپنی حالت پر رو پڑی.....!

”مجبوری ہے..... حالات کے پیش نظریہ ضروری تھا.....!“ صفدر نے اسے دلا سادیا۔

”نجیب خان آپ کا دشمن کیوں ہو گیا ہے.....؟“

”میں اور میرے ساتھی یہاں شکار کی غرض سے آئے تھے اس سے جھڑپ ہو گئی..... وہ ہمیں اسٹنر سمجھتا ہے۔!“

”وہ..... وہ..... بھی آپ کا ساتھی ہی ہے..... جس نے پچھلی رات ہمیں یہاں بھیجا تھا۔!“

”ہاں..... آں..... ساتھی ہی ہے۔!“

”اس نے نجیب کو زچ کر دیا تھا۔!“

ٹھیک اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی.....! صفدر نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا سامنے عمران کھڑا تھا.....! اندر داخل ہو کر اس نے دروازہ بند کیا اور تہینہ کی طرف دیکھ کر بولا۔
”ویری گڈ..... اب تمہیں کوئی بھی نہیں پہچان سکتا.....! میں ذرا دیر کے لئے صفدر کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں..... تم بلا ضرورت باہر نہ نکلتا.....!“

پھر وہ دونوں ڈائننگ ہال میں آ بیٹھے تھے..... کمرے سے نکلتے ہی عمران نے دوبارہ مصنوعی ناک اور مونچھیں لگائی تھیں۔

”گل کدہ کے کمرہ نمبر سات سے نجیب کی لاش برآمد ہوئی ہے!“ اس نے صفدر کو اطلاع دی۔

”کیا مطلب.....!“

”میں نے اسے بے ہوشی کی حالت میں چھوڑا تھا۔ بہر حال اب پولیس کو تہینہ کی تلاش ہے۔!“

”یہ تو بہت بُرا ہوا.....!“

”پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے متعلق معلومات بہم پہنچاؤ۔!“

”دن بھر رو ریت رہے گی۔!“

”کچھ بھی ہو..... ان کے آگے کسی کی نہیں چلتی.....!“

”آئیے تو پھر وہیں بیٹھیں.....!“

”چلے.....!“ جاوید نے بے بسی سے کہا۔

وہ سخت الجھن میں تھا..... سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ شیخ صاحب کو پچھلی رات کے واقعات سے کس طرح آگاہ کرے۔

پروین اسے اس کمرے میں لائی جہاں اس نے ان دونوں کو چھوڑا تھا۔!

یہاں صرف چچی موجود ملیں.....!

”وہ کہاں گیا.....!“ پروین نے پوچھا۔

”بڑا عجیب آدمی ہے..... باتیں کرتے کرتے اٹھتا ہوا بولا۔! میں اپنی پیٹھ کھجنا چاہتا ہوں خواتین کے سامنے کھجائے ہوئے شرم آتی ہے اور بس چلا گیا.....!“

جاوید کے ہونٹوں پر تلخ سی مسکراہٹ تھی اس نے پوچھا۔ ”وہ آپ سے کیا باتیں کر رہا تھا۔“

”یہی کہ مرغیاں پالنا اس کی ہابی ہے اور اس نے مرغیوں کی ایک بالکل نئی نسل ایجاد کی۔“

جن کے انڈے نیلے رنگ کے ہوتے ہیں۔!“

بعد میں پروین نے جاوید کو بتایا کہ مرغیاں چچی کی کمزوری ہیں..... مرغیوں سے مجب کرنے والوں کو وہ اچھی نظر سے دیکھتی ہیں۔!

”یہی تو اس کا کمال ہے..... دو چار باتوں میں پتہ لگا لیتا ہے کہ مخاطب کس طرح قابو؟“

آسکے گا۔!“ جاوید بولا۔ ”اب یہی دیکھو کہ انکل جیسے ہوشیار آدمی اس کی لچھے دار باتوں؟“

آگئے۔!“

”میرا خیال ہے کہ آپ اس سے کچھ بد دل ہو گئے ہیں.....!“ پروین اسے غور سے دیکھ

ہوئی بولی۔

جاوید بات اڑا کر دوسری طرف چلا گیا۔ عمران گھر پر موجود نہیں تھا۔



پچھلی رات گل کدہ سے نکل کر عمران طعماستان گیا تھا اور وہ اس وقت ریڈی میڈ میک

”آخر چکر کیا ہے....!“

”اسمگلنگ کی آڑ میں جاسوسی....! ہمارے فوجی راز سرحد پار پہنچ رہے ہیں۔!“

”اوہو.... تو اسی لئے نجیب جنگل میں اجنبیوں کو دیکھ کر بھڑکتا تھا۔!“

”میرا خیال ہے کہ وہی سرغنہ ہے.... لیکن اس کی موت....!“

”رائے قائم کرنے میں جلدی نہ کیجئے....!“ صفر مسکرا کر بولا۔ ”ہو سکتا ہے وہ آپ ہی

کے ہاتھوں مرا ہو۔!“

”ایسی کوئی ضرب نہیں لگائی تھی میں نے....!“

”خیر پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے معلوم ہو جائے گا....! جوزف کو جس بندر کی تلاش تھی

اس کا کیا قصہ ہے۔!“

”قصہ اس کا یہ ہے کہ میں تو یہ کو اس کے ہاتھوں پٹوانا نہیں چاہتا تھا.... اور دوسرا مقصد یہ

تھا کہ وہ لوگ تمہاری طرف متوجہ ہو جائیں جن کی مجھے تلاش تھی۔!“

”تو یہ کیوں پٹتا....!“

”ہر وقت مجھ پر تاؤ کھاتا رہتا تھا اور بکواس کرتا تھا....! جوزف کو اگر اس طرح الگ تھلگ نہ

رکھتا تو تم بیچ بچاؤ ہی کے چکر میں پڑے رہ جاتے۔!“

”سوال یہ ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے....! اب تو کوئی راہ متعین ہونی ہی چاہئے۔!“

”سنو! تم تینوں کا مصرف اس سلسلے میں صرف اتنا ہی تھا کہ کچھ لوگ تمہاری طرف متوجہ ہو

جائیں اور میں ان کے وجود سے آگاہ ہو سکوں....!“

”لیکن مچھلیوں کا کیا قصہ تھا....!“

”شعبہ بازی....! کئی مچھلیاں ایک جال میں پہلے ہی سے تہ نشین کر دی گئی تھیں....

لیکن پھر بھی تم اندازہ نہیں لگا سکو گے کہ انہیں جال سے نکال کر کنارے تک پہنچانا کتنا مشکل کام

تھا.... یہ دیکھو انگلیاں زخمی ہو گئی ہیں.... گھمڑوں میں ہاتھ ڈالنے پڑتے تھے۔!“

”اس کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی....!“

”شیخ صاحب کے خاندان سے متعارف ہونا تھا....!“

”اوہ.... تو کیا وہ لوگ بھی اس میں ملوث ہیں....!“

”نہیں....! شیخ صاحب ہی نے اس طرف توجہ دلائی ہے۔!“

”میں نہیں سمجھا....!“

”انہیں اپنے شاگرد پیشے کے قریب ایک ڈبیہ پڑی ملی تھی جس میں آٹھ ملی میٹر کی ایک فلم

تھی اور اس فلم پر بعض اہم دستاویزوں اور فوجی نوعیت کے نقشوں کے عکس تھے....! شیخ صاحب

نے وہ فلم آئی ایس آئی کو بھجوا دی تھی.... وہاں سے تمہارے چیف ایکس ٹو تک پہنچی۔!“

”ہمارے محکمے کو آئی ایس آئی سے کیا سرکار....!“

”میں نہیں جانتا....! اس قسم کے سوالات اپنے چیف سے کیا کرو....! بہر حال میں نے

کوشش کی تھی کہ ایک اجنبی کی حیثیت سے شیخ صاحب کا مہمان بن کر حالات کا جائزہ لوں....

لیکن اور سیر داؤد بیک کے بیچ میں کود پڑنے کی بناء پر ایسا نہ ہو سکا....! مجھے شیخ صاحب پر ظاہر

کرنا پڑا کہ میں کس لئے آیا ہوں.... ورنہ وہ میرے میزبان بننے پر ہرگز تیار نہ ہوتے۔!“

”داؤد بیک کا کیا قصہ ہے....!“

”ان لوگوں کی آپس کی خاندانی رنجش عرصہ سے چلی آرہی ہے۔!“

”سوال تو یہ ہے کہ اس فلم کی وجہ سے آپ نے ان جنگلات میں کیسے چھلانگ لگائی.... کیا

آپ کو پہلے سے علم تھا کہ وہاں کچھ ہو رہا ہے۔!“

”اسمگلنگ تو ہوتی ہی رہی ہے! لیکن بسا اوقات ان اسمگلرز کو بھی یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ان

کے درمیان کوئی جاسوس بھی موجود ہے.... ابھی کچھ ہی دن ہوئے ایک اسمگلنگ پوائنٹ پر ایسا

واقعہ پیش آچکا ہے.... اصل اسمگلر اس سے بے خبر تھا کہ اس کا ایک آدمی سرحد پار سامان

پہنچانے کے ساتھ ہی ساتھ جاسوسی کام تکب بھی ہو رہا ہے....! دراصل ایک بار وہ سرحد پار

پکڑ لیا گیا تھا جس انسپکٹر نے پکڑا تھا اس نے کہا کہ وہ اسے گولی بھی مار سکتا ہے لیکن وہاں کے ایک

مقامی اسمگلر نے اسے رہائی دلائی.... اور اسے سمجھا دیا کہ وہ اپنے مالک سے اس کا تذکرہ نہ کرے

ورنہ ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھے گا....! اوہر انسپکٹر نے اس پر اپنا احسان جتاتے ہوئے کہا کہ وہ

اس کا ایک خط لیتا جائے اور اس کے کسی دوست کو پہنچا دے.... احسان مندی کے جذبات کے

ساتھ اس نے یہ کام کر دیا تھا.... لیکن جب دوسری بار اسمگلنگ کا مال لے کر روانہ ہوا تو اس

دوست کا جوابی خط بھی اس کے پاس موجود تھا جو انسپکٹر تک پہنچانا تھا.... اس طرح آہستہ آہستہ

وہ ملک دشمنی میں مبتلا ہوتا گیا.... اس کے دوسرے ساتھیوں کو علم تک نہ ہو سکا کہ وہ انہوں کے ساتھ ہی ساتھ اہم معلومات بھی دوسرے ملک میں پہنچا رہا ہے.... بہر حال یہاں اس پوائنٹ پر بھی اس کا امکان موجود ہے...! اچھی بات ہے اب میں چلا لیکن نہیں.... لڑکی کا کیا قصہ ہے...! صفر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”وہی پرانی کہانی.... کسی سے محبت ہوئی تھی.... شادی کا امکان نہیں تھا۔ لہذا دونوں بھاگ کھڑے ہوئے.... عاشق صاحب اس کے باوجود بھی شادی نالتے رہے اور محبت چاٹتے رہے....! جب چھتہ خالی ہو گیا تو ایک دن پھر سے اڑ گئے.... وہ تہارہ گئی...!“

”میرا مشورہ ہے کہ اب تم اس سمیت پھر سے اڑ جاؤ....! عمران نے سنجیدگی سے کہا۔
”کیا مطلب....!“

”لڑکی کو یہاں سے لے جاؤ....! جوزف اور تنویر بھی تمہارے ساتھ ہی جائیں گے.... تم لوگ اپنا کام کر چکے۔!“
”تو آپ تنہا....!“

”چوہان، صدیقی اور نعمانی بھی یہیں موجود ہیں! میں نے اب اسکیم بدل دی ہے...! نجیب کلاش کے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے متعلق معلومات کے لئے دوسرے ذرائع اختیار کروں گا۔!“
”جب ہم نہ ہوں گے تو وہ لوگ کس طرح سامنے آئیں گے.... ظاہر ہے کہ ہماری تلاش کے ہی سلسلے میں وہ بے نقاب ہو سکیں گے۔!“

”سنو! نجیب میری ضربات سے نہیں مرا....! لیکن مارا گیا ہے.... میری ہی وجہ سے.... لہذا جس نے بھی مارا ہے اسے میری ہی تلاش ہوگی۔!“
”ہوں....! اوں....! صفر نے پُر فکر انداز میں سر کو جنبش دی.... اچانک عمران گھنی مونچھوں کے پیچھے سے سیٹی کی ہلکی سے آواز نکلی۔

”خیریت....! صفر نے اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ تو بائیں جانب دیکھے جا رہا تھا۔!

”انہوں نے مجھے تلاش کر لیا....! عمران نے صفر کی طرف مڑ کر ٹھنڈی سانس لی۔

”کس کی بات کر رہے ہیں....!“

”بائیں جانب دیکھو نجیب کے باڈی گارڈ کو تو تم پہچانتے ہی ہو.... دوسرا اوڈ بیگ ہے۔!“
”تو پھر....!“

”نجیب کے سلسلے میں صرف بھدی ناک اور گھنی مونچھوں والے پران کی نظر ہے....!“
عمران طویل سانس لے کر بولا۔ ”لیکن اب تم دونوں میک اپ میں بھی محفوظ نہ رہ سکو گے.... میں اب اٹھ رہا ہوں.... اگر یہ دونوں میرے پیچھے جائیں تو تم جلد از جلد یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنا۔!“

”اور اگر ایک میری نگرانی کے لئے رک جائے تو۔!“ صفر نے پوچھا۔

”تو پھر تم ایک شیشی میں دودھ بھرنا اور اس پر نپل چڑھا کر یہیں بیٹھے شغل فرماتے رہنا....! میں تو چلا....!“

”ایک منٹ....! میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اسے ڈانچ دے کر نکلنے کی کوشش کروں یا....!“

”جو مناسب سمجھنا....! ٹاٹا....!“ عمران نے کہا اور اٹھ کر صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔
صدر دروازے کے قریب پہنچ کر رکا اور پھر تیزی سے صفر کی میز کی طرف پلٹ آیا.... اور اب اس سے اس طرح لگا کھڑا تھا جیسے کوٹ کی جیب میں پڑے ہوئے ریوالور کی نال اس کے شانے سے لگادی ہو۔!

”اٹھو....!“ وہ آہستہ سے بولا! ”اور میرے ساتھ چلو ورنہ یہیں گولی مار دوں گا.... اپنی آنکھوں میں خوف زدگی کے آثار پیدا کرو ڈفر اور کسی خوف زدہ آدمی ہی کے سے انداز میں میرے ساتھ باہر نکل چلو....!“

صفر اس کے پلٹتے ہی متحیر نظر آنے لگا تھا....! اس نے بڑی کامیابی سے کسی خوف زدہ آدمی کا رول ادا کیا۔ وہ اسی طرح باہر آئے۔ عمران اس سے لگا ہوا چل رہا تھا۔

”لل....! لڑکی....!“ صفر آہستہ سے ہکلا یا۔

”دنیا بھری پڑی ہے.... دوسری مل جائے گی....!“ عمران نے لا پر دائی سے کہا پھر کسی قدر توقف کے ساتھ پوچھا۔!

”نجیب کے نمبر بدل دیئے ہیں یا نہیں۔!“

”بدل دیے ہیں۔!“

”بس تو ٹھیک ہے....! جپ ہی کی طرف چلو....!“

وہ جپ میں اس طرح بیٹھے کہ صدر نے اسٹیرنگ سنبھالا اور عمران بالکل ایسے ہی انداز میں

بیٹھا رہا جیسے اس کے بائیں پہلو پر ریو اور کاڈ باؤ ڈال رہا ہو۔!

جپ کمپاؤنڈ سے باہر نکلی اور عمران نے عقب نما آئینے کا زاویہ بدلتے ہوئے طویل سائز

لی۔ ایک اور گاڑی کمپاؤنڈ کے پھاٹک سے نکل رہی تھی! عمران نے داؤد بیک اور نجیب کے باڈ

گارڈ کو اسی گاڑی میں بیٹھتے دیکھا تھا۔!

عمران نے صدر سے کہا۔ ”اگلے چوراہے پر بائیں جانب موڑ لینا....!“

صدر نے تعمیل کی سڑک سنسان تھی....! عمران کے کہنے پر وہ جپ کی رفتار بتدر

بڑھاتا رہا۔!

”جب میں کہوں تو رفتار کم کر کے مرنے کے لئے تیار ہو جانا....!“ اس نے صدر سے کہ

”کیا مطلب....!“

”تمہیں مار کر نیچے پھینکوں گا اور زن سے نکل جاؤں گا۔!“

”سنجیدگی اختیار کیجئے....!“

”آگے سڑک کے کنارے ایک بڑا سا گڑھا ہے جس میں پانی بھرا ہوا ہے.... فائر کر

تمہیں دھکا دوں گا.... اسٹیرنگ چھوڑ کر گڑھے میں جا پڑنا....!“

”مغفرت کی دعا بھی میں خود ہی کر لوں....؟“ صدر نے بے بسی سے سوال کیا۔

”چالیسواں میرے ذمے....! تم بالکل فکر نہ کرو....!“

”کیا واقعی آپ سنجیدہ ہیں....!“

”حادثے کے بعد رنجیدہ بھی ہونا پڑے گا....!“ عمران نے مغموم لہجے میں کہا۔

یہی ہوا جیسے ہی گاڑی گڑھے کے قریب پہنچی ایک فائر ہوا اور صدر نے جپ سے اس

چھلانگ لگائی جیسے سچ مار کر پھینکا گیا ہو۔!

عمران نے بھی خاصی مہارت کا ثبوت دیا تھا ورنہ صدر کے بعد ہی جپ بھی گڑھے

جا پڑتی.... اس نے پھرتی سے اسٹیرنگ سنبھالا اور جپ کی رفتار پہلے سے بھی زیادہ تیز ہو گئی

پچھلی گاڑی سے اس پر دو فائر ہوئے تھے اور عمران نے اطمینان کا سانس لیا.... صدر کی خبر
لینے کے لئے پچھلی گاڑی رکی نہیں تھی۔

جپ کی رفتار بڑھتی رہی! عمران اسے جمیل کی طرف اڑائے لئے جا رہا تھا....! ادھر کا سارا

علاقہ اس کا دیکھا بھلا تھا اور وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ تعاقب کرنے والوں سے کہاں پیچھا چھڑایا
جاسکے گا۔!

سوچی ہوئی جگہ پر پہنچتے ہی اس نے پورے بریک لگائے جپ تر جھی ہوئی اور اس کے پچھلے

پہرے سڑک کے نیچے اتر گئے۔ اسی پوزیشن میں عمران نے اسے ریورس گیر میں ڈال دیا۔!

جپ نے سڑک سے اتر کر بائیں جانب نیم دائرہ بنایا اور جیسے ہی تعاقب کرنے والی گاڑی کے

بریک چڑچڑائے عمران نے اس کے اگلے پہرے پر فائر کر دیا.... فائر دھماکے کے ساتھ پہنا! اس

کے بعد اس نے تعاقب کرنے والوں کو اتنا موقع نہیں دیا کہ وہ اس پر فائر کر سکتے۔!

جپ ان کی گاڑی کے قریب سے نکلی چلی گئی....! پھر انہوں نے فائر تو کئے تھے اس وقت

جب عمران کی گاڑی ریچ سے نکل چکی تھی۔!



جاوید اور پروین دن بھر اس کی دایسی کے منتظر رہے.... لیکن دونوں کے جذبات میں فرق

تھا۔! پروین محض دلچسپی کی جو یا تھی اور جاوید سوچ رہا تھا کہ دیکھئے اب کیا گل کھلتا ہے۔!

شام تک نجیب کے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کا لب لباب بستی کے بچے کی زبان پر تھا

جس کے مطابق نجیب پہلے تو کنپٹی پر ضرب لگنے کی وجہ سے بے ہوش ہوا تھا اور پھر اس کے بعد

اس کا گلا گھونٹ دیا گیا تھا....!

جاوید نے اس کی اطلاع شیخ صاحب تک پہنچائی اور سوچ میں پڑ گیا کہ اب اسے کیا کہنا چاہئے۔

ادھر شیخ صاحب نے یہ بات رواروی میں سنی اور اس پر کوئی تبصرہ کئے بغیر پھر اس کتاب پر

نظر جمادی تھی، جو پہلے ہی سے ان کے ہاتھوں میں تھی۔

ان کا یہ رویہ جاوید کے لئے اور زیادہ الجھن کا باعث بن گیا.... اور اس نے بوکھلائے ہوئے

انداز میں عمران کی وہ کہانی شروع کر دی جس کا مرکزی کردار تہینہ تھی۔

شیخ صاحب اٹھ بیٹھے اور کتاب تکیے پر رکھ دی....! وہ جاوید کو عجیب نظروں سے گھورے

جار ہے تھے۔

جب جاوید اس کمرے پر پہنچا کہ عمران نے اس واقعہ کا ذکر کسی اور سے کرنے کی ممانعت کر دی تھی تو شیخ صاحب بھڑک اٹھے۔

”اور تم اس کا ذکر مجھ سے کر رہے ہو.....!“

”مم..... میں مطلب یہ ہے کہ.....!“ جاوید ہکھلایا۔

”کچھ نہیں.....! جاؤ..... کسی سے بھی اس کا ذکر نہ کرنا.....!“

”یعنی آپ اس خونی کو یہاں برداشت کر لیں گے.....!“

”بکو اس بند کرو.....! اپنے کام سے کام رکھو..... اگر وہ واپس آئے تو اس سے اس مسئلے

قطعاً کوئی گفتگو نہ کرنا.....!“

”بہت بہتر!“ جاوید نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور شیخ صاحب کے بند روم سے باہر آکر

رات کے آٹھ بجے تھے..... جاوید بیر دنی برآمدے میں آکھڑا ہوا۔ اب وہ کسی سے گنا

نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کاش اس نے عمران کو داؤد بیک کے حوالے کر ہی دیا ہوتا۔

خواہ خواہ ایک نئی رنجش کی بنیاد پڑی۔

اچانک اسے تہینہ یاد آئی اس لڑکی کا کیا ہو گا..... لاش اسی کے کمرے سے برآمد ہوئی

لیکن لڑکی پولیس کے ہاتھ نہیں لگی تھی..... عمران کو اس کا بھی علم ہو گا۔ ہو سکتا ہے اس

اسے کہیں چھپا دیا ہو۔!

جاوید نے جرم و سزا سے متعلق بے شمار کتابیں پڑھی تھیں..... قاتل پولیس کی نظروں

بچ ہی نہیں سکتا نہ صرف قاتل بلکہ اس سلسلے میں جتنے لوگ بھی کسی نہ کسی طرح ملوث ہوتے

یعنی طور پر پولیس کی گرفت میں آجاتے ہیں تو پھر اس کا کیا حشر ہو گا۔

دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں اور وہ اندر جانے کے لئے مڑنے ہی والا تھا کہ کیاؤنڈ کا پھ

کھلنے کی آواز آئی..... کوئی اندر داخل ہوا اور لنگڑانا ہوا عمارت کی طرف بڑھنے لگا..... روش

آیا تو جاوید کا خون کھولنے لگا۔

وہی خطرناک آدمی، جو بظاہر احق نظر آتا تھا..... قریب پہنچ کر اس نے جاوید سے

”کھڑے کیا دیکھ رہے ہو! مجھے سہارا دے کر اندر لے چلو۔ میرے پیر میں چوٹ آگئی ہے۔!“

جاوید کچھ نہ بولا.....! اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی لیکن شائد پروین اس کی آواز سن کر باہر نکل آئی تھی۔

”کیا ہوا.....! آپ لنگڑا کیوں رہے ہیں.....!“ اس نے عمران سے پوچھا۔

”ایک ٹرک مجھ سے ٹکرا کر الٹ گیا! پلیز.....!“ عمران جاوید کی طرف ہاتھ بڑھا کر کراہا۔

طوعاً کرہاً جاوید نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے اونچی کرسی والے برآمدے تک پہنچنے میں مدد دی۔!

”کیا زیادہ چوٹ آئی ہے.....!“ پروین نے پر تشویش لہجے میں پوچھا۔!

”ٹکرا ہو گئی ہے تو لنگڑانا بھی چاہئے..... ورنہ پڑوسی کیا کہیں گے.....!“

”آپ خواہ خواہ اپنا وقت ضائع کر رہی ہیں.....!“ جاوید نے بھنا کر کہا اور پروین اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

دفعتاً جاوید نے عمران کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹے ہوئے کہا ”آپ کمرے میں چلے.....!“

شائد پروین کو جاوید کا یہ رویہ بے حد گراں گذرا تھا..... وہ بھی چپ چاپ صدر دروازے

کی طرف مڑ گئی تھی۔ جاوید عمران کو اس کے کمرے میں لایا اور بہت لمبے لہجے میں کہنے

لگا۔! ”نجیب کے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ آؤٹ ہو گئی ہے۔!“

”الحمد للہ! بہت جلدی آؤٹ ہو گئی ہماری طرف تو دس دن بعد پوسٹ مارٹم ہوتا ہے۔!“

”میں گزارش کر رہا ہوں کہ سنجیدگی سے سنئے۔!“

”بھائی میں روکب رہا ہوں..... اس سے زیادہ سنجیدگی میں نبض ہی نہیں ملتی اور دوسرے

ردودا ہوا شروع کر دیتے ہیں۔!“

”وہ کپٹنی کی ضرب سے پہلے بیہوش ہوا تھا اور پھر اس کا گلا گھونٹ دیا گیا۔!“

”اللہ کی مرضی.....!“

”پولیس..... ہم تک ضرور پہنچے گی.....!“

”یقین کرو پیارے دوست اگر مجھے اس کی ذرہ برابر بھی پرداہ ہوتی تو یہاں واپس نہ آتا۔!“

”آپ ہم لوگوں کو بھی دشواری میں ڈالیں گے۔!“

”دشواری میں پڑنا ہوتا تو اب تک پڑ چکے ہوتے.....! ہمیں نجیب کے ساتھ کسی نے بھی

نہیں دیکھا تھا! ویسے اگر تم مجھ سے پیچھا چھڑانا ہی چاہتے ہو تو میرا سامان اپنی جیب میں رکھو۔
مجھے بھی ہٹھاؤ اور داؤد بیک کے گھر پہنچا دو.....!“

”کیا مطلب.....!“

”میں وہیں چین سے رہ سکوں گا..... ورنہ تم مجھے اٹھتے بیٹھتے پور کرتے رہو گے۔!“
”میں چچا جان سے پوچھ لوں.....!“ جاوید نے کہا اور عمران کے کمرے سے نکل کر
صاحب کی خواب گاہ کی طرف چل پڑا۔

اس نے انہیں عمران کی واپسی کی اطلاع دے کر اپنی اور اس کی گفتگو کے بارے میں بتایا۔
”اوہو..... تو وہ خود جانا چاہتا ہے.....!“ شیخ صاحب نے پوچھا!

”جی ہاں.....!“

”تو جا کر بھیج آؤ.....!“

جاوید نے طویل سانس لی۔

”اچھی بات ہے..... اس قصے کو ختم کر کے سکھ کی نیند سو سکوں گا.....!“ جاوید نے کہا
وہاں سے چل پڑا۔

جب عمران کو شیخ صاحب کے فیصلے سے آگاہ کیا گیا تو اس نے کہا ”میاں رات کا کھانا تو ک
دوا لسی بھی کیا بے مروتی.....!“

دوسرے مہمانوں نے بھی ابھی کھانا نہیں کھایا تھا.....! کھانے کی میز پر جاوید نے دوسرا
کو بتایا کہ خاندانی بھگڑوں کو زیادہ طول دینا مناسب نہ ہو گا اس لئے مہمان خصوصی کو داؤد بیک
حوالے کیا جا رہا ہے۔!

”یہ زیادتی ہے!“ پروین بول پڑی۔!

”ہمارے ذاتی مسائل ہیں.....!“ جاوید نے خشک لہجے میں کہا۔!

پھر کوئی کچھ نہ بولا.....! لیکن عمران نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔ ”اگر داؤد بیک صاحب گھ
نہ ملے تو پھر میں کیا کروں گا۔!“

”میں آپ کو ان کے والد صاحب کے حوالے کر آؤں گا۔!“

”والد صاحب کسی کا بھی ہو میرے لئے بے حد خوف ناک ہوتا ہے۔ تمہارے ساتھ

لے چلا آیا تھا کہ تمہارے خاندان کے سربراہ چچا صاحب ہیں کوئی والد صاحب نہیں۔!“
”نہیں.....! تم جاؤ گے.....!“ شیخ صاحب غرائے..... لیکن ان کی بیٹی عالیہ بولی۔ ”نہیں
..... یہ ناممکن ہے.....!“

”کیوں.....؟“

”اس میں ہماری تو بین ہے.....!“

”ارے میں تو بڑی مصیبت میں پڑ گیا.....!“ دفعتاً عمران نے اپنا سر پیٹنا شروع کر دیا۔
وہ سب حیرت سے دیکھتے رہے! کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس سلسلے میں کیا کہنا
چاہئے۔ پھر عمران ہی ہاتھ روک کر گلوگیر آواز میں بولا۔ ”اس سے بہتر تو یہی تھا کہ حاتم مہمان
ذبح کر کے گھوڑے کو کھلا دیتا۔!“

اس پر کچھ لوگوں کی دہلی دہلی سی ہنسی سنائی دی اور کچھ اب بھی عمران کو حیرت ہی سے دیکھے
جا رہے تھے۔ عمران اٹھ گیا اور ایک ایک کا چہرہ حسرت سے دیکھتا ہوا بولا۔

”میں آپ لوگوں کو دشواری میں نہیں ڈالنا چاہتا۔!“

وہ آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔!

”ٹھہریئے تو.....!“ پروین بولی۔

”نہیں میں اپنا سب کچھ یہیں چھوڑ کر جانا چاہتا ہوں تاکہ آپ لوگوں کو ہمیشہ یاد آتا رہے کہ
آپ نے ایک مہمان کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا اور مہمان بھی کیسا جسے زبردستی مہمان بنایا گیا ہو۔!“
اور پھر اس نے دروازے کی طرف پھلانگ لگائی اور دوڑتا ہوا باہر نکلا چلا گیا۔!

شیخ صاحب کے علاوہ اور سب نے اس کا تعاقب کیا تھا۔

وہ پھانگ سے نکل چکا تھا.....! لیکن یہ لوگ پھانگ ہی پر رک گئے تھے اس کے پیچھے باہر تک
دوڑتے چلے جانا بھی تو حماقت ہی ہوتی ہے۔

دفعتاً کسی نے کہا۔ ”اچھا ہی ہو جاوید میاں وہ لوگ اس کے خلاف بہت بھرے ہوئے ہیں۔!“
جاوید اس کی طرف مڑ کر بولا۔ ”تم کیا جانو.....؟“

”ارے میں بھی تو وہیں کام کرتا ہوں.....! میں آپ کو بتاؤں گا کیا پکڑ ہے..... بہت اچھا
ہوا بلا مل گئی..... ذرا میرے کوارٹر میں چلے آئیے گا۔!“

اس کے بعد وہ آدمی سرونٹس کو ارٹری طرف چلا گیا تھا۔

”یہ کون تھا.....!“ پروین نے جاوید کا بازو چھو کر پوچھا۔

”رحمت الہی..... سرونٹس کو ارٹری میں رہتا ہے.....!“

”کام کہیں اور کرتا ہے.....!“

”ہاں..... آں..... ہمارا ذاتی ملازم نہیں ہے.....!“

”مجھے اس کا لہجہ اچھا نہیں لگا.....! کچھ عجیب سی بات تھی.....!“

”اوہ..... وہ کچھ نہیں..... ہمارا ملازم تو ہے نہیں..... بات دراصل یہ ہے کہ دور کا

دار بھی ہوتا ہے..... سرحد پار کی شہریت ترک کر کے یہاں آبا ہے..... رہنے کو کہیں

تھی تو انکل نے اسے سرونٹس کو ارٹری میں بےادیا.....!“

”میں لہجے کی بے تکلفی کی بات نہیں کر رہی.....!“

”تو پھر.....!“

”اس تاثر کو بیان کرنے کے لئے الفاظ نہیں مل رہے.....!“

”چھوڑیے بھی ہو گا کچھ..... خواہ مخواہ ذہن کو کیوں تھکایا جائے.....!“

اس کے بعد وہ مہمانوں کو عمارت میں پہنچا کر تنہا سرونٹس کو ارٹری طرف چل پڑا تھا۔

رحمت الہی غالباً اس کا منتظر ہی تھا اسے دیکھ کر چارپائی سے اٹھ گیا۔ یہ مضبوط ہاتھ

تڑکا آدمی تھا..... عمر تیس سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔!

”تم کیا کہنا چاہتے ہو.....!“ جاوید نے اس سے پوچھا۔

”بھانت بھانت کی باتیں ہو رہی ہیں جاوید میاں..... ہو سکتا ہے پولیس آپ سے

کچھ کر بیٹھے۔!“

”کیا مطلب.....!“ جاوید بوکھلا گیا۔!

”کیا آپ اور آپ کا سکی مہمان بھی بچھلی رات گل کدہ میں نہیں تھے۔“ جاوید سنا۔

”آہیا.....! لیکن اتنی عقل تو رکھتا ہی تھا کہ کسی قسم کے اعتراف سے پہلو بچا جاتا۔!

”تم کہنا کیا چاہتے ہو.....!“ اس نے لہجے میں کسی قدر سختی پیدا کر کے پوچھا۔

”سنا گیا ہے کہ آپ دونوں بھی اس وقت وہیں موجود تھے جب کسی نے نجیب خان

تھا۔!“

”کون کہہ رہا تھا.....!“

”داؤد بیگ اور اس کے آدمیوں کی گفتگو سنی تھی میں نے.....!“

”کیا کہہ رہے تھے.....!“

”اس حد تک سنا ہے میں نے کہ اسی سکی مہمان نے خان صاحب کو ٹانگ ماری تھی۔!“

”بکواس جھوٹ.....! جس نے ٹانگ ماری تھی اس کی پٹائی بھی نجیب نے کر دی تھی۔!“

”اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے کچھ بھی نہیں سنا.....!“

”اب اور کیا سناؤ گے..... جلدی کرو..... میرے پاس وقت نہیں ہے۔!“

”جس آدمی کی خان صاحب نے پٹائی کی تھی..... وہ ایک ریٹائرڈ فوجی افسر ثابت ہوا جس کی

بائیں ٹانگ مصنوعی ہے وہی ٹانگ خان صاحب کو گرانے میں استعمال کی جاسکتی تھی لیکن اس سے

ایسے کام لئے ہی نہیں جاسکتے۔!“

جاوید کو ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی سی محسوس ہونے لگی اور رحمت الہی پھر بولا۔ ”پٹنے کے بعد

وہ ہسپتال پہنچ گیا تھا اس لئے اس پر شبہ بھی نہیں کیا جاسکتا کہ خان صاحب کو مار کر اس نے اپنی

توہین کا بدلہ لیا ہو گا.....؟“

جاوید نے سوچا اگر ایسی بات ہے تو وہ یقیناً دشواری میں پڑ گیا ہے.....! اور وہ پاگل بھی ہاتھ

سے گیا.....! اب اگر پولیس نے پوچھ گچھ کی تو اس کی نشان دہی کیسے کر سکے گا..... تو پھر.....

تو پھر اسے کیا کرنا چاہئے..... اس سلسلے میں شیخ صاحب سے کچھ کہنا ہی فضول تھا وہ تو اسے مہمان

بنائے رکھنے پر مصر تھے۔!

”آپ کیا سوچ رہے ہیں جاوید میاں.....!“ رحمت الہی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے

سوال کیا۔

”ملک..... کچھ نہیں.....!“ جاوید چونک پڑا۔

”اگر کوئی جھگڑے والی بات ہو تو مجھے بتائیے آپ کے لئے خون اور پسینہ ایک کر دوں گا۔!“

”جھگڑے کی بات کیسی.....!“

”یہ آپ جانیں..... شاید اب داؤد بیگ پولیس کو اس کی اطلاع دے دے.....!“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں.....؟“

”کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دوں گا..... کوئی دشواری ہو تو مجھے بتائیے.....!“

”یہ بات کس نے بتائی ہے کہ میرے مہمان نے ناگ مارا تھی.....!“

”اس کا علم داؤد بیک کو ہو گا۔!“

”میں داؤد بیک سے ملنا چاہتا ہوں۔!“

”اچھا ہی ہوتا کہ آپس میں صلح صفائی ہو جاتی ورنہ خولہ خولہ خاندان کی عزت پر حرف آئے گا۔“

”میں چاہتا ہوں کہ گھر کے کسی فرد کو بھی علم نہ ہونے پائے کہ میں نے داؤد بیک۔“

”ملاقات کی تھی۔!“

”میرا ذمہ..... مرتے مر جاؤں گا لیکن یہ بات کبھی زبان پر نہ آئے گی۔ دل چاہے تو اچلے۔“

اور اس کا بھی ذمہ لیتا ہوں کہ اگر داؤد بیک بد تمیزی سے پیش آیا تو اس کی گردن کاٹ

ہاتھ پر رکھ دوں گا۔!“

اس کے بعد جاوید خاموشی سے رحمت الہی کے ساتھ نکل گیا تھا۔ داؤد بیک سے گھر

ملاقات نہ ہو سکی! معلوم ہوا کہ وہ جھیل والے ڈاک بنگلے میں راتیں بسر کر رہا ہے۔!

”اب کیا کیا جائے.....!“ جاوید نے پوچھا۔!

”وہیں چلتے ہیں.....! دیر کرنا بہتر نہ ہو گا.....!“ رحمت الہی کا جواب تھا۔

کچھ دیر بعد جاوید کی جیب جھیل کی طرف جا رہی تھی۔!

”مجھے بات کرنے دیجئے گا.....!“ رحمت الہی بولا۔

”کیا مطلب.....!“

”خود سے آپ کو کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں..... بات میں ہی چیخڑوں گا۔!“

”جیسی تمہاری مرضی.....!“

داؤد بیک جھیل والے ڈاک بنگلے ہی میں موجود تھا.....! اور اس انداز سے کہ طبلہ ٹھنک

تھا اور ایک پہاڑی لڑکی رقص کر رہی تھی۔ قبوے کی پیالیاں گردش میں تھیں۔!

رقاصہ بارہ آدمیوں سے داد تحمین وصول کر رہی تھی۔! داؤد بیک نے جاوید کو حیرت

دیکھا اور پھر اپنے قریب ہی چلے آنے کا اشارہ کیا.....! بقیہ لوگ بھی اسے گھورنے لگے تھے

چپ چاپ داؤد بیک کے پاس بیٹھ گیا اور رحمت الہی دوسرے تماشائیوں میں بیٹھ گیا۔!

یہ محفل جلد ہی ختم ہو گئی اور اس کمرے میں ان تینوں کے علاوہ اور کوئی نہ رہ گیا۔

قبوے کی تین پیالیاں ان کے آگے رکھی ہوئی تھیں۔

رحمت الہی نے کچھ کہنا چاہا لیکن داؤد بیک ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”پہلے قبوہ پھر باتیں۔!“

قبوے کی پیالی ختم کر کے جاوید نے محسوس کیا جیسے سر اچانک بھاری ہو گیا ہو.....! وہ دونوں

کچھ بول تو رہے تھے، لیکن ان کی گفتگو جاوید کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی.....! آہستہ آہستہ اس کا

ذہن بالکل سو گیا۔!

دوبارہ آنکھ کھلی تو وہ کمرہ نہیں تھا جس میں اس نے قبوہ نوشی کی تھی.....! لحاف اوڑھے بستر

پر پڑا تھا.....! سر گھمایا تو رحمت الہی بھی اسی حال میں نظر آیا۔!

جاوید اٹھ گیا..... اور رحمت الہی کا شانہ ہلا کر آوازیں دینے لگا۔! رحمت الہی نے بھی اٹھ کر

بوکھلاہٹ ظاہر کی تھی۔!

انہوں نے کمرے کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی لیکن وہ تو باہر سے بند کیا گیا تھا.....!

”شانہ ہمارے ساتھ دھوکا ہوا ہے.....!“ رحمت الہی نے بھرائی ہوئی آوازیں کہا۔!

جاوید کچھ نہ بولا.....! اسے اپنا حلق خشک ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا اور زبان تالو سے لگی

جا رہی تھی۔!

وہ سوچ رہا تھا کتنی زبردست حماقت سرزد ہوئی ہے کہ کسی کے علم میں لائے بغیر رحمت الہی

کے ساتھ یہاں چلا آیا وہ صورت زیادہ مناسب ہوتی کہ عمران ہی کے ساتھ آتا۔!

”اب کیا کرو گے.....!“ اس نے رحمت الہی سے پوچھا۔!

”کچھ سمجھ میں نہیں آتا.....!“

جاوید نے اسے گھور کر دیکھا لیکن اس کی آنکھوں میں بیچارگی کے علاوہ کوئی تاثر نہ تھا۔

”یہ بہت بُرا ہوا.....!“ جاوید کی آواز حلق میں پھنسنے لگی۔!

”میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔!“

”کیا وہ اس طرح مجھے پولیس کے حوالے کرے گا۔!“

”جاوید میاں میں بہت شرمندہ ہوں.....!“

”کچھ سوچو.... تمہاری شرمندگی میرے کس کام آسکتی ہے۔!“

اتنے میں باہر سے دروازے کا بولٹ سرکنے کی آواز آئی اور دونوں سنبھل کر بیٹھ گئے۔
داؤد بیک دو مسلح آدمیوں کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا.... اس کے بعد دروازہ پھر بند
کر دیا گیا۔ داؤد بیک کے ہونٹوں پر سفاک سی مسکراہٹ تھی.... اس نے جاوید کی آنکھوں میں
دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اب میں بالکل مطمئن ہوں....!“
”یہ سب کیا ہے....!“ جاوید جھنجھلا کر کھڑا ہو گیا۔

”بیٹھ جاؤ....!“ اس نے سرد لہجے میں کہا۔ ”تم دونوں کی تلاش جاری ہے کوئی بھی نہیں
جانتا کہ تم کہاں ہو۔!“

”مطلب کیا ہے....!“ جاوید نے دلیر بننے کی کوشش کی۔

”جب تک وہ پاگل آدمی ہاتھ نہیں لگ جاتا تم دونوں میرے مہمان رہو گے اگر یہاں۔“

نکلنے کی کوشش کی تو جنگلوں میں بھٹک کر مر جاؤ گے۔“

”میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے.... اپنا سامان چھوڑ کر غائب ہو گیا ہے....!“

”کون ہے.... اور کہاں سے آیا ہے....؟“

”یہ بھی نہیں معلوم....!“

”بہت خوب.... تم اتنے بڑے ولی اللہ ہو کہ یہ معلوم کئے بغیر کسی کو اپنا مہمان بنا لو گے۔“

”اسے مہمان بنا لینے پر خاندان کا کوئی فرد خوش نہیں تھا.... شیخ صاحب مزید کسی جھگڑ

میں نہیں پڑنا چاہتے تھے.... رات ہم سب نے طے کیا تھا کہ اسے تمہارے حوالے کر

جائے۔! شیخ صاحب مجھ سے کہہ رہے تھے کہ میں خود اسے تم تک پہنچا دوں.... لیکن اچانک

کھانے کی میز سے اٹھا اور یہ کہتا ہوا نکل بھاگا کہ اپنا سامان بھی تم لوگوں کو بخشا....!“

”ہوں!“ داؤد بیک کچھ سوچتا ہوا رحمت الہی کی طرف مڑ کر بولا۔ ”تم کیوں خاموش ہو۔!“

”میں نے بھی پاگوں کی طرح نکل بھاگتے دیکھا تھا۔!“

”کیا یہ صحیح ہے کہ وہاں لوگوں کو اس کی موجودگی پسند نہیں تھی....!“

”اس سلسلے میں کیا کہا جائے.... میں نے تو شیخ صاحب کو اس سے ہنس نہ کر اس ط

بھی گفتگو کرتے دیکھا جیسے وہ خاندان ہی کا کوئی فرد ہو۔!“

”رحمت الہی....!“ جاوید آپے سے باہر ہو گیا۔

”مجھے آنکھیں نہ دکھاؤ.... میں نجیب خان صاحب کا پرانا نمک خوار ہوں.... تمہاری
چھت کے نیچے رہتا ہوں.... اور وہ بھی کس طرح کہ میں غریب آدمی ہوں اس لئے تم لوگوں
نے مجھے نوکروں کے ساتھ ڈال دیا تھا....!“

”تم نے خود ہی کہا تھا کہ سروس کوارٹر میں رہو گے۔!“

”میں نے لاکھ کہا تھا تم لوگوں کا کیا فرض ہونا چاہئے تھا.... غریب رشتہ داروں سے کتنا گھٹیا
سلوک کرتے ہو.... تم دولت مند لوگ....!“

جاوید خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا.... اور اب یہ بات اس کی سمجھ میں آئی کہ رحمت الہی
اسے یہاں کسی سازش کے تحت لایا تھا۔!

”ہاں تو تم نے سن لیا....!“ داؤد بیک اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا زہریلی سی مسکراہٹ کے
ساتھ بولا۔

”اب میں اس سلسلے میں کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا....!“ جاوید نے غصیلے لہجے میں کہا۔!

داؤد بیک نے اپنے آدمیوں کی طرف مڑ کر کہا۔ ”ذرا وہ کھڑکی تو کھولنا۔!“

ایک نے بڑھ کر بائیں جانب والی کھڑکی کھول دی۔

”وہ دیکھو....!“ کھڑکی کے باہر....!“ داؤد بیک جاوید سے بولا۔ ”ان پہاڑوں کے پیچھے

دوسرے ملک کی سرحدی چوکی ہے.... تمہاری کمر سے چرس کی پوٹلی باندھ کر گولی باردی جائے

گی اور لاش غیر ملکی چوکی کے قریب پھینک دی جائے گی۔!“

”لگ.... کیوں....؟“ جاوید کے جسم سے ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ چھوٹ پڑا۔

”اگر اس پاگل کی اصلیت سے مجھے آگاہ نہ کیا تو یہی ہو گا۔!“

”مم.... میں کچھ نہیں جانتا....!“

”رحمت الہی....!“

”بیک صاحب....! میرا کیا قصور ہے....!“ رحمت الہی کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔

”تم اسے سمجھاؤ.... رات تک کی مہلت دیتا ہوں....!“

”میں کوشش کروں گا.... جناب....! میں نے خان صاحب مرحوم کا نمک کھایا ہے۔!“

”چلو.....!“ داؤد بیک نے اپنے آدمیوں کی طرف مڑ کر کہا۔

باہر نکلنے کے بعد انہوں نے شائد دروازے کو باہر سے مقفل کر دیا تھا۔

کھڑکی کھلی رہ گئی تھی..... اور جاوید پہاڑوں کو گھورے جا رہا تھا!

کھڑکی کے قریب جا کر سلاخوں کا معائنہ کرتا رہا پھر جاوید کی طرف مڑ کر بولا۔ ”سلاخیہ بہت مضبوطی سے لگائی گئی ہیں۔ نکل جانا آسان نہ ہوگا۔!“

”رحمت الہی میں تمہاری آواز بھی نہیں سنتا چاہتا.....!“ جاوید سرخ ہو کر بولا۔

”جاوید میاں سمجھنے کی کوشش کیجئے.....! اگر میں آپ لوگوں کے خلاف نفرت نہ ظاہر کر تو اس وقت حالات کچھ اور ہوتے..... میں ان لوگوں کی باتیں چھپ چھپ کر سنتا رہا ہوں! لے میں نے چاہا تھا کہ صلح صفائی ہو جائے.....! اور مجھے تو اب دوسرا خدشہ لاحق ہو گیا ہے۔!“

جاوید کچھ نہ بولا.....! خاموشی سے اسے گھورتا رہا..... رحمت الہی نے کچھ دیر خاموش رہا۔ ”مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ لوگ پروین بی بی کو بھی نہ اٹھالائیں۔!“

”کیا مطلب.....!“

”یہ لوگ ضرور سوچیں گے کہ آپ اس آدمی کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تو پروین! جانتی ہوں گی۔!“

”وہ کیسے جانتی ہوں گی.....!“

”میں کہہ چکا ہوں کہ چھپ کر ان لوگوں کی باتیں سنتا رہا ہوں داؤد بیک کے آدمیوں اسے بتایا تھا کہ پروین بی بی اس پاگل کی بہت زیادہ طرف داری کرتی رہی ہیں۔!“

”تم نے بتایا ہوگا..... تم نے.....!“ جاوید آپے سے باہر ہو گیا.....!

”اب آپ کا جودل چاہے سمجھیں.....! لیکن اتنا یاد رکھئے کہ آپ کی جان میری ہی وجہ بچے گی.....! کسی کو بھی نہیں معلوم کہ آپ کہاں ہیں..... رہی میری بات تو میں ایک ایک گھر کی شکل نہیں دیکھتا۔!“

جاوید اسے گھورتا رہا..... اسے یاد آیا کہ پروین نے رحمت الہی کے بارے میں پچھلی اپنی رائے کا اظہار کیا تھا! وہ دوسروں کو بتا سکتی ہے کہ رحمت الہی نے اسی پاگل کے سلسلے میں سے گفتگو کرنے کے لئے اپنے کوارٹر میں بلایا تھا.....!

”ویسے.....! میں آپ کو ایک مشورہ دوں گا!“ رحمت الہی کچھ دیر بعد نرم لہجے میں بولا۔

”فرمائیے.....!“

”اگر آپ اس پاگل کی اصلیت سے واقف ہی ہوں تو بتا کر پیچھا چھڑائیے یا کم از کم اس کا اعتراف کر لیجئے کہ نجیب خان کو گل کدہ میں اسی نے گر لیا تھا۔!“

جاوید فوراً کچھ نہ بولا..... وہ سوچ رہا تھا کہ اسے ان لوگوں کے اس شبے کو تقویت پہنچانی چاہئے کہ پروین عمران کے بارے میں کچھ جانتی ہے.....! اس طرح اگر ان لوگوں نے پروین کو اٹھانے کی کوشش کی تو پکڑے جائیں گے اور پولیس بہ آسانی یہاں تک پہنچ سکے گی۔!

”میں بڑی الجھن میں ہوں رحمت الہی.....!“ دفعتاً اس نے کہا۔

”مجھے بتائیے..... شائد میں آپ کو صحیح مشورہ دے سکوں.....!“

”بلاشبہ عمران ہی نے نجیب خان کے ٹانگ ماری تھی اور پھر میں گل کدہ میں نہیں ٹھہر سکا تھا اس کے بعد ہی یہ خواہش ہوئی تھی کہ وہ ہمارے ساتھ قیام نہ کرے تو بہتر ہے..... اب تمہارے خیال دلانے پر سوچنا پڑا ہے کہ آخر پروین اس کی طرف داری کیوں کرتی رہی تھی۔ پہلے دن جمیل پر بھی وہ اسے مہمان بنانے پر مہم رہی تھی۔!“

رحمت الہی نے طویل سانس لی..... جاوید کو اس کی آنکھوں میں کسی قسم کی تبدیلی بھی نظر آئی تھی جسے وہ کوئی واضح معنی نہ پہناسکا۔!

وہ کچھ دیر خاموش رہ کر بولا۔ ”کیا خیال ہے بیک صاحب کو آپ کے اس خیال سے آگاہ کرنے کی کوشش کی جائے۔!“

”جیسا دل چاہے.....! میری تو عقل ہی خط ہو کر رہ گئی ہے۔!“

رحمت الہی کھڑکی کے قریب پہنچ کر زور زور سے چیخنے لگا۔ ”ارے کوئی یہاں موجود ہے۔!“ فوراً ہی ایک آدمی کھڑکی کے سامنے نظر آیا۔

”ہم بیک صاحب سے ملنا چاہتے ہیں۔!“ رحمت الہی نے اس سے کہا اور وہ سر ہلا کر کھڑکی کے پاس سے ہٹ گیا۔

شائد دس پندرہ منٹ بعد داؤد بیک پھر آیا تھا اس کے ساتھ دونوں مسلح محافظ بدستور موجود تھے۔ رحمت الہی نے جو کچھ جاوید سے سنا تھا اسے بتاتے ہوئے کہا! ”جاوید میاں اگر اس سے زیادہ

جانے ہوتے تو ضرور بتا دیتے.....!“

”کیسے یقین کر لیا جائے.....!“ داؤد بیک غریبا۔

”سوچنے کی بات ہے بیک صاحب! اتنا ہی بتا کر انہوں نے اپنی گردن پھنسا لی ہے اگر یہ پولیس کے سامنے اس کا اعتراف کر لیں کہ ٹانگ اسی نے ماری تھی۔ یعنی ان کے مہمان نے..... پولیس کا کیا رویہ ہو گا!“

داؤد بیک نے کچھ سوچتے رہنے کے بعد کہا۔ ”تم ٹھیک کہہ رہے ہو..... اچھی بات ہے یہ یقین کئے لیتا ہوں.....! لیکن جاوید صاحب یہ پروین وغیرہ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔!“

”دارالحکومت سے..... چچا جان کے کسی دوست کی فیملی ہے۔!“

”خیر..... اچھا..... لیکن تم دونوں کو اس وقت تک نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ وہ آدہ ہاتھ نہ آجائے..... آرام کرو..... تمہیں کسی قسم کی بھی تکلیف نہ ہونے پائے گی۔!“

جاوید اور رحمت الہی خاموش رہے اور داؤد بیک چلا گیا۔

آٹھ بجے رات تک پھر کوئی خاص واقعہ نہ ہوا..... انہیں شام کی چائے ملی تھی اور آٹھ بہت پر تکلف کھانا پیش کیا گیا تھا۔

کھانے کے بعد رحمت الہی کو وہ لوگ کہیں اور لے گئے جاوید تنہا رہ گیا.....! فطرۃ وہ کھلا اور بھاگ دوڑ کا شائق ضرور تھا لیکن لڑائی بھڑائی کے تصور سے بھی اسے وحشت ہوتی تھی۔

نوج کر چالیس منٹ پر کمرے کا دروازہ کھلا اور دو آدمی ہاتھوں میں ریوالور لئے داہوئے..... وہ جاوید کو بھی یہاں سے کہیں اور لے جانا چاہتے تھے۔!

اس نے سوچا کہیں وہ اسے مار کر پہاڑوں کے پیچھے پھینکنے تو نہیں جا رہے۔

”مجھے کہاں جانا ہے.....!“ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”چپ چاپ چلو.....!“ ایک آدمی غریبا..... اور دوسرے نے جاوید کو آگے بڑھانے لئے دھکا دیا۔

وہ باہر نکلے..... ایک نے ٹارچ روشن کر رکھی تھی..... یہ انہیں راستہ دکھا رہا تھا۔

بڑے دشوار گزار راستے پر چل رہے تھے۔ سروں پر کچھ اس قسم کی چٹائیں سایہ کئے ہوئے

کہ آسمان تک نہیں دکھائی دے رہا تھا۔

رفتہ رفتہ راستہ اتنا تنگ ہو گیا تھا کہ وہ جھک کر چلنے پر مجبور ہو گئے اور ایک جگہ تو انہیں ٹکٹوں کے بل چوپایوں کی طرح چلنا پڑا تھا..... اس کے بعد وہ ایک بڑے کشادہ غار میں داخل ہوئے تھے..... جہاں کئی پیٹرو میکس لیمپ روشن تھے.....! جاوید بُری طرح بوکھلا گیا..... کیونکہ پروین سامنے ہی کھڑی نظر آئی تھی اس کا چہرہ زرد تھا اور سارے جسم میں ایسی تھر تھری تھی کہ دور سے بھی دیکھی جاسکتی تھی۔

”یہ کہتی ہے کہ اسے پاگل کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم.....!“ داؤد بیک نے جاوید کو مخاطب کیا۔!

جاوید کچھ نہ بولا.....! وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ لوگ پروین پر ہاتھ ڈال سکیں گے۔ اس نے مڑ کر اس راستے پر نظر ڈالی جس سے گذر کر یہاں تک پہنچا تھا لیکن اتنی روشنی کے باوجود بھی وہ دکھائی نہ دیا۔

داؤد بیک نے رحمت الہی اور ان دونوں کے علاوہ، جو اسے یہاں تک لائے تھے سب کے چہرے پکڑیوں کے گوشوں سے ڈھکے ہوئے تھے صرف آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ شاید یہی لوگ پروین کو اٹھا کر لائے تھے.....! ان کی تعداد چھ تھی۔!

دفعتاً جاوید نے جی کڑا کر کے پروین سے پوچھا..... ”یہ کیسے ہوا.....!“

”م..... میں..... اب کیا ہو گا..... یہ لوگ مجھے کیوں پکڑ لائے ہیں۔!“ پروین خوف زدہ آواز میں بولی۔

”یہ لوگ مجھ سے عمران کے بارے میں پوچھ رہے ہیں.....! میں کیا جانوں وہ کون ہے..... لیکن میں اس مصیبت میں اسی کی وجہ سے پڑی ہوں.....!“

”کیا مطلب.....!“ داؤد بیک گر جا۔!

لیکن پروین اس کی طرف متوجہ ہوئے بغیر کہتی رہی..... ”آج شام کو سات بجے کے قریب وہ گھر آیا تھا..... پہلے تو آپ کی گم شدگی پر تشویش کا اظہار کرتا رہا تھا..... پھر مجھ سے اکیلے میں کہا تھا کہ جاوید تم سے ملنا چاہتا ہے..... پائیں باغ کے مغربی گوشے میں اس وقت بھی موجود ہے..... ظاہر ہے کہ میں مغربی گوشے میں دوڑی گئی ہوں گی..... بس وہاں پہنچی ہی تھی کہ کئی آدمی مجھ پر ٹوٹ پڑے۔!“

”کیا.....!“ داؤد بیک کی دھاڑ پھر سنائی دی اور وہ اُن دونوں کی طرف ہاتھ اٹھا کر چیخا، جو

جاوید کو یہاں لائے تھے۔!

”باہر جاؤ.... راستے کی نگرانی کرو....!“

”ظہر و....! خبردار کوئی اپنی جگہ سے جنبش نہ کرے....!“

ان آدمیوں میں سے ایک نے لکارا جن کے چہرے چپے ہوئے تھے ساتھ ہی اس کے ڈھ
ڈھالے لباس کے نیچے سے ایک ٹائی گن نکل آئی۔

”اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ....!“ اس نے کہا۔ ”ورنہ ایک بھی زندہ نہ دکھائی دے گا۔!“

سب کے ہاتھ بے ساختہ اوپر اٹھ گئے لیکن ایک نے اب بھی ہاتھ نہیں اٹھائے تھے۔

اس کا چہرہ بھی چمپا ہوا تھا۔

دفعتاً اس نے اپنی پگڑی اتار پھینکی!

”اوہ....!“ داؤد بیک چونک پڑا۔

جاوید کو اس کا چہرہ بہت خوف ناک لگا تھا۔

پھولی ہوئی بھدی ناک کے نیچے گھنی مونچھیں بڑی ڈراؤنی معلوم ہوتی تھیں۔

”داؤد بیک....!“ وہ گونجیلی آواز میں بولا۔ ”میں تمہیں صرف یہ بتانے آیا ہوں کہ؟“

خان کا قاتل کون ہے....!“

”میں جانتا ہوں.... تم نے اسے قتل کیا ہے! تم تمہینہ کے کمرے کی نگرانی کر رہے تھے۔“

”بالکل غلط....! اس کا قاتل تمہاری بائیں طرف کھڑا ہے....!“

”کون....! رحمت الہی....!“

”یہ جھوٹ ہے....!“ رحمت الہی چیخا۔!

”کیا تمہیں اس بیوقوف آدمی کی وجہ سے پریشانی نہیں ہوئی تھی۔!“

”مجھے کیوں ہوتی....!“

”حالانکہ تم یہ جاننے کے لئے بے چین تھے اور تم ہی نے اسے نجیب خان کو گراتے

تھا....! پھر تم نے یہ بھی دیکھا کہ وہ نجیب خان کے پیچھے لگ گیا ہے....! اب تم داؤد بیک

کہ تم نے کس ڈر سے نجیب خان کو مار ڈالا۔!“

”بکواس بند کر....!“ کہتا ہوا رحمت الہی اس پر جھپٹ پڑا....! اوہر ٹائی گن وا۔

دوسروں کو آگاہ کر دیا کہ کسی نے بھی رحمت الہی کا ساتھ دینے کی کوشش کی تو ختم کر دیا جائے گا۔!

پہلے تو ایسا لگا جیسے رحمت الہی اس پر چھا گیا ہو....! پھر اچھل کر دور جا پڑا....! اٹھا اور پھر

چھپا....! اس بار بھدی ناک والے کا گھونسا اس کے پیٹ پر پڑا تھا....! وہ پیٹ پکڑے ہوئے دوہرا

ہو گیا۔ اس کے بعد پشت پر پڑنے والے دوہتر نے زمین بوس ہی کر دیا تھا....! اس نے اس کا

گریبان پکڑ کر اس طرح دھکا دیا کہ وہ داؤد بیک ہی کے قریب جا ٹھہرا....! لیکن اسی دوران میں

اس کی پھولی ہوئی ناک مونچھوں سمیت چہرے سے الگ ہو کر نیچے گر گئی۔

”ارے جاوید....!“ پروین بے ساختہ چیخی....! ”عمران....!“

”ہوں.... تو اب بتاؤ.... رحمت الہی.... تمہارے ذاتی بزنس میں کون کون شریک

ہے۔!“ عمران نے زہر لیلے لہجے میں پوچھا۔

”ذاتی بزنس.... کیا مطلب....!“ داؤد بیک رحمت الہی کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔

”مجھے یقین ہے کہ تم لوگوں کو اس کے ذاتی بزنس کا علم نہ ہو گا۔!“ عمران بولا۔ ”ورنہ یہ

نجیب خان کو کیوں مار ڈالتا....!“

”میں.... کک.... کہتا ہوں.... یہ جھوٹ ہے....!“ رحمت الہی ہانپتا ہوا بولا۔

”اگر یہ جھوٹ ہے تو تم سب کے سب سرحد پار کے جاسوس ہو۔!“

”خاموش....!“ رحمت الہی حلق کے بل چیخ کر پھر عمران کی طرف چھپا۔

اس بار عمران کی لات اس کے پیٹ پر پڑی تھی۔ وہ چاروں خانے چت گرا اور پھر پڑا ہی رہ گیا۔

”یہ سب کیا ہے.... آخر....!“ داؤد بیک کی آواز کانپ رہی تھی۔

”یہ سرحد پار کا جاسوس ہے.... تمہارے آدمیوں کے ساتھ بظاہر اسمگلنگ کرتا ہے....

لیکن حقیقتاً ہم دستاویزات کی نقلیں اور اہم فوجی راز سرحد پار پہنچاتا تھا۔!“

”خداوند....!“

”پچھلے دنوں اس کی ایک مائیکرو فلم کھو گئی تھی، جس میں فوجی نوعیت کے نقشوں کے عکس

محفوظ تھے....! ظاہر ہے کہ جہاں رہتا ہے وہیں کھوئی ہوگی....! لہذا اس نے مجھے شبہ کی نظر سے

دیکھا تھا اور میرے پیچھے لگ گیا تھا۔ نجیب کا ملازم تھا۔ اس لئے خدشہ ہوا کہ کہیں نجیب اور اس کا

پول نہ کھل جائے....! لہذا اس نے اُسے ختم کر دیا اور مجھ پر ہاتھ ڈالنے کی تدبیریں سوچتا رہا۔!“

”رحمت الہی نے انہیں باور کرایا تھا کہ آپ عمران کے بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور جانتی ہوں گی کیونکہ آپ اس کی طرف داری کرتی رہی تھیں۔ اس دن ہم لوگوں کے ساتھ رحمت الہی بھی تھا۔ جب جھیل پر عمران سے ملاقات ہوئی تھی۔“

”میں نے پوچھا تھا کہ مجھے وہاں پہنچوانے کی کیا ضرورت تھی۔“

عمران کو یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ میں داؤد بیک کی قید میں ہوں لیکن کہاں قید ہوں اس کا سراغ نہیں لگا سکا تھا۔ دراصل وہ حضرت داؤد بیک اور نجیب خان کے آدمیوں کے پیچھے لگ گئے تھے انہی کی زبانی معلوم ہوا تھا کہ داؤد بیک تمہاری فکر میں بھی ہے چھ آدمی تمہارے بنگلے کے آس پاس موجود رہتے تھے کہ جیسے ہی موقع ملے تمہیں لے اڑیں۔۔۔۔۔ عمران نے ان میں سے دو آدمیوں کو پکڑ لیا اور ان کی جگہ اپنے ایک ساتھی سمیت خود لے لی۔ اس طرح وہ ٹھیک اسی جگہ پہنچے میں کامیاب ہو گئے جہاں میں تھا۔“

”کیا وہ پھر کبھی واپس آئے گا؟“ پروین نے ٹھنڈی سانس لے کر پوچھا۔

”پتہ نہیں۔۔۔۔۔!“

”اس کا پتہ تو آپ نے لے ہی لیا ہو گا۔“

”وہ اس پر تیار نہیں ہوا۔۔۔۔۔ میں نے بہت کوشش کی تھی۔“

”اور وہ مچھلیوں والا فن۔۔۔۔۔!“

”اس کے بارے میں بھی کوئی ڈھنگ کی بات نہیں کی۔۔۔۔۔!“

”ایسا حیرت انگیز آدمی آج تک میری نظر سے نہیں گذرا۔ میں شائد اسے کبھی نہ بھلا سکوں۔“



صنذر صاحب فراش تھا۔۔۔۔۔ گڑھے میں چھلاگ لگاتے وقت اس کا ٹخنہ اتر گیا تھا۔۔۔۔۔ کسی نہ کسی طرح وہ ہوٹل پہنچا تھا اور تویر وغیرہ اسے نکال لائے تھے۔

شہر پہنچ کر اسے ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔۔۔۔۔ عمران اور سیکرٹ سروس کے تین ممبروں کی داپہی ابھی تک نہیں ہوئی تھی۔! تنویر عمران کی شان میں قصیدے پڑھتا رہتا۔۔۔۔۔ دن میں ہسپتال کے کئی چکر لگاتا۔۔۔۔۔ صنذر سے زیادہ اسے تہمینہ کی خیریت نیک مطلوب تھی کیونکہ وہ صنذر کے ساتھ ہسپتال ہی میں مقیم تھی۔!

”آپ کوئی بھی ہوں جناب عالی۔۔۔۔۔!“ داؤد بیک نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔! ”میں آ کر یقین دلاتا ہوں کہ میرا نجیب کا وطن فروشی بزنس نہیں تھا۔۔۔۔۔ چور اور اچکے بھی اپنی ماں عصمت کی حفاظت کرتے ہیں! ہم صرف اسمگلر ہیں اور اس کے لئے سزا بھگتے کے لئے تیار ہیں بے شک ہمارے ہاتھوں میں ہتھ کڑیاں ڈالنے اور لے چلنے میں تو آپ کو نجیب کا قاتل سمجھ گھبرنے کی کوشش کر رہا تھا۔“

عمران نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے ٹائی گن لیتے ہوئے کہا! ”رحمت الہی کے ہتھ کڑ لگا دو۔!“

پروین اس کے قریب کھسک آئی تھی اس کا بازو چھو کر ہنستی ہوئی بولی! ”مجھے اس ط پریشان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔!“

”اگر ایسا نہ کرتا تو یہاں تک نہ پہنچ سکتا۔۔۔۔۔! اطمینان سے بتاؤں گا۔!“

”آپ آخر ہیں کیا چیز۔۔۔۔۔ مچھلیاں پکڑتے پکڑتے جاسوس پکڑنے لگے۔!“

”غیر ملکی جاسوسوں کو پکڑنا اور انہیں قتل کر کھانا ہی میری ہابی ہے۔ مچھلیوں سے تو! کرتا ہوں۔!“

”میرے لئے کیا حکم ہے جناب۔۔۔۔۔!“ داؤد بیک نے بڑے ادب سے پوچھا۔!

”بیش کرو۔۔۔۔۔ تم سرحدی پولیس اور کسٹمز کا مسئلہ ہو۔!“



دوسری صبح ناشتے کی میز پر عمران نہیں تھا۔۔۔۔۔ جب دوسرے لوگ اٹھ گئے تو جاو:

پروین سے پوچھا ”آپ نے کسی سے اس کا ذکر تو نہیں کیا۔!“

”جی نہیں۔۔۔۔۔! عمران صاحب نے منع کر دیا تھا تو کیسے ذکر کرتی۔۔۔۔۔ میں نے سب۔“

کہا ہے کہ میں نے اور عمران نے جاوید صاحب کو ڈھونڈھ نکالا۔!“

”اور یہ لوگ مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ کہاں سے ڈھونڈھ نکالا۔!“

”کیا بتایا آپ نے۔۔۔۔۔!“

”چچا جان سے خفا ہو کر ایک دوست کے گھر میں پناہ گزین ہوا تھا۔!“

”آخر مجھے کیوں گھینا گیا تھا اس معاملے میں۔!“ پروین نے پوچھا۔

”اپنے باس کی واپسی تک اس جھگڑے کو ملتوی رکھو تو بہتر ہے۔!“

”میں کب تک بیہودہ باتیں سنتا ہوں.....!“ جوزف جھلائے ہوئے انداز میں صفدر کی طرف مڑا..... ”وہ باس نہیں میرا باپ ہے..... یتیم ہونے سے پہلے میں مسٹر تنویر کو مار ڈالوں گا.....!“

”خدا ہوتی ہے!“ تنویر اٹھ کھڑا ہوا..... غصے سے پاگل ہوا جا رہا تھا۔ ایک لڑکی کی موجودگی میں وہ روسیہ اس کی توہین کئے چلا جا رہا تھا۔

ٹھیک اسی وقت اس روسیہ کے باپ نے کمرے میں قدم رکھا اور ان کی طرف توجہ دیئے بغیر تہینہ سے بولا۔

”تمہیں یہاں تکلیف ہو رہی ہوگی۔ میرے ساتھ چلو۔“

جوزف کی ہانچیں کھل گئیں اور اُس نے فاتحانہ نظروں سے تنویر کی طرف دیکھا۔

”آپ کیوں لے جائیں گے انہیں!“ تنویر نے اوپری ہونٹ بھیج کر سوال کیا۔

”اچھا تو پھر آپ ہی لے جائیے!“ عمران نے بڑے ادب سے کہا۔ ”ہسپتال میں تندرستوں کا کیا کام.....!“

عالمی تنویر کے لئے یہ مشورہ غیر متوقع تھا اس لئے گڑبڑا کر بولا۔ ”صفدر اس حال کو تمہاری وجہ سے پہنچا ہے!“

”ہو سکتا ہے.....!“ عمران نے معصومانہ انداز میں کہا ”لیکن اگر آپ عیادت کے لئے آتے رہے تو گورکنوں کا بھی بھلا ہو جائے گا۔“

دفعۃً صفدر جھنجھلا کر بولا۔ ”تنویر اب تم جاسکتے ہو!“

ساتھ ہی جوزف نے بھی تنویر کو کچھ اس طرح گھورا جیسے اگر وہ اب بھی نہ گیا تو گردن میں ہاتھ دے کر باہر کر دے گا!

”اچھا..... اچھا..... تم سب جہنم میں جاؤ۔“ تنویر نے کہا اور تیزی سے نکلا چلا گیا۔!

پھر صفدر نے تہینہ کو مخاطب کر کے کہا۔ ”تم شاپنگ کے لئے جانا چاہتی تھیں جوزف

اس وقت بھی تنویر صفدر کی مسہری کے قریب کرسی ڈالے بیٹھا تہینہ کو بڑے غور دیکھے جا رہا تھا، جو اس کی طرف پشت کئے صفدر کے لئے مالٹوں کا رس نکال رہی تھی۔

”میرا خیال ہے کہ اس بار عمران کی لاش ہی واپس آئے گی.....!“ تنویر نے صفدر سے ”کیا فضول باتیں کرتے ہو.....!“ صفدر زیر اسامہ بنا کر بولا۔

”اسی کی بدولت اس حال کو پہنچے ہو.....!“

”مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے..... اپنے فرائض کی انجام دہی کے دوران میں چوٹ ہے اس لئے اس کا ذکر بھی سننا پسند نہیں کرتا۔!“

”میں استعفیٰ دینے کی سوچ رہا ہوں۔!“

”تمہارا اپنا معاملہ ہے.....!“

”میں اسے برداشت نہیں کر سکتا کہ ایک غیر متعلق آدمی ہم پر اس طرح مسلما جائے کہ ہم اس کے ہاتھوں کھلونا بن کر رہ جائیں۔!“

”جب چیف اُس سے کوئی کام لے رہا ہو تو ہم اسے غیر متعلق نہیں کہہ سکتے۔!“

دفعۃً جوزف کمرے میں داخل ہوا..... اس نے صفدر کی خیریت دریافت کی اور کے متعلق پوچھا۔

”ابھی تک واپسی نہیں ہوئی۔!“ صفدر نے جواب دیا۔!

”ایک خوب صورت سا تابوت بنوا رکھو اپنے باس کے لئے۔!“ تنویر بولا۔

”دیکھو مسٹر.....!“ جوزف غرایا۔ ”زبان قابو میں رکھو ورنہ کہیں تمہارا

تابوت نہ بنوانا پڑے۔“

”شٹ اپ.....!“

”اچھی بات ہے..... تم باہر نکلو.....! میں پھانک پر تمہارا منتظر رہوں گا!“

ہو اور وازے کی طرف مڑا ہی تھا کہ صفدر اس سے بولا! ”ٹھہرو.....!“

”کیا بات ہے..... مسٹر!“ جوزف نے رک کر اس کی طرف مڑے بغیر پوچھا

تھے۔!

کے ساتھ چلی جاؤ۔۔۔۔۔!

عمران نے جوزف کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر مردنی چھا گئی تھی۔ وہ شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا ”ہاں۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے۔!“

ان دونوں کے چلے جانے کے بعد صفدر نے طویل سانس لی اور عمران سے بولا ”اب فرمائیے۔۔۔۔۔!“

”کھیل ختم ہو گیا! شیخ صاحب کا ایک رشتہ دار رحمت الہی ان اسمگلرز کو دھوکے میں رکھ کر جاسوسی کرتا رہا تھا۔!“

اس نے تفصیل سے یہ کہانی صفدر کو سناتے ہوئے کہا۔ ”میں نے جو طریق کار اختیار تھا اس کے بغیر کام تو چل جاتا لیکن دیر بہت لگتی! اس طرح سارے متعلقہ لوگ فوری طور ہماری طرف متوجہ ہو گئے تھے لیکن جب تک نجیب خان نہیں مارا گیا میں یہی سمجھتا رہا تھا پورا اگر وہ جاسوسی میں ملوث ہے۔ اس کے بعد کے مشاہدات کی بنا پر رحمت الہی توجہ کا مرکز بن گیا۔۔۔۔۔ وہ سارے لوگ بھی گرفت میں آ گئے ہیں جو رحمت الہی کے لئے معلومات فرماتے تھے۔“

”سوال تو یہ ہے کہ جب وہ لوگ اس علاقے کے بااثر افراد میں سے تھے تو پھر ہم لوگ کی موجودگی کی بناء پر بوکھلا کیوں گئے تھے۔۔۔۔۔ نجیب خان ہی کی مثال لے لیجئے!۔۔۔۔۔ وہاں حکام کی آنکھوں کا تار تھا۔۔۔۔۔ بھلا اسے کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔“ صفدر نے پوچھا۔

”مقامی حکام اس کی مٹھی میں تھے۔۔۔۔۔ لیکن کسٹمز کی انٹیلی جنس کا دھڑ کا تو اکاڑا تھا۔۔۔۔۔ لہذا اپنے جھگڑوں میں کسی اجنبی کے سامنے سے بھی بھڑکتا تھا۔ خیر اب تم مجھے تم پر کیا گذری تھی۔۔۔۔۔!“

”گڑھے سے تو کسی نہ کسی طرح باہر آ گیا تھا!“ صفدر نے طویل سانس لے کر کہا۔ زمین پر داہنا پیر نہیں رکھا جاتا تھا۔۔۔۔۔ ایک چرواہے نے پیاس روپیوں کے عوض اپنے تنویر کے ہوٹل تک پہنچایا تھا۔ بہر حال کسی نہ کسی طرح ہم چاروں وہاں سے نکل

”لڑکی کا کیا ہو گا۔۔۔۔۔!“ عمران نے پوچھا۔

”گھر جانے پر آمادہ نہیں ہے۔۔۔۔۔؟“

”تو پھر۔۔۔۔۔!“

”کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے لئے کیا کروں۔۔۔۔۔!“

”میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ یہ احمقانہ کھیل کب تک جاری رہے گا۔۔۔۔۔!“

”کون سا کھیل۔۔۔۔۔؟“

”یہی شاعرانہ کھیل جس نے لڑکی کی یہ درگت بنائی ہے۔۔۔۔۔!“

”کچھ آپ ہی کیجئے اس سلسلے میں۔۔۔۔۔!“

”سارے شاعر میری جان کو آجائیں گے۔۔۔۔۔ ابھی حال ہی میں ایک بڑے میاں نے

اپنے ذیڑھ درجن عشق تحریر فرمائے ہیں اور ان پر بچوں کی طرح قلعاریاں مارتے رہتے ہیں!“

”تو پھر انہی کے لئے کچھ کر گزریئے۔۔۔۔۔!“

”بس انہیں صرف یہ لکھ بھیجنا چاہتا ہوں کہ آپ کے والد صاحب آپ کو جو کچھ بنانا

چاہتے تھے آپ بالکل وہی نکلے۔۔۔۔۔ کسی بھی عشق کا تجزیہ کرنے پر آپ کا فعال ہونا بہت کم

ثابت ہوتا ہے۔ زیادہ تر مفعولیت ہی طاری نظر آتی ہے۔“

”خیر چھوڑیئے۔۔۔۔۔ مجھے مشورہ دیجئے کہ تمہینہ کے لئے کیا کیا جائے۔!“

”میں کیا مشورہ دے سکتا ہوں۔۔۔۔۔ اس کے احوال سے واقف ہو جانے کے بعد کوئی

شادی کرنا بھی پسند نہ کرے گا! یہ کوئی داغی سیب تو ہے نہیں کہ داغ نکال کر کھالیا

جائے۔۔۔۔۔! داغ داغی ہے جس کا کوئی مصرف نہیں! یا پھر یہ کہ داغ پر داغ لگاتے چلے

جاؤ۔۔۔۔۔!“

”میں اس کے لئے دکھی ہوں!“

”کیوں؟ کیا بات ہے؟“ صفدر نے تہینہ کو مخاطب کیا!

”عمران صاحب نے اسے بہت مارا ہے....!“

”کیوں؟ کیا ہوا تھا....!“

”وہ مجھے ساحل پر لے گیا تھا! حالانکہ اس سے بار بار کہہ رہی تھی کہ بازار کے علاوہ اور کہیں نہ جاؤں گی۔ تھوڑی سی شاپنگ کرنی ہے! لیکن اس نے گاڑی نہ روکی.... سیدھا ساحل کی طرف نکلا چلا گیا! میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں.... لیکن ساحل پر پہنچ کر اس نے گاڑی روکی ہی تھی کہ عمران صاحب پہنچ گئے! پھر جو انہوں نے اسے گاڑی سے نیچے کھینچ کر مارنا شروع کیا ہے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ان کے سر پر خون سوار ہو.... بالآخر وہ بے ہوش ہو گیا! سارا چہرہ لہو لہان ہو گیا تھا....!“

”پھر کیا ہوا.... وہ کہاں ہے....!“

”جوزف سے بولے تم مسی کو صفدر صاحب کے پاس لے جاؤ.... میں تو یہ کہہ کر ایلے گھٹیا ہسپتال میں داخل کراؤں گا.... جہاں ایک بھی فیملی نرس نہ ہو....! پھر انہوں نے اسے گاڑی میں ڈالا تھا.... اور وہاں سے چل دیئے تھے....!“

”میں ایک بار پھر تم سے شرمندہ ہوں!“ صفدر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

تہینہ کچھ نہ بولی۔ اس کا چہرہ سستا ہوا تھا.... اور آنکھیں ویران ویران سی لگ رہی تھیں۔

”میں صرف اپنے لئے دکھی ہوں!“

”آپ کو کیا دکھ ہے۔!“ صفدر نے حیرت سے کہا۔

”یہی کہ پیدا ہونے سے انکار کیوں نہیں کر دیا تھا....!“

”واقعی بڑی مایوسانہ باتیں کر رہے ہیں.... کیا بات ہے!“

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ جوزف کمرے میں داخل ہوا.... غصے سے آنکھیں سر

ہور ہی تھیں....!

”کیا بات ہے؟“ عمران نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا!

”وہ اسے لے گیا....!“

”کون لے گیا....!“

”تو یہ....! اس سے کہنے لگا کہ اگر تم اس کالے آدمی کے ساتھ گئیں تو تماشہ بن

گی! باس میں تمہاری عزت کو ڈرتا ہوں اسی لئے سڑک پر جھگڑا کر نامناسب نہیں سمجھا۔!“

”کیا اپنی جیب لایا تھا....!“

”ہاں باس....!“

”اچھی بات ہے....! آؤ.... میرے ساتھ!“

وہ دونوں چلے گئے اور صفدر بستر پر پڑا تو یہ کے خلاف کھولتا رہا.... تو یہ عورتوں

معاملے میں اچھا آدمی نہیں تھا!

کچھ دیر بعد نعمانی صدیقی اور چوہان بھی اس کی عیادت کو آئے.... صفدر ان سے

کرتار ہا لیکن ذہن تہینہ ہی کی طرف تھا۔

وہ دیر تک نہیں بیٹھے تھے۔

ان کے جاتے ہی تہینہ آئی۔ بہت زیادہ پریشان نظر آ رہی تھی۔ جوزف اس کے

تھا....!

اسے پہنچا کر وہ چلا گیا....؟

عمران سیریز نمبر 61

پیشرس

عمران سیریز کا اکسٹھواں ناول ملاحظہ فرمائیے۔ اسے بھی آپ دوسری کہانیوں کے انداز سے بالکل الگ تھلگ پائیں گے، عمران کے سلسلے میں عرصہ سے آپ فرمائش کرتے رہے ہیں کہ کوئی طویل اور مسلسل کہانی پیش کی جائے لہذا اس طویل کہانی کی پہلی کڑی حاضر ہے۔ ریٹا ولیمز کی حد تک اسے آپ ایک مکمل کہانی پائیں گے۔

پچھلے ناول ”زرد فتنہ“ کے پیشرس پر تبصرے کی شکل میں کچھ خطوط موصول ہوئے ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ میں ”مصلح“ یا ”مبلغ“ بننے کی کوشش نہ کروں بس سیدھی سادی دلچسپ کہانیاں لکھتا رہوں۔ اصلاح اور تبلیغ کرنے والے بہترے ہیں جن کی کوئی بھی نہیں سنتا۔ میں بے چارہ جاسوسی ناول نویس کتنے ”صالحین“ پیدا کر سکوں گا۔

بزدل سورما

(پہلا حصہ)

زیر نظر کہانی کا موضوع صیہونیت ہی ہے۔ جس کی وضاحت آپ کو آئندہ کہانی میں ملے گی۔

ورنہ میں بے چارہ ایک جاسوسی ناول نویس... لاجول ولاقوۃ! ویسے کہنے کو تو میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ جاسوسی ادب خالص فلاجی ادب ہے کیونکہ جتنی دیر آپ اس ”تفریح“ میں مشغول رہتے ہیں بغض و حسد، کینہ اور نفرت وغیرہ آپ کے پاس پھٹکنے بھی نہیں پاتے۔ آپ کا ذہن قانون کی محافظت کرنے والے ہیروز کے قدم بہ قدم رواں دواں رہتا ہے....!

ابن صفحہ

۱۰ اکتوبر ۱۹۷۱ء

بجا ارشاد! لیکن متذکرہ پیشرس میں نہ ”اصلاح“ تھی اور نہ ”تبلیغ“ صرف کہانی کے مقصد پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ میں بے چارہ ابھی خود ”اصلاح طلب“ ہوں کسی دوسرے کی اصلاح کیا کر سکوں گا!

ان کہانیوں کا بنیادی مقصد تھکے ہوئے ذہنوں کے لئے تفریح مہیا کرنا ہے۔ لہذا جہاں بھی ”اصلاح“ کا گمان گزرے لاجول پڑھ کر آگے بڑھ جائیے۔

آپ اچھے ہوں یا بُرے جس گھر میں آپ بیٹھے ہیں اس کے درودیوار کی حفاظت آپ پر واجب و لازم ہے جس طرح بھی ممکن ہو اس کی حفاظت کیجئے۔ آنکھیں کھلی رکھئے کہ کہیں آپ نادانستگی ہی میں تو اس گھر کی تباہی کا باعث نہیں بن رہے۔ صوبائی عصبیت، فرقہ وارانہ منافرت اور دشمنوں کے فراڈ سے بچنے کا سلیقہ تو آپ میں ہونا ہی چاہئے۔ وطن عزیز کے مشرقی حصے میں ابھی جو کچھ ہو چکا ہے اس کا اعادہ اور کہیں نہ ہونے پائے۔ یقین کیجئے اگر ہم چوکس رہیں تو بیرونی دشمنوں کے سارے حربے کند ہو کر رہ جائیں گے!

اس وقت ساری دنیا کو صیہونیت اور ”بنیازم“ سے جو خطرات لاحق ہیں اب ڈھکے چھپے نہیں رہے ان کے خلاف ایک طاقتور ذہنی محاذ کی ضرورت ہے!

اُوہ... آپ نے پھر منہ بنایا! بھائی یہ لکچر نہیں ہے....

”محض طوطے کے کہنے میں آکر..... اس حسینہ کی تلاش میں!“
 ”طوطا تو ایک خوب صورت پرندہ ہے..... بہترے لوگ گدھوں کے کہنے میں آکر پتا نہیں
 کیا کچھ کر گزرتے ہیں۔!“

”تو کیا بولنے والے گدھے بھی ہوتے ہیں۔!“

”بولنے ہی والے گدھے ہوتے ہیں۔!“

”بہت دیر سے آوازیں سن رہا ہوں.....!“ ظفر بول پڑا اور دونوں یک لخت خاموش
 ہو گئے۔ جیمن اپنی جھاڑ جھکا ڈاڑھی میں انگلیوں سے خلال کرنے لگا اور جوزف سختی سے ہونٹ
 پیچھے ہوئے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

وہ دونوں کچھلی سیٹ پر تھے اور ظفر الملک گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔

پتہ نہیں جوزف کو کیا سوچھی کہ اس نے باس کی تعریفیں شروع کر دیں..... اور ظفر بائیں
 آنکھ دبا کر مسکرانے لگا..... اچھی طرح جانتا تھا کہ جواباً اس کا ملازم اس کی تعریف ہر گز نہیں
 کرے گا۔ لیکن خلاف توقع اس نے جیمن کی آواز سنی۔!

”میرا باس بھی کسی زمانے میں بہت اچھا آدمی تھا۔!“

”اوہ..... نہیں.....!“ جوزف جلدی سے بولا۔ ”مسٹر ظفر اب بھی اچھے آدمی ہیں۔!“

”تمہارے نزدیک اچھائی کا کیا معیار ہے.....!“ جیمن نے سخت لہجے میں کہا۔

”معیار..... یہ تو بڑا مشکل سوال کر دیا تم نے.....!“

”بہر حال میں تمہیں بتانا ہوں..... تمہارے باس کی صحبت نصیب ہونے سے پہلے میرا
 باس ایک زندہ آدمی تھا۔!“

”اب بھی زندہ ہے.....!“ جوزف نے احمقانہ انداز میں دانت نکال دیئے۔

”غلط..... اب یہ کسی لڑکی کو دیکھ کر سیٹی نہیں بجاتے۔!“

”یہ تو بڑی اچھی بات ہے مسٹر جیمن.....!“

”افریقہ میں اچھی بات ہوگی..... غالب اور مومن کے برصغیر میں نہیں.....!“

”یہ کون لوگ ہیں.....؟“

”عاشق..... انہوں نے زندگی بھر عشق کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا۔!“



جوزف کا خیال تھا کہ شرابی نہ ہونے کے باوجود بھی جیمن ایک اچھا آدمی ہے.....! انگری
 زبان کے توسط سے دونوں ایک دوسرے کو بخوبی سمجھ سکتے تھے اور دراصل یہی چیز ان دونوں
 یکجائی کا سبب بنی تھی۔

جیمن کو کلاسیکس کا خط تھا..... اور جوزف اپنے قبیلے، اپنے ملک اور اپنے براعظم سے متا
 ڈ جینگیں مارنے کا رسیا ٹھہرا..... وہ ان کے بارے میں طرح طرح کی بکواس کرتا اور جیمن
 دلجمعی سے سنتا رہتا..... کبھی کسی بات کا منطقی جواز نہ طلب کرتا..... خرافات پر اس طرح سر
 جیسے پہلے ہی سے ان پر تحقیق و تصدیق کر رکھی ہو۔!

دونوں اکثر ساتھ دیکھے جاتے..... آج ظفر الملک نے شہر سے نکل جانے کا پروگرام
 تھا..... جیمن نے جوزف کو بھی مدعو کر دیا اور پھر وہ تینوں پکنک کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔
 ظفر کو اس کی پرواہ نہیں تھی کہ ساتھی کون ہیں وہ تو اپنی کھال میں مست رہنے والوں
 سے تھا..... راستے بھر دونوں کی بکواس غیر متعلقانہ انداز میں سنتا رہا..... اور ان دونوں میں
 بھی کسی نے اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

اس وقت جیمن نے فسانہ عجائب کا ذکر چھیڑ رکھا تھا اور جوزف محویت کے عالم میں
 دانت نکال دیتا اور کبھی سر ہلانے لگتا۔!

جیمن کہہ رہا تھا ”جان عالم کا طوطانہ صرف آدمیوں کی طرح بولتا تھا بلکہ حسن کا نٹہ
 تھا۔ ایک ملک کی شہزادی کے حسن کی ایسی تعریف کی کہ جان عالم جان سے عاشق ہوا اور
 پاٹھ چھوڑ کر نکل کھڑا ہوا..... اس حسینہ کی تلاش میں۔!“

”اچھا..... میں سمجھا.....! ہاں میرا اس عشق جیسی فضولیات میں نہیں پڑتا۔!“
 ”اسی لئے میں اسے اچھا آدمی نہیں سمجھتا..... میری تقی میر کے والد ان سے کہا کرتے تھے:
 عشق کرو..... عشق جلاتا ہے اور عاشق جلتا ہے۔!“

”یہ دونوں کون تھے.....!“

”دونوں ہی عاشق تھے۔!“

”باپ بیٹا دونوں.....!“ جوزف نے حیرت سے پوچھا۔

”اس میں حیرت کی کیا بات ہے..... اچھا میں سمجھا..... نہیں دونوں کسی ایک پر عاشق نہ

تھے الگ..... الگ.....!“

”اچھا..... اچھا.....!“

”ہاں..... تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ میرا اس ایک اچھا آدمی تھا..... لڑکیاں اسے بہت!

کرتی تھیں۔!“

”اب بھی کرتی ہوں گی۔!“

”لڑکیاں مردوں کو پسند کرتی ہیں مردوں کو نہیں.....!“

”اب خاموش بھی رہو..... لڑکیوں کے بچے.....!“ ظفر نے اونچی آواز میں کہا۔

”ٹیکنیج پلیر.....!“ جیمسن نے اسامہ بنا کر بولا۔ ”آزادی رائے کا گلانا گھونٹے یورہائی نہ

”اچھا کئے جاؤ کواس.....!“

”ہاں تو مسٹر جوزف..... مجھے ذاتی طور پر لڑکیوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔!“ جیمسن

جوزف کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”پھر اپنے پاس میں یہ بُرائی کیوں دیکھنا چاہتے ہو۔!“

”اگر مجھے کسی چیز سے دلچسپی نہ ہو تو وہ بُری کیونکر ہو سکتی ہے۔!“

”اچھا یہی بتاؤ کہ تمہیں کیوں دلچسپی نہیں۔!“

”انہیں مجھ سے کوئی دلچسپی نہیں اسی لئے مجھے بھی نہیں ہے۔!“

”کل ہی ایک لڑکی اسے پیچھے کہتی ہوئی قریب سے گذر گئی تھی.....!“ ظفر بولا۔

”یورہائی نس اس نے محض آپ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے مجھے مار گٹ بنایا تھا

”تم نے اسی وقت یہ بات کیوں نہیں بتائی۔!“

”میں درمیانی آدمی بننا پسند نہیں کرتا۔!“

”ہاں تو مسٹر جیمسن وہ طوطے والا قصہ.....!“ جوزف نے موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

”قصہ جان عالم کا ہے..... مرکزی کردار طوطا نہیں ہے۔!“

”خیر..... خیر..... پھر کیا ہوا تھا.....!“

”وہ شہزادی جان عالم کو مل گئی تھی۔!“

”لیکن طوطے کا کیا ہوا.....؟“

”کچھ بھی نہیں..... وہ بیچارہ پھر پتھرے کی نذر ہو گیا تھا..... آدمی ہوتا تو کم از کم اپنا کمیشن

فی وصول کر لیتا۔!“

جوزف نے دانت نکال دیئے اور بوتل سے کاک نکالنے لگا..... دو تین گھونٹ لے کر جیمسن

سے بولا۔ ”میرا اس بہت وضع دار آدمی ہے کہ مجھ جیسے ناکارہ لوگوں کو پال رہا ہے۔!“

جیمسن آنکھیں بند کر کے کچھ سوچنے لگا تھا..... اس ریمارک پر خاموش ہی رہا۔

کار تیزی سے مسافت طے کر رہی تھی لیکن ان دونوں کو معلوم نہیں تھا کہ جانا کہاں ہے۔

وہ سورج طلوع ہونے سے قبل روانہ ہوئے تھے اور اب اچھی خاصی دھوپ پھیل گئی

تھی..... نومبر کے اواخر کا سورج اپنی قہرمانی کھو چکا تھا..... اس لئے یہ سفر ناخوش گوار بھی نہیں

معلوم ہو رہا تھا۔!

”ہم جا کہاں رہے ہیں یورہائی نس.....!“ دفعتاً جیمسن نے سوال کیا۔

”اپنے ہی ملک میں بنا ہوا جاپانی کپڑا خریدنے.....!“

”میں نہیں سمجھا.....!“

”وہیں پہنچ کر سمجھ لینا..... بس دو ڈھائی میل اور چلنا پڑے گا۔!“

”لیکن آپ تو ٹیکس پر تشریف لائے تھے۔!“

”نہرا آدمی سمجھ کر معاف کر دو.....!“ ظفر نے کہا اور گاڑی کے بریک چڑھائے اس نے

گاڑی یلغنت روک دی تھی، کیونکہ سامنے ایک لڑکی ہاتھ اٹھائے کھڑی نظر آئی۔ بائیں جانب

بڑک کے کنارے ایک گاڑی بھی کھڑی ہوئی تھی۔!

جیمسن نے لڑکی کو سانسٹی نظروں سے دیکھا کیونکہ وہ اسی کے قبیلے کی معلوم ہوتی تھی۔
بال بے ترتیبی سے پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے اور وہ جین اور جیکٹ میں لمبوس تھی۔ رنگ
کی بناء پر کسی مغربی ملک کی معلوم ہوتی تھی۔

”کیا بات ہے....؟“ ظفر نے گاڑی سے اتر کر پوچھا۔

”ہائز فلیٹ ہو گیا...“ لڑکی نے گاڑی کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”میرے پاس جیک نہیں ہے
”فالتو پیہرہ....!“

”وہ ہے....!“

”اچھی بات ہے....!“ ظفر نے کہا۔ ”اتفاق سے اس وقت میری گاڑی میں بھی جیک م
نہیں ہے.... لیکن پیہرہ بدل دیا جائے گا.... تم فکر نہ کرو۔!“

اس نے جوزف اور جیمسن کو گاڑی سے اترنے کا اشارہ کیا۔

”دیکھا تم نے....!“ جیمسن نے بے حد خوش ہو کر جوزف سے کہا۔ ”جیک کے بغیر پیہر
جائے گا۔!“

”یہ کیسے ممکن ہے....!“

”ممکن ہو یا نہ ہو.... اس وقت میرے پاس نے زندگی کا ثبوت دیا ہے۔!“ دونوں گاڑی
اتر آئے۔!

لڑکی نے اپنی گاڑی کی ڈکے سے فالتو پیہرہ نکالنے کے لئے کنجی ظفر کے حوالے
تھی... وہ ڈکے کھول کر پیہرہ نکالنے لگا... جوزف اور جیمسن اس کے قریب آکھڑے ہوئے
”مگر یورہائی نس.... جیک کے بغیر کیسے کام چلے گا....!“ جیمسن نے پوچھا۔!

”جان عالم کا طوطا سب کچھ کرے گا.... تم دونوں گاڑی کے نیچے لیٹ کر اس کا بچہ
اوپر اٹھاؤ گے اور میں پیہرہ بدل دوں گا۔!“

جوزف نے اس پر بڑی نفرت سے لڑکی کی طرف دیکھا تھا، جو قریب ہی کھڑی اور
نظر دوڑا رہی تھی.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس معاملے کا اس کی ذات سے کوئی تعلق ہی
دفعتاً جیمسن زور سے ہنس پڑا۔

”اس میں ہسنے کی کیا بات ہے....!“ جوزف غریبا۔

”اب میرا پاس خود کو ایک اچھا آدمی ثابت کر رہا ہے۔!“
لڑکی جیمسن کے قہقہے پر ایک بل کے لئے اس کی طرف متوجہ ہو کر مسکراتی تھی اور پھر
پاگوں کے سے انداز میں ادھر ادھر دیکھنے لگی تھی۔

”تم بہت طاقت ور ہو....!“ ظفر نے جوزف کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

”وہ تو ٹھیک ہے مسٹر.... لیکن....!“

”تمہارا پاس بھی مجبوروں کے کام آتا ہے.... اس کے لئے صنف کی شرط نہیں ہے۔!“

”اچھا....!“ جوزف طویل سانس لے کر بولا اور گاڑی کے نیچے گھسنے کی تیاری کرنے لگا۔

ظفر اس کی طرف متوجہ تھا اچانک اس نے جیمسن کی تحیر زدہ سی ”ارے ارے“ سنی....!

اور پھر جتنی دیر میں وہ اس کی طرف توجہ دیتا لڑکی اس کی گاڑی لے کر فرار ہو چکی تھی۔!

دونوں ہی دور تک اس کے پیچھے دوڑتے چلے گئے... لیکن وہ خاصی تیز رفتاری سے گئی تھی۔!

”تم مردود....!“ ظفر دوڑتے دوڑتے رک کر جیمسن کی طرف مڑا۔

”ٹلیکوج پلیرز.... میں نے کیا کیا ہے....!“ جیمسن ہانپتا ہوا بولا۔

”ارے.... ارے.... کرتے رہ گئے.... دوڑ کر اسے روکا نہیں تھا۔!“

”یورہائی نس.... میں اتنا پھر تیرا نہیں ہوں.... ارے ارے.... ہی بشکل تمام میری زبان
سے نکل رہا تھا۔!“

پھر وہ مردہ سی چال چلتے ہوئے جوزف کی طرف پلٹے تھے۔

جوزف اس طرح دانت نکالے کھڑا تھا جیسے اس واقعے سے بے حد محفوظ ہوا ہو۔

”اب میرے پاس کے بارے میں کیا خیال ہے.... مسٹر جیمسن....!“

”مجھے اتنے چالاک آدمی پسند نہیں ہیں جنہیں لڑکیاں بیوقوف نہ بنا سکیں۔!“

ظفر پر تشویش نظروں سے گاڑی کی طرف دیکھے جا رہا تھا.... جیمسن کے اس ریمارک پر

جوزف کو متوجہ کر کے بولا۔ ”مجھے اس پر کوئی افسوس نہیں ہے کیونکہ دو سال پہلے لندن میں مجھ

سے بھی ایک ایسی ہی حرکت سرزد ہوئی تھی۔!“

”اوہو....!“ جیمسن ہنس پڑا.... ہنستا رہا اور پھر بولا۔ ”مجھے وہ بوڑھی عورت یاد ہے....

بچاری.... جیتی رہ گئی تھی.... ہماری طرح دوڑ بھی نہیں سکتی تھی۔!“

”مسٹر..... آپ کو اپنی گاڑی کے لئے سڑک پر ہی سفر جاری رکھنا چاہئے تھا!“ جوزف بولا۔
”فکر نہ کرو.....!“

”کیا اب ہمیں بھی اونٹ پر بیٹھنا پڑے گا.....!“ جیمسن نے پُر تشویش لہجے میں پوچھا۔
”اگر اپنے ہی ملک میں بنا ہوا جاپانی کپڑا خریدنا ہے تو ضرور بیٹھنا پڑے گا۔ دیکھو کیسی اونچی اونچی خواتین اونٹوں پر نظر آ رہی ہیں.....! یہ غیر ملکی کپڑا خریدنے کے لئے اونٹوں پر بھی بیٹھ سکتی ہیں..... سستا اور عمدہ کپڑا.....!“

”مطلب یہ ہے کہ اسمگل کیا ہوا.....!“
”ہرگز نہیں..... یہ کپڑا اپنے ہی ملک کی ٹلوں میں بنتا ہے اور اس پر دوسرے ممالک کی مہر ڈال کر اس طرح فروخت کیا جاتا ہے..... سستا یوں ہے کہ اس پر ایکسائز ڈیوٹی ادا نہیں کی جاتی!“
”سوال تو یہ ہے کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں پور ہائی نس.....!“
”اونٹ پر بیٹھی ہوئی خواتین مجھے بہت اچھی لگتی ہیں..... افسوس کہ میرا مینڈولن بھی گاڑی ہی میں رہ گیا ورنہ میں اس پر اس وقت ایک صحرائی دھن چھیڑ دیتا!“

”اونٹ مجھے دور ہی سے اچھے لگتے ہیں.....!“ جیمسن بولا..... ”دور کے اونٹ سہانے!“
”کیا واقعی مسٹر..... تم ایسا کپڑا خریدو گے جس پر ایکسائز ڈیوٹی ادا نہ کی گئی ہو!“ جوزف نے پوچھا۔

”میں صرف تفریح کی غرض سے آیا ہوں تم مطمئن رہو.....!“
”مجھے تو یہیں رکنا ہے.....!“ جوزف جمائی لے کر بولا۔ ”تم دونوں شوق سے اونٹ پر بیٹھو..... گاڑی میں پڑا رہوں گا..... خدا اس سفید سوریاسے سمجھے میری ڈھائی بوتلیں۔“
”کیا میں یہاں تمہارے لئے کسی سے بھیک مانگوں.....!“ جیمسن بولا۔
”نہیں جاؤ..... تفریح کرو..... مجھے میرے حال پر چھوڑ دو.....!“ جوزف نے کہا اور گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لیٹنے کی کوشش کرنے لگا۔

ظفر نے جیمسن کو وہاں سے چل دینے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”ٹھیک ہے جوزف کو آرام کرنے دو.....!“

”دونوں اب اونٹوں کی طرف بڑھ رہے تھے..... ایک ٹولی مغرب کی جانب جا چکی تھی اور

”خیر مجھے کیا.....!“ جوزف نے لا پرواہی سے شانوں کو جنبش دے کر کہا۔ ”اب مجھے کیا ہے..... مسٹر.....!“

”پہیہ تو بدلنا ہی پڑے گا..... اوہ..... ہاں..... کنجی انجنین میں موجود ہے.....!“ وہ سیٹ کا دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھتا ہوا بولا۔ ”درا میں فیول پوزیشن دیکھ لوں.....!“
اس کے بعد وہ ”ٹھیک ہے.....!“ کہتا ہوا اتر آیا تھا۔

پہیہ بدلنے میں بیس بائیس منٹ صرف ہوئے..... جوزف اور جیمسن دونوں کو زور لگانا پڑا رواں گی کے وقت جیمسن ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”اپنی گاڑی میں تو کھانے پینے کا بھی تھا..... یہاں کچھ بھی نظر نہیں آتا!“

”میرا خیال ہے کہ وہ بہت جلدی میں تھی.....!“ ظفر نے کہا۔
”میں بے موت مر گیا.....!“ جوزف کی آواز کاپ رہی تھی۔
”کیوں.....؟“

”میری ڈھائی بوتلیں.....!“

”مجھے افسوس ہے جوزف.....!“ ظفر نے نرم لہجے میں کہا۔

جوزف کچھ نہ بولا..... اس کے چہرے پر گہری اداسی تھی..... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ابھی اپنے کسی عزیز کو دفن کر کے قبرستان سے واپس آیا ہو۔
کار تیزی سے راستہ طے کرتی رہی..... اور دو ڈھائی میل کی مسافت طے کرنے کے سڑک سے کچے راستے پر موڑ دی گئی۔

یہاں چاروں طرف بے شمار چھوٹے بڑے ٹیلے بکھرے ہوئے تھے۔

دس منٹ بعد وہ ایک ایسی جگہ جا پہنچے جہاں دس بارہ کاریں کھڑی تھیں اور ان کے آ متعدد اونٹ بھی کھڑے دکھائی دیئے..... کچھ اونٹوں پر بے حد فیشن ایبل قسم کی خواتین اور وہ مغرب کی طرف چلے جا رہے تھے۔

”کلاسک.....!“ جیمسن خوش ہو کر چیخا۔ ”ارے یہ کاروں سے اتر کر اونٹوں پر بیٹھ رہی

”جہاں یہ جا رہی ہیں..... ادھر کاریں نہیں جاسکتیں..... پانچ میل لمبا دشوار گزار

کر کے یہ منزل مقصود پر پہنچ جائیں گے!“

اب دوسری تیار ہو رہی تھی.... اس ٹولی میں ایک بھی مرد نہیں تھا۔ ان خواتین کے سا
گاڑیوں میں بیٹھے رہ گئے تھے!

”یورہائی نس.... ہم بالکل احق لگیں گے....!“ جیمسن بولا۔

”شٹ اپ....!“

”ایز یو پلیز....!“

وہ قریب پہنچے تو خواتین انہیں ایسی نظروں سے دیکھنے لگیں جیسے وہ جج لفنگے ہو
آپس میں ان کی کھسر پھسر بھی ہوئی تھی، لیکن ظفر ان کی طرف توجہ دیے بغیر ایک اونٹ
سے گفتگو کرنے لگا!

کرایہ طے ہو جانے کے بعد اونٹ بٹھایا گیا۔

”میں آگے بیٹھوں گا....!“ جیمسن نے متفکرانہ لہجے میں کہا۔

”مجھے کوئی اعتراض نہیں.... اونٹ پر سب برابر ہیں۔“ ظفر بولا۔ انہیں اونٹ

دیکھ کر کچھ مرد بھی گاڑیوں سے اتر کر ادھر چلے آئے تھے۔

”دیکھا آپ نے یورہائی نس....!“ جیمسن بولا.... ”انہیں اونٹ والوں پر اعتماد

ہمیں ڈاکو سمجھتے ہیں۔!“

”تیری شکل ہی ڈاکوؤں جیسی ہے۔!“

”آٹھ اونٹوں کا یہ چھوٹا سا قافلہ چل پڑا تھا۔

”یہ سواری بھی ہے اور جھولا بھی....!“ جیمسن بڑبڑایا۔

”مجھے اپنا مینڈولن یاد آ رہا ہے۔!“

”مجھے اس وقت صرف خدا یاد آ رہا ہے.... اگر یہ اونٹ دوڑنا شروع کر دے تو

ہوں گے۔!“

”یا گر پڑیں گے یا نہ گریں گے۔!“

”اتنی اونچائی سے گرنے کا مطلب ہوا فریکچر....!“

”فوری طور پر دم بھی نکل سکتا ہے....!“ ظفر بولا۔

”کیا واقعی آپ محض تفریح کی غرض سے ادھر آئے ہیں....!“ جیمسن نے پوچھ

”نہیں....!“

”بعض اوقات میں سوچتا ہوں کہ....!“

جیمسن جملہ پورا نہیں کر سکا تھا کیونکہ اونٹ نے ٹھیک اسی وقت کسی ناہموار جگہ پر پاؤں رکھ
دیا تھا۔

”کیا ہم پیدل نہیں چل سکتے....!“ اس نے کچھ دیر بعد ظفر سے کہا۔!

”اس کلاسیکل سواری سے تمہاری بیزاری میری سمجھ میں نہیں آتی۔!“

”صاحب میں حقہ نہیں پی سکتا.... پان بھی نہیں کھا سکتا اور ڈیڑھ تھان کا پاجامہ بھی نہیں
پہن سکتا زری کی جوتیاں تو شانہ میرے فرشتے بھی نہ پہن سکیں۔!“

”اونہ.... ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ میں یہاں اس مبلغ کو دیکھنے آیا ہوں، جو صرف عورتوں
میں تبلیغ کرتا ہے اور ہر اس جگہ پہنچ جاتا ہے جہاں بہت سی عورتیں پائی جاتی ہیں۔!“

”ڈیوٹی....!“

”نہیں نجی طور پر.... سنا ہے اپنے ہی قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔!“

”ہی ہے....!“

”ہاں.... لیکن باتیں پیوں کی سی نہیں کرتا۔!“

”تب تو واقعی دیکھنے کی چیز ہو گا۔!“



جوزف کی حالت تباہ تھی۔ جمائیوں پر جمائیاں آرہی تھیں۔ آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا....
جھنجھلاہٹ کا یہ عالم تھا کہ دل ہی دل میں خود کو گالیاں دینے لگا تھا آخر وہ ان کے ساتھ آیا ہی
کیوں....؟ یہ بھی کوئی پنک کی جگہ ہے.... یہ لوگ بھی اول درجے کے احق معلوم ہوتے
ہیں۔ عورتوں کو اونٹ پر دیکھنے کے شوق میں دوڑے چلے آئے.... عورتوں کا کیا ہے.... وہ
سستی چیزیں خریدنے کے سلسلے میں اپنی زندگی تک داؤ پر لگا سکتی ہیں۔ اگر اس پنک کا مقصد پہلے
سے معلوم ہو گیا ہوتا تو وہ ہرگز نہ آتا.... اب پتہ نہیں وہ دونوں کتنی دیر میں واپس ہوں....
اس کا کیا حشر ہو گا۔

اچانک ایک گاڑی اس کے برابر آرکی اور جوزف چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔!

پھر اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا.... کیونکہ یہ ظفر الملک کی گاڑی تھی اور اسٹیرنگ کرنے والی لڑکی بھی وہی تھی.... جوزف سے نظر ملتے ہی اس نے خوش دلی سے ہاتھ ہلا دیا۔
جوزف نے جھپٹکے کے ساتھ اپنا منہ بند کیا اور اس کے جڑے بھیج کر رہ گئے۔
وہ کھڑکی سے سر نکال کر بولی ”میں مقامی زبان نہیں بول سکتی کیا تم میری بات سمجھ رہے ہو۔“
”میں انگریزی میں گفتگو کر سکتا ہوں۔“ جوزف نے بہت برے لہجے میں کہا۔
”تب تو مجھے خوشی ہے میں ایک دشواری میں پڑ گئی ہوں۔“
”دوسروں کو مصیبت میں مبتلا کرنے والے خود بھی بڑے عذاب میں پڑ جاتے ہیں کیا تم کر سچن ہو۔“

”کیوں نہیں۔“ لڑکی نے فخریہ کہا۔
”لیکن تم نے لٹیروں جیسی حرکت کی تھی۔“
”کبھی کبھی مجبور بھی ہو جانا پڑتا ہے وہ لوگ میرا پرس چھین بھاگے تھے جس میں ایک بڑا رقم تھی مجھے ان کے پیچھے جانا تھا۔“
”تو پھر کیا ہوا۔“
”میں نے انہیں جالیا لیکن اپنا پرس واپس نہ لے سکی انہوں نے میرا منہ کھٹکھٹا اڑا دیا۔“
”تم سے غلطی ہوئی تھی اگر ایسی کوئی بات تھی تو ہماری گاڑی لے بھاگنے کی بجائے ہم مدد مانگی ہوتی۔“

”میں شرمندہ ہوں.... اور تمہاری گاڑی واپس کرنا چاہتی ہوں۔!“
”اچھا.... اچھا.... ہماری کوئی چیز ضائع تو نہیں ہوئی۔!“
”قطعی نہیں.... چیک کر لو۔!“

جوزف گاڑی سے اتر کر ظفر کی گاڑی کے قریب پہنچا.... ہر چیز جوں کی توں تھی.... اپنی بوتلوں پر نظر پڑتے ہی اس کا چہرہ کھل اٹھا۔
”اچھا مسی اب تم اپنی گاڑی سنبھالو....!“
لڑکی اسے گاڑی کی کنجی دے کر اپنی گاڑی میں جا بیٹھی۔
پھر جوزف نے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا کہ وہ کدھر گئی.... باسکٹ میں ہاتھ ڈال کر

بوجھ نکالی تھی اور دوبارہ خوش اخلاق بننے کی کوشش کرنے لگا تھا۔
کسی قدر آنکھیں کھلیں تو اس نے آس پاس کے لوگوں کو حقارت سے دیکھا کیونکہ وہ عورتوں کے چکر میں پڑ کر اس دیرانے میں آئے تھے کتنی گھٹیا زندگی گزارتے ہیں، یہ شادی شدہ لوگ.... اس نے سوچا۔

کچھ اور بھی سوچتا لیکن اسی وقت ایک پولیس کار قریب آکر رکی اور اس پر سے ایک آفیسر ریوالتو تانے اتر.... ریوالتو کارخ جوزف کی طرف تھا۔
”گاڑی سے باہر آؤ....!“ جوزف کو حکم دیا گیا۔
”کیوں....!“ جوزف غرایا۔

”باہر آؤ.... ورنہ شوٹ کر دوں گا۔!“
وہ اسے قہر آلود نظروں سے گھورتا ہوا گاڑی سے اتر آیا.... لیکن اس نے اپنے ہاتھ نہیں اٹھائے تھے۔

کچھ اور لوگ بھی اپنی گاڑیوں سے اتر کر ان کے قریب آ گئے۔
”لڑکی کہاں ہے....؟“ آفیسر نے جوزف سے سوال کیا۔
”میں نہیں جانتا۔!“
”اس کے ہتھ کڑیاں لگا دو....!“ آفیسر نے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے کانسٹیبلوں کو مخاطب کیا۔
”آخر کیوں....؟ وجہ بھی تو بتاؤ....!“ جوزف نے دماغ ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”یہ گاڑی لڑکی چلا رہی تھی....!“
”ہاں.... وہی لڑکی تھی.... اور اپنی گاڑی لے گئی۔!“
”کیا مطلب....؟“
”ادھر راستے میں اس کی گاڑی کا ٹائرفلیٹ ہو گیا تھا....!“ جوزف نے طویل سانس لے کر کہا اور لڑکی کی کہانی دہرانے لگا۔

آس پاس کھڑے ہوئے لوگوں نے بھی بتایا کہ ایک غیر ملکی لڑکی کچھ دیر پہلے اس سے گاڑی بدل کر وہاں سے گئی ہے۔!

نظری آئیں۔!

”آپ اپنے دماغ کی خبر لیجئے یورہائی نس.....!“

”چلو.....!“ ظفر اسے دھکیلتا ہوا آگے بڑھا۔!

خیموں میں اعلیٰ قسم کے کپڑوں کی دکانیں تھیں..... وہ ایک ایک خیمہ دیکھتے پھرے لیکن کہیں بھی مردوں کے استعمال کے کپڑے نہ دکھائی دیئے۔!

”یہ کیا قصہ ہے..... یورہائی نس.....!“

”مرد..... یہاں کہاں ہیں..... صرف خواتین آتی ہیں اس لئے انہی کے استعمال کے کپڑے ہی ملیں گے۔!“

”تو ہم یونہی..... خواہ مخواہ.....!“

”بکواس مت کرو..... ابھی کچھ دیر پہلے تم نے خوشی کا اظہار کیا تھا.....!“

”میں سمجھا تھا کہ یہاں کسی خیمے میں نانباتی کی دکان بھی ہوگی۔!“

ظفر کچھ نہ بولا..... وہ ایک مجمعے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا جہاں عورتوں کے سردوں کے اوپر ایک مردانہ ہی چہرہ دکھائی دیا..... وہ کچھ کہہ رہا تھا۔!

یہ دونوں بھی تیزی سے آگے بڑھے۔

ہی گدھے پر سوار تھا.....! یہ دونوں مجمعے سے کسی قدر ہٹ کر کھڑے ہوئے کیونکہ یہاں صرف عورتیں ہی عورتیں تھیں۔!

ہی ان سے کہہ رہا تھا۔ ”سمجھاتا رہا ہوں..... سمجھاتا رہا ہوں گا..... تم اگر چاہو تو یہ سوسائٹی آدیوں کی سوسائٹی بن سکتی ہے۔ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ تمہارے مرد کس قسم کی کمائی گھراتے ہیں اگر تم گندی کمائیوں کو گندی نالیوں میں بہانا شروع کر دو تو یہ سارا انتشار ختم ہو سکتا ہے۔!“

”تم پہلے اپنی شکل تو دیکھو.....!“ کسی عورت نے چیخ کر کہا۔

”اس شکل میں تو تم میرے گرد اکٹھا ہو گئی ہو..... جبہ و دستار میں آتا تو اس قابل بھی نہ سمجھتیں..... میں کہتا ہوں قبل اس کے کہ کوئی بڑی جہاں کشت و خون کی شکل میں تم پر نازل ہو جائے ہوش میں آ جاؤ..... ورنہ دیکھو..... میں تمہاری اولادوں کو تم سے جدا کر دوں گا۔!“

”مت بکواس کرو.....!“ کئی آوازیں ابھریں۔

”تم بھی تو غیر ملکی ہی معلوم ہوتے ہو.....!“ آفیسر جوزف کو گھورتا ہوا بولا۔!

”ہوں.....! یقیناً ہوں..... لیکن ایک بہت بڑے آدمی کا ملازم ہوں..... اسے جب معلوم ہو گا کہ میں کسی ناگہانی مصیبت میں پھنس گیا ہوں تو وہ زمین آسمان ایک کر دے گا۔!“

”وہ دونوں کہاں ہیں جن کا ذکر تم نے ابھی کیا ہے.....؟“

”اونٹ پر بیٹھ کر ادھر گئے ہیں.....!“ جوزف نے مغرب کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”تمہیں ہمارے ساتھ چلنا ہو گا۔!“ آفیسر نے سخت لہجے میں کہا۔!

”گاڑی کی کنجی میرے پاس ہے۔ اس لئے ان لوگوں کی واپسی سے قبل میں کہیں نہ جاسکوں گا پھر جوزف انہیں دھکیاں ہی دیتا رہ گیا تھا اور اس کے ہتھ کڑیاں لگ گئی تھیں۔!“



خیموں اور چھول دار یوں کی یہ بستی کپڑا بازار کے نام سے مشہور تھی۔ شہر میں جو کپڑا روپے گز بکتا تھا یہاں اس کی قیمت چار پانچ روپے گز سے زیادہ نہیں ہوتی تھی! شہر سے یہاں تک آنے والوں کو خاصی دشواریاں پیش آتی تھیں لیکن اس کے باوجود اور غیر ملکی کپڑوں کی کشش انھیں کھینچ ہی لاتی تھیں۔

جیمسن خیر آمیز نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا..... دفعتاً چپک کر بولا ”انیسویہ کے کسی فوجی پڑاؤ کا بازار معلوم ہوتا ہے..... بس کٹور اکھکانے والے سکوں کی کمی محسوس ہوتی ہے“

”ہے ناکلا سیکل چیز.....!“

”بالکل ہے..... یورہائی نس..... میں آپ کا ممنون ہوں۔!“

”اب کچھ خریدنا بھی چاہئے..... ورنہ وہ خواتین سمجھیں گی کہ ہم انہی کے لئے آئے تھے سمجھنے دیجئے.....!“

”ہم یورپ میں نہیں ہیں.....!“

”لیکن وہ کہاں ہیں..... جس کے لئے آپ آئے تھے۔!“

”دیکھیں گے، چلو پہلے دکانیں دیکھیں، تمہارے سوٹ کیلئے چارخانے کا کوئی پیس ہاتھ آجائے

”یہاں کے پیوں کو غرارہ سوٹ پہننا چاہئے۔!“

”ضرور لیکن ڈاڑھی مونچھیں صاف کرنا کہ یہاں کے کلچر کے مطابق کم از کم بیجو

”اچھی بات ہے... تم دیکھ لینا... وہ تمہارے گھر چھوڑ دیں گے.... بھیک مانگتے پھریں گے لیکن رشوت یا کسی دوسرے ناجائز طریقے سے حاصل کی ہوئی دولت کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔!“

اچانک کئی دکاندار گالیاں بکتے ہوئے مجھے کی طرف دوڑ پڑے.... عورتیں تتر بتر ہو گئیں اور یہی کو گدھے سے دھکیل کر پٹائی شروع کر دی گئی۔!

ظفر اور جنمسن اسے بچانے کے لئے دوڑ پڑے تھے۔!

”اوہو.... ایک اور بھی ہے....!“ ایک دوکان دار نے جنمسن کا گریبان پکڑتے ہوئے کہا۔

”یہ کیا بے ہودگی ہے....!“ جنمسن نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

”تم اوہر کیوں آتا ہے.... ہمارا دھندا خراب کرنے۔!“

”ہم لوگ خریداری کے لئے آتے ہیں۔!“

”جھوٹے ہو.... بھاگ جاؤ یہاں سے۔!“

دوسری طرف ظفر نے بدقت یہی کو دکانداروں کے زرخے سے نکال کر دوبارہ گدھے پر

سوار کرا دیا تھا۔

”چلو....!“ اس نے گدھے کی لگام پکڑتے ہوئے جنمسن کو پکارا۔

ان کے وہاں سے ہٹتے ہی عورتوں نے زور زور سے قہقہے لگائے تھے۔!

”کیوں بھائی.... تم کون ہو.... اور یہ سب کیا تھا....؟“ ظفر نے یہی کو مخاطب کیا، جو پلکیں جھپکائے بغیر فضا میں گھورے جا رہا تھا۔ اس نے چونک کر انہیں یونہی سرسری طور پر دیکھ اور پھر پلٹ کر قہقہہ لگانے والی خواتین کو دیکھا۔!

”ایک دن تمہیں رونا پڑے گا....!“ وہ ہاتھ اٹھا کر چیخا تھا۔!

”اے بھائی اب بس بھی کرو.... کہیں یہ عورتیں ہی نہ تم پر ٹوٹ پڑیں۔!“ ظفر نے اس

شانہ تھپک کر کہا۔

”سنو دوستو.... میں حقیقتاً تم میں سے نہیں ہوں....!“ یہی نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔

”وہ تو تمہارے اطوار ہی سے ظاہر ہے۔!“ جنمسن نے آگے بڑھ کر کہا۔ ”ہم نہ بچاتے تو

کاندار تمہیں زندہ نہ چھوڑتے۔!“

”میں مرنے ہی کے لئے گھر سے نکلتا ہوں۔!“

”گدھے پر سوار ہو کر....!“

”میرا مسئلہ نہ اڑاؤ دوست.... میں تمہاری طرح بے حسی کی زندگی گزارنے کے لئے یہی نہیں بنا.... یقین کرو.... میرے پاس اتنے پیسے نہیں ہوتے کہ بال ترشوا سکوں.... میرے تن پر، جو میلے کچیلے کپڑے دیکھ رہے ہو ان کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے میرے پاس....!“

”میرے ساتھ چلو....!“ میں تمہارے بال بھی ترشوا دوں گا.... اور کم از کم چار جوڑے کپڑوں کا بھی انتظام کر دوں گا۔!“ جنمسن بولا۔

”تب تم بھی یہی نہیں معلوم ہوتے.... پھر یہ بہرہ وپ کس لئے....؟“

”مجھے بال ترشوانے کا وقت نہیں ملتا....!“

یہی کچھ نہ بولا۔

”اب کہاں جاؤ گے....!“ ظفر نے پوچھا۔

”کہیں بھی نہیں.... موت سے نہیں ڈرتا.... اگر یہ عورتیں چاہیں تو پوری قوم سدھر

سکتی ہے۔!“

”کیا قوم قوم کی رٹ لگا رکھی ہے.... کلاسیکی لٹریچر پڑھو اور آثار قدیمہ میں دلچسپی لو....

سارے دکھ دور ہو جائیں گے....!“ جنمسن نے اسامندہ بنا کر بولا۔!

”تم لوگوں کا ذریعہ معاش کیا ہے....!“ دفعتاً یہی نے سوال کیا۔!

”ٹھکی....!“ ظفر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

”تو پھر تم بھی اپنے بُرے انجام کے منتظر رہو....!“

”اگر تم ہم کو سیدھی راہ پر لگا دینے کا وعدہ کرو تو ہم تم سے کبھی کبھی ملتے رہا کریں گے۔!“

ظفر بولا۔

”مجھ سے کہاں ملو گے.... میرا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔!“

”نی الحال ہمارے ساتھ چلو....!“

”یہاں میں نے ایک ہفتے کا پلان تیار کیا ہے جس کے اختتام کو ابھی تین دن باقی ہیں....

اس سے پہلے میں کہیں نہ جاسکوں گا۔!“

”اچھی بات ہے....!“ میرا کارڈ اپنے پاس رکھو....!“ ظفر نے اپنا وزیننگ کارڈ اس کی طرف

بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”جب کبھی فرصت ملے میرے پاس ضرور آتا.... شاید میں تمہارے کسی کا آسکوں۔!“

”کوئی ٹھگ میرے کس کام آسکتا ہے....؟“

”چلو تو پھر تم ہی میرے کام آجاتا.... میں تمہاری باتیں سننا چاہتا ہوں.... یہ معلوم کر چاہتا ہوں کہ ان کی اولادوں کو ان سے کس طرح جدا کر سکو گے۔!“

”نیکلی اور صداقت کے نام پر....!“ جواب ملا۔

”میرا خیال ہے کہ اس کے ہاتھ چرباندھ کر کسی اونٹ پر ڈالیں اور لے بھاگیں۔“ جیمسن بولا۔

”تم خاموش رہو....!“ ظفر نے اسے گھونہ دکھا کر کہا۔

”اس کے بھلے کو کہہ رہا تھا.... ورنہ یہ لوگ اسے مار ڈالیں گے....!“

”چار دن سے برابر پٹ رہا ہوں....!“ یہی مسکرا کر بولا۔

”جب تو ہمیں چپ چاپ کھسک جانا چاہئے یورہائی نس....!“

”ہوں.... اچھا....!“ ظفر یہی کی طرف مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

”ہر جگہ ہی ہاتھ ملتے ہیں.... دل نہیں ملتے۔!“ یہی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور ایسا

بنایا جیسے مصافحہ بے حد ناگوار گذرا ہو۔!

واپسی کے سفر میں ان کا اونٹ تہا تھا۔!

”آپ کو گاڑی کی فکر بھی ہے یا نہیں....!“ جیمسن اوگھتے اوگھتے چونک کر بولا۔

”ملنی ہوگی مل جائے گی....!“ ظفر نے لا پرواہی سے کہا۔!

”میں نے اکثر مفلسی میں بھی آپ کو نواب زادہ ہی پایا ہے۔!“

”شکریہ جیمسن.... نواب زادگی کے علاوہ میرے پاس اور کچھ نہیں ہے۔!“

”تو پھر مجھے اس نواب زادگی ہی میں سے کم از کم دس فیصد عطا فرمائیے....! تنخواہ تو بڑی

سے رہی۔!“

”آج سے اپنے نام کے ساتھ دس فیصد نواب زادہ لکھا کرو.... مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“

”شکریہ یورہائی نس....!“

”ویسے تمہیں اونٹ پر تنخواہ کیوں یاد آتی ہے۔!“

”اونٹ کی سواری ایک ایسی مشقت ہے جس کا کوئی صلہ نہیں۔!“

”حوصلہ جیمسن حوصلہ....!“

”کس برتنے پر.... لڑکی کی گاڑی میں کھانے کی کوئی چیز نہیں دکھائی دی تھی۔!“

”اس بچی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے....؟“

”فراڈ معلوم ہوتا ہے....!“

”کس قسم کا فراڈ....!“

”عورتوں کے ہاتھوں پٹے کا شائق معلوم ہوتا ہے.... اس لئے ایسی باتیں کرتا ہے....

ورنہ حرام خوری تو ایک آفاقی واقعیت ہے... ایک بچی اور ایک گدھا اس سلسلے میں کیا کر سکے گا۔!“

ظفر خاموش رہا.... تھوڑی دیر بعد جیمسن پھر بولا.... ”یہ سفر اس کے باوجود بھی میری

مجھ میں نہیں آسکا....!“

”میں اسے بس ایک نظر دیکھنا چاہتا تھا....!“ ظفر نے جواب دیا۔!

”مقصد....؟“

”تم بھی یہی نہیں ہو لہذا اپنے اس حلقے کا مقصد بیان کرو....!“

”میں سو فیصد ہی ہوں.... اپنی کھال میں مست رہنے والا۔!“

”یہ بکو اس ہے.... تم ہیوں کی طرح گندے نہیں رہتے۔!“

”ہو سکتا ہے میرے والدین دھوبی رہے ہوں....!“

ساربان اونٹ کی ٹکیل پکڑے پیدل چل رہا تھا.... جیمسن اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

”میرا خیال ہے کہ اب ہم اسے اونٹ پر بٹھادیں اور خود اونٹ کی ٹکیل پکڑ کر پیدل چلیں۔!“

”اس سے فائدہ....؟“

”اونٹ سے پہلے وہاں پہنچ جائیں گے۔!“

دراصل واپسی کا سفر دونوں ہی کے لئے تکلیف دہ ثابت ہو رہا تھا۔!

اور پھر جب وہ اس جگہ پہنچے جہاں کاریں پارک تھیں تو انہیں لڑکی کی گاڑی کی بجائے اپنی

گاڑی نظر آئی جس کے قریب دو مسلح کانسٹیبل کھڑے تھے۔

”اوہو.... ہماری پولیس کتنی تیز ہے۔!“ جیمسن خوش ہو کر بولا۔

نہاں یونہی چلنے دو.....!

”تو تم جانتے ہو.....!“ فیاض غریبا۔

”میں کیا جانتا ہوں.....؟“ عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔

”اچھی بات ہے.....! وہیں پہنچ کر دیکھ لینا.....!“ فیاض جھجھلا کر بولا۔

اس کے بعد بقیہ راستہ خاموشی ہی سے طے ہوا تھا..... شاہ آباد پولیس اسٹیشن کے انچارج نے جس انداز میں فیاض کا استقبال کیا تھا اس میں کسی قدر حیرت بھی شامل تھی۔

”ان تینوں کو بلوایئے.....!“ فیاض نے اس سے کہا۔

”جی.....!“ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

”اس کا کیا مطلب ہے.....!“ فیاض اسے گھورتا ہوا بولا۔

”جناب عالی..... آپ ہی نے تو بعد میں فرمایا تھا کہ انہیں چھوڑ دو میں تصدیق کر چکا ہوں
وہی کچھ ان کی کارلے بھاگی تھی۔!“

”کواس مت کرو.....!“ فیاض دانت پیس کر بولا..... ”اس اطلاع کے بعد کہ میں پہنچ رہا
ہوں..... میں نے تمہیں دوبارہ فون نہیں کیا تھا۔!“

”نہیں.....!“ انچارج کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار نظر آئے۔!

عمران اس دوران میں احمقوں کی طرح ایک ایک کمانہ نکلتا رہا تھا..... دفعتاً فیاض کو مخاطب
کے بولا۔ ”تم نے چیونگم منگوا دینے کا وعدہ کیا تھا۔!“

”خاموش رہو.....!“ فیاض بھر گیا..... اور عمران نے سہم جانے کی ایکنگ کرتے ہوئے
ٹاسے ہونٹ بھنچ لئے۔!

”ان میں سے کسی نے کسی کو فون تو نہیں کیا تھا.....!“ فیاض نے انچارج سے پوچھا۔

”نہیں جناب عالی.....!“

”کیا وہ میری ہی آواز تھی.....!“

”اگر میں نے آپ کی آواز پہچانی نہ ہوتی تو مجھ سے ایسی غلطی سرزد نہ ہو سکتی۔! بہر حال میں
مندہ ہوں۔!“

”خیر..... خیر..... اچھا..... میرے ساتھ آؤ.....!“ فیاض اٹھتا ہوا بولا۔ وہ اسے دوسرے



عمران کہیں جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ کسی نے باہر سے کال بل کا بٹن دبایا۔

”آجاؤ..... دروازہ کھلا ہوا ہے۔!“ عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

اور پھر کیپٹن فیاض کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر سر سہلانے لگا۔

”میں جلدی میں ہوں.....!“ فیاض نے خشک لہجے میں کہا۔ ”میرے ساتھ چلو.....!“

”جلدی میں صرف لوٹنا اٹھایا کرتے ہیں کسی کو ساتھ نہیں لے جاتے۔!“

”پچھتاؤ گے..... تمہارا ہی معاملہ ہے۔!“

”مجھے یاد نہیں پڑتا کہ مجھ سے دوا لے گئے ہو۔!“

”اچھی بات ہے..... تو پھر اب عدالت ہی میں ضمانت کے منتظر رہنا.....!“ فیاض
کے لئے مڑتا ہوا بولا۔

”ٹھہرو.....!“ عمران نے جھپٹ کر اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ ”پان کھاتے جاؤ۔
”گاڑی ہی میں بیٹھ کر باتیں کر سکو گا..... وقت نہیں ہے۔!“ فیاض نے خشک لہجے

”اچھا اچھا میں چل رہا ہوں۔!“ عمران بولا۔!

فیاض کی گاڑی میں اس کا ایک ماتحت انسپٹر بھی موجود تھا۔!

عمران فیاض کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا..... فیاض ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔ کچھ د
فیاض بولا۔ ”ہم شاہ آباد کے پولیس اسٹیشن کی طرف جا رہے ہیں۔!“

”وہاں پہنچ کر میرے لئے چیونگم منگوا دینا۔!“

”کسی ماتحت کی موجودگی میں تمہاری کوئی بے ہودگی پسند نہیں کروں گا۔!“ فیاض

لہجے میں آہستہ سے کہا۔!

”جب پھر وہیں چل کر بتانا کہ وہاں میری موجودگی کا کیا مطلب ہے۔!“

”میں یہیں بتائے دیتا ہوں۔!“

”نہیں..... یہاں نہیں.....!“ عمران نے غیر ضروری سنجیدگی کا مظاہرہ کیا۔

اس پر فیاض نے اسے ہلکیوں سے دیکھ کر کہا۔ ”کیوں.....؟ کوئی خاص بات ہے
”میں تمہیں اس لذت سے محروم نہیں کرنا چاہتا، جو مجھے متحیر دیکھ کر محسوس کر

کرے میں لے گیا تھا۔

عمران نے فیاض کے ماتحت انیکٹر ٹکیل کی طرف دیکھا اور شکوہ کرنے کے سے انداز بولا۔ ”تمہارے صاحب سے مجھے ایسی توقع نہیں تھی۔“

”کیسی توقع جناب....؟“

”گھر سے وعدہ کر کے چلے تھے کہ شاہ آباد پہنچ کر چو گم منگوا دوں گا۔“

”میں اس سلسلے میں کیا عرض کر سکتا ہوں....؟“

”کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا....!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”صاحب اختیار ٹھہر۔“

کچھ دیر بعد فیاض واپس آگیا.... اس کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو رہی تھیں۔

”چلو اٹھو....!“ اس نے عمران سے کہا اور وہ سبے ہی ہوئے سے انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔

واپسی کے سفر میں فیاض نے خاموشی اختیار کر لی تھی.... عمران بھی کچھ نہ بولا۔ فیاض

کبھی آنکھیں سے اسے دیکھنے لگتا تھا۔

شہر میں پہنچ کر اس نے اپنے ماتحت کو ایک جگہ گاڑی سے اتار دیا۔

”تم مجھے وہاں کیوں لے گئے تھے....!“ عمران نے طویل سانس لے کر سوال کیا۔

”تم اچھی طرح جانتے ہو....!“ فیاض غریبا۔

”اچھا اب براہ کرم آدمیوں کی طرح گفتگو کرو.... ورنہ میں چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا

گا۔“ عمران نے کہا۔

”مگر تم نہیں جانتے تو پھر وہ کون تھا جس نے میری آواز میں اسٹیشن انچارج کو غلط مشورہ دیا

”تمہارا ہی ریکارڈ کہیں سے بچ گیا ہو گا۔“

”تم جھوٹے ہو.... ان میں سے کسی نے یقیناً تمہیں اطلاع دی ہو گی.... انچارج

جھوٹ بول رہا ہے اس نے انہیں فون استعمال کرنے کی اجازت دے دی ہو گی۔“

”ان میں سے کسی کا نام بھی لو پیارے.... پہیلیاں نہ بھجوؤ....!“

”جوزف.... ظفر الملک اور اس کا ملازم جن....!“

”اس کے منہ پر جن نہ کہہ دینا بُرا مان جائے گا.... جیمن کہلاتا ہے.... ہاں تو جن

قصہ کیا ہے؟“

”یہ تینوں ایک الزام کے تحت گرفتار کئے گئے تھے.... اور انچارج نے مجھے اطلاع دی تھی۔“

”بھلا تمہیں کیوں اطلاع دی تھی اپنے حلقے کے ڈی ایس پی یا ایس پی کو اطلاع دینی چاہئے

تھی۔!“

”تمہیں اس سے کیا سروکار....!“

”کس الزام کے تحت انہیں گرفتار کیا گیا تھا....؟“

”یہ میں نہیں بتاؤں گا۔!“

”تو اب تم میرے دوستوں کے پیچھے پڑ گئے ہو.... گاڑی روکو.... میں یہیں اتروں گا۔!“

”تم میرے ساتھ دفتر چل رہے ہو....؟“

”وہاں منگوا دو گے چو گم....؟“

”تمہیں اعتراف کرنا پڑے گا کہ ان میں سے کسی نے تم سے فون پر رابطہ قائم کیا ہو گا۔!“

”فون پر رابطہ.... شش.... میرے اور جوزف کے درمیان ٹیلی پیٹھی چلتی ہے۔!“

”عمران سنجیدگی سے گفتگو کرو.... ورنہ بڑے خسارے میں رہو گے۔!“

”نیوز پرنٹ پر کنٹرول ہو جانے کی بنا پر ویسے ہی خسارے میں چل رہا ہوں تم کون سا بڑا تیر

مارو گے....؟“

”اچھی بات ہے اترا جاؤ گاڑی سے.... اب ان تینوں کے حلقے مشتہر کر اؤں گا مجھ سے بچ کر

کہاں جائیں گے۔!“

”تم سے بچ کر تو میں بھی کہیں نہیں جاسکتا.... وہ پیارے کیا مال ہیں۔!“

”بہتری اسی میں ہے کہ اعتراف کر لو....!“

”کیپٹن فیاض.... میں پھر بے حد نرمی سے پوچھتا ہوں کہ اصل واقعہ کیا ہے۔!“

”دفتر چل کر بتاؤں گا۔!“

”اچھی بات ہے.... اگر تم یہی سمجھتے ہو کہ وہاں پہنچ کر زیادہ با اختیار ہو جاؤ گے تو یہ تمہارا

اچھا انداز فکر ہے۔!“

فیاض کچھ نہ بولا۔ بلا آخر وہ دفتر میں پہنچ گئے.... فیاض نے بیٹھے ہی میز کی دراز سے ایک

تھوڑا سا نکال کر عمران کے سامنے ڈال دی۔

”اے بچانے ہو.....؟“

”کوئی یوروپین لڑکی ہے.....!“ عمران نے احقانہ انداز میں کہا۔

”اس کا ظفر الملک سے کیا تعلق ہے.....!“

”یہ لڑکی ہے اور وہ لڑکا ہے.....!“

”عمران.....! سنجیدگی سے.....!“ فیاض نے آنکھیں نکالیں!

”تم گھاس تو نہیں کھا گئے.....! اگر کوئی تعلق بھی ہو گا تو مجھے اس کا علم کیونکر ہو سکا

”خیر..... خیر..... بہتری اسی میں ہے کہ ان تینوں کو فوراً حاضر کرو.....!“

”اگر یہ بات ہے کیپٹن فیاض تو اسے نوٹ کرو..... تین گھنٹے کے اندر اندر ان تینوں

مجھے ملنا چاہئے!“

”کیا مطلب.....!“

”اگر وہ تین گھنٹے کے اندر اندر مجھے نہ ملے تو تمہارے محکمے کو الٹ پلٹ کر رکھ دو!

”دھمکی دے رہے ہو.....!“

”محض دھمکی نہیں..... اس پر عمل بھی کروں گا!“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔

”بیٹھو..... بیٹھو..... یقین آگیا کہ تم لا علم ہو.....!“ فیاض کے ہونٹوں پر جھ

مسکراہٹ نظر آئی۔

”میرے پاس وقت نہیں ہے.....!“ عمران دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا!

”تمہیں بعد میں افسوس ہو گا اگر تم نے میری بات نہ سنی..... اب مجھے یقین آ

تینوں کسی سازش کا شکار ہوئے ہیں!“

عمران واپس آکر بیٹھ گیا۔

”یہ لڑکی ظفر الملک کی گاڑی میں دیکھی گئی تھی اور پھر وہ گاڑی اس جگہ کھ

جہاں سے کپڑا بازار کے لئے اونٹ ملتے ہیں..... صرف جوزف گاڑی میں موجود تھ

جس کپڑا بازار میں تھے..... واپسی پر وہ بھی پکڑ لئے گئے!“

”سوال تو یہ ہے کہ پکڑے کیوں گئے!“

”ہمیں عرصہ سے اس لڑکی کی تلاش ہے!“

”کس بناء پر.....!“

”تفصیل نہیں بتائی جاسکتی!“

”ان تینوں نے اس سلسلے میں کیا بیان دیا تھا!“

”لڑکی اپنی گاڑی چھوڑ کر ان کی گاڑی لے بھاگی تھی!“

”اور تمہیں اس پر یقین نہیں ہے.....!“

”جب تک کہ اپنے طور پر ان سے سوالات نہ کر لوں مطمئن نہیں ہو سکتا!“

”اور شاہ آباد کے اسٹیشن انچارج نے تمہارے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے انہیں چھوڑ بھی دیا!“

”میں نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا تھا.....!“

”اور میں بھی اتنا گدھا نہیں ہوں کہ ایسے موقع پر تمہارا بہروپ بھر کر متعلقہ لوگوں کی

گردنیں پھنسوادوں!“

”میرا یہی خیال تھا کہ تم نے میری آواز بنا کر اسٹیشن انچارج کو دھوکہ دیا ہو گا!“

”میں اول درجے کا بیوقوف ہوں مجھ سے ایسی عقل مندی سرزد نہیں ہو سکتی!“



ظفر کو حیرت تھی کہ یک بیک انہیں رہائی کیونکر مل گئی..... پکڑے گئے تھے اس الزام پر کہ

گاڑی کسی لڑکی کے پاس دیکھی گئی تھی..... لیکن یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ لڑکی کا کیا قصور تھا!

پولیس اسٹیشن سے نکل کر سیدھے شہر کی جانب بھاگے!

”یہ سب کیا تھا مسٹر.....!“ جوزف نے ظفر سے سوال کیا!

”تم نے اس لڑکی سے کیا معلوم کیا تھا.....؟“

”وہ تو کہہ رہی تھی کہ مجبوراً اس سے وہ غلط حرکت سرزد ہوئی تھی!“

”کیا مجبوری تھی.....؟“

”کچھ لڑکے اس کا پرس چھین بھاگے تھے..... ان کا تعاقب کرنا چاہتی تھی!“

”پھر کیا ہوا.....؟“

”ان سے پرس واپس لینے میں کامیاب نہیں ہوئی تھی..... گاڑی واپس کر گئی.....!“

”خود اس کے بارے میں تم نے کیا معلوم کیا تھا.....؟“

”کچھ بھی نہیں.... لیکن جب اس کے چلے جانے کے بعد پولیس پہنچی تو میں نے سوچا مجھے اس لڑکی کو روکے رکھنا چاہئے تھا.... یقیناً اس نے خود ہی کوئی غیر قانونی حرکت کی ہوگی۔ تبھی تو پولیس کو اس کی تلاش تھی۔“

”تم اس وقت عقل مندی کی باتیں کر رہے ہو....!“ جیمسن بولا۔
 ”لیکن ہمیں یک یک رہائی کیسے نصیب ہو گئی....!“ ظفر بڑبڑایا۔
 ”باس کو معلوم ہو گیا ہوگا۔“

جیمسن ہنس پڑا، ہنسنے کا اندازہ جوزف کو پسند نہ آیا.... اس نے کہا۔ ”کیا تم میرے باا مشکلہ اڑانا چاہتے ہو۔!“

”نہیں.... نہیں.... جھگڑا نہیں۔!“ ظفر نے دخل اندازی کی اور بات آگے نہ بڑھ سکا اچانک اگلے موڑ پر ظفر کو پورے بریک لگانے پڑے تھے۔
 اگر ایسا نہ کرتا تو ایک بڑا حادثہ رونما ہوتا.... بائیں جانب سے آنے والی گاڑی بھی رفتاری سے آئی تھی.... غلطی اس کی تھی، لیکن اسٹیئرنگ کرنے والے نے انہیں گندی گالیاں دیں اور اپنی گاڑی آگے بڑھالے گیا۔ ظفر نے بھی اسی سمت گاڑی موڑ دی تھی۔
 ”کیوں.... کیوں....؟ پورہائی نس....!“

”اس بے ہودہ کو سبق دوں گا....!“ ظفر بولا۔

”کیوں خواہ مخواہ وقت ضائع کرتے ہیں.... شہر چلے....!“
 ”نہیں ہرگز نہیں....!“ جوزف بولا ”سبق دینا ہی چاہئے.... غلطی اسی کی تھی۔!“

”ابھی کہاں سے آرہے ہو....!“

”حوالات سے....!“ جوزف نے لاپرواہی سے کہا۔

”اس بار جیل جاؤ گے۔!“

”بد تمیز آدمیوں کو ضرور سزا دینی چاہئے....! خواہ کچھ ہو۔!“

ظفر تھوڑے فاصلے سے اگلی گاڑی کا تعاقب کرتا رہا.... گالیاں دینے والا اگر سفید

ملکی نہ ہوتا تو شاید جوزف کے کان پر جوں بھی نہ ریگتی۔!

”سبق ہی دینا ہے تو ذرا جلدی کیجئے جناب عالی....!“ جیمسن نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔

”تمہیں کیا پریشانی ہے....؟“

”ٹھیک تین بجے مجھ کو پبلک لا بیری ری پہنچنا ہے....!“

”پبلک لا بیری ری اتوار کو بند رہتی ہے۔!“

”پبلک لا بیری کے قریب ایک پان والا رہتا ہے.... جو ایک اچھا داستان گو ہے....!“

اسے طلسم ہوشربا کی تین جلدیں زبانی یاد ہیں۔!“

”خاموش بیٹھے رہو....!“

”سوال تو یہ ہے کہ آپ کب تک اس کے پیچھے چلتے رہیں گے....؟“

”شٹ اپ....!“

”مسٹر ظفر کا خون گرم ہے....!“ جوزف بولا۔ ”اور یہ ایک قابل قدر صفت ہے.... خون

ٹھنڈا ہو جائے تو آدمی کو خود کشی کر لیتی چاہئے۔!“

”مسٹر جوزف تمہیں میرے باس کو درغلانے سے کیا مل جائے گا۔!“

”تم لکھنے پڑھنے والے آدمی ہو.... ان باتوں کو کیا سمجھو گے.... اگر بیٹا کسی سے شکست

کھاتا ہے تو قبر میں باپ کی ہڈیاں کڑکراتی ہیں۔!“

ظفر کو عقبی آئینے میں تیسری گاڑی دکھائی دی اور وہ گاڑی پہلی ہی نظر میں پہچان لی گئی....

کیونکہ وہی توان کے موجودہ مصائب کا باعث بنی تھی۔!

”جیمسن ذرا پیچھے دیکھنا.... کیا لڑکی ہی ہے اس گاڑی میں۔!“ ظفر بولا۔

جیمسن مڑا اور بے ساختہ ہنس پڑا۔

”ہے نا....؟“

”ٹھہر دیتا ہوں....!“ ظفر نے اپنی گاڑی کی رفتار کم کر کے پچھلی گاڑی کو آگے نکل جانے

کا راستہ دیا اور وہ فرارے بھرتی ہوئی آگے نکل گئی۔!

”کیا مطلب....؟“ جیمسن بڑبڑایا۔

”کوئی بڑا کیل معلوم ہوتا ہے۔!“

لڑکی کی گاڑی اگلی گاڑی سے بھی آگے نکل کر ترچھی ہوئی تھی اور دونوں کے بریک چڑھائے تھے۔

جتنی دیر میں ظفر کی گاڑی قریب پہنچی مرد اپنی گاڑی سے اتر کر لڑکی کے پاس پہنچا۔
 تھا۔ اس نے اس کے بال پکڑے اور گاڑی سے باہر کھینچ لیا۔ لڑکی اس سے لپٹ پڑی۔
 ظفر نے اپنی گاڑی سے چھلانگ لگائی اور مرد کا کار پکڑ کر جھٹکا دیا۔
 وہ لڑکی کو چھوڑ کر پلٹ پڑا۔ لیکن اتنی دیر میں ظفر کا گھونہ اس کے جڑے پر پڑ چکا تھا۔
 وہ دوسری طرف الٹ گیا۔ لڑکی پھر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر رو چکر ہو گئی۔
 ”ٹھہرو۔۔۔!“ ظفر ہاتھ اٹھا کر چیخا تھا۔ لیکن کون سنتا ہے۔
 اتنے میں اس نے جوزف کی آواز سنی۔۔۔ ”ارے۔۔۔ ارے۔۔۔ یہ تو مر گیا۔۔۔؟“
 ”کیا۔۔۔؟“ ظفر بوکھلا کر گرے ہوئے غیر ملکی کی طرف جھپٹا۔
 وہ سڑک پر لہلہا لینا ہوا تھا۔۔۔!
 ”اوہ۔۔۔ واقعی۔۔۔! ظفر سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ ”بھاگو۔۔۔!“
 پھر وہ اپنی گاڑی میں بیٹھتے تھے اور بڑی سراسیمگی کے عالم میں شہر کی طرف روانہ ہوتے۔



عمران کمرے میں ٹہل ٹہل کر ظفر کی کہانی سن رہا تھا اس کے خاموش ہوتے ہی بولا۔
 ”تم کیپٹن فیاض کو صرف اسی حد تک بتاؤ گے کہ رہائی کے بعد سیدھے شہر آئے تھے۔
 ”اور وہ بے چارہ، جو ایک ہی گھونے میں مر گیا۔۔۔!“ جیمن بول پڑا۔
 ”کیا تم اس کے ساتھ دفن ہونا پسند کرو گے۔۔۔؟“
 اس سوال پر جیمن بغلیں جھانکنے لگا۔
 ”تم اپنی زبان قطعی بند رکھو گے۔۔۔ ظفر کے بیان سے تجاوز نہیں کرو گے۔!“ عمران
 گھورتا ہوا بولا۔ پھر جوزف کی طرف مڑا۔
 ”میں سمجھتا ہوں باس۔۔۔!“ جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔
 ”اب تم اپنے کمرے میں جاؤ۔۔۔!“
 جوزف اٹھا اور وہاں سے چلا گیا۔
 ”تم یہی مراد سے کیوں ملنا چاہتے تھے۔۔۔!“ عمران نے ظفر سے سوال کیا۔

”بس یونہی۔۔۔ میں نے سنا تھا کہ وہ صرف عورتوں کے مجھے میں تقریریں کرتا ہے۔!“
 ”اس کے بارے میں کیا جانتے ہو۔۔۔؟“
 ”کچھ بھی نہیں۔۔۔!“
 ”لڑکی کا حلیہ بیان کرو۔۔۔!“
 ظفر کوشش کرنے لگا کہ یادداشت کے ہر گوشے کو کرید کر وضاحت کے ساتھ لڑکی کی تصویر پیش کر سکے۔
 اس کے خاموش ہونے پر عمران نے جیب سے ایک تصویر نکالی اور ظفر کی طرف بڑھادی۔
 ”بالکل۔۔۔!“ ظفر اچھل پڑا۔۔۔ ”سو فیصد یہی تھی۔!“
 عمران نے تصویر اس سے لے کر جیب میں رکھ لی۔۔۔ ظفر متحیرانہ انداز میں اسے دیکھتے جا رہا تھا۔
 ”میں فی الحال اس لڑکی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔۔۔!“ عمران آہستہ سے بولا اور اٹھ کر فون پر کسی کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔
 ”ہیلو۔۔۔ فیاض۔۔۔ میں بول رہا ہوں۔۔۔ وہ تینوں میرے پاس پہنچ گئے ہیں تمہارے پاس بھیج دوں۔۔۔ یا تم خود آرہے ہو۔۔۔ اچھا۔۔۔ ٹھیک ہے۔!“
 ریسپورر رکھ کر ظفر کی طرف مڑا۔ ”وہ خود ہی آرہا ہے۔۔۔!“
 ظفر آرام کرسی کی پشت گاہ سے ٹک گیا۔۔۔ جیمن براسامہ بنائے بیٹھا تھا۔
 بیس منٹ بعد فیاض وہاں پہنچ گیا۔۔۔ تینوں کے تحریری بیان لینے کے بعد اس نے ظفر سے کہا ”میرا خیال ہے کہ تم غیر شادی شدہ ہو۔۔۔ اور کپڑا بازار میں صرف عورتوں کے ملبوسات کے لئے کپڑا ہوتا ہے۔!“
 ”مجھے اس کا علم نہیں تھا۔۔۔!“
 ”تو خریدنا نہیں۔۔۔؟“
 ”ظاہر ہے کہ میں غیر شادی شدہ ہوں۔۔۔!“
 ”کیا تم بتا سکو گے کہ شاہ آباد کے انچارج نے کیا کہہ کر تمہیں رہا کیا تھا۔۔۔!“
 ”شاید اس نے کہا تھا تصدیق ہو گئی ہے کہ آپ لوگ بے قصور ہیں۔!“

”تم نے پوچھا ہو گا کہ کس طرح تصدیق ہوئی ہے۔!“
 ”جی نہیں.... غیر ضروری باتوں سے احتراز کرتا ہوں۔!“

”تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے....؟“

”آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔!“

”نہیں.... میں نہیں جانتا۔!“

”نواب زادوں کا ذریعہ معاش پوچھا جا رہا ہے....! جیسن بڑا کر چھت کی طرف دیکھئے!“

فیاض اس کی طرف مڑا ہی تھا کہ عمران بول پڑا.... ”چچا کی دولت سلامت رہے۔!“

”مجھے علم ہے کہ چچا نے ان سے سارے تعلقات منقطع کر لئے ہیں....!“

”وظیفہ بند نہیں کیا....!“

”خیر.... بہر حال....!“ فیاض عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”بات یہیں ختم نہ

ہو جاتی.... تم جانتے ہو کہ تمہیں کس قسم کی جواب دہی کرنی ہے....؟“

”تم بڑے خوش قسمت ہو سو پر فیاض!“ عمران مسکرا کر بولا۔ ”اس لئے شام کی چا

تمہارے ساتھ پیوؤں گا۔!“

”ضرور....!“ فیاض کا لہجہ تلخ تھا....!

ٹھیک اسی وقت فون کی گھنٹی بجی.... عمران نے ریسور اٹھا کر کال ریسو کی اور پھر فیا

سے بولا۔ ”تمہاری ہے....!“

اس دوران میں اس نے ظفر اور جیسن کو چلے جانے کا اشارہ کیا تھا.... اور انہوں

خاموشی سے قیبل کی تھی۔!

فیاض ریسور رکھ کر عمران کی طرف مڑا.... اس کی آنکھوں میں جھنجھلاہٹ کے آثار۔

”خیریت....!“ عمران اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔!

”اب تم میرے ساتھ چائے نہ پی سکو گے....!“ فیاض نے خشک لہجے میں کہا۔ ”مجھے

شاہ آباد جانا ہے۔!“

”تمہاری مرضی....!“

”چاہو تو تم بھی چل سکتے ہو....!“

”کوئی خاص بات....!“

”لاش.... کسی غیر ملکی کی لاش سڑک پر پڑی ملی ہے۔!“

”بہت دنوں سے کوئی لاش نہیں دیکھی.... ضرور چلوں گا....!“ عمران خوش ہو کر بولا۔

”تم نے انہیں یک بیک رہائی کی وجہ تو نہیں بتائی....!“ فیاض نے عمران کو گھور کر پوچھا۔

”بچوں کی سی باتیں نہ کرو.... اب اتنا احق بھی نہیں ہوں....!“

دونوں باہر آئے.... اس بار پھر فیاض ہی کی گاڑی میں سفر شروع ہوا۔ لیکن اب کوئی تیسرا

موجود نہیں تھا جس کی وجہ سے وہ کھل کر گفتگو نہ کر سکتے۔

”کیا اب تم اس لڑکی کے بارے میں کچھ بتانا پسند کرو گے....!“ عمران نے کہا۔

”ایک سفارت خانے سے تعلق رکھتی تھی اس کے کچھ اہم کاغذات چرا کر روپوش ہو گئی ہے۔!“

”لیکن کیٹین فیاض.... تم ذاتی طور پر کیسے لوٹ ہوئے....!“

”کیا مطلب....!“ فیاض کا لہجہ بدل گیا۔

”ظفر وغیرہ کی رہائی کے لئے تم ہی تو استعمال کئے گئے تھے۔!“

”اگر وہ تم نہیں تھے تو یقیناً میرے لئے یہ کسی بڑے خطرے کا پیش خیمہ ہے۔ دوسرا پوائنٹ

اگر یہ تینوں اس لڑکی کے لئے اجنبی تھے تو انہیں اس طرح رہائی دلانے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔!“

”ہاں.... آں.... میں زیادہ تر اسی پر غور کرتا ہوں....!“ عمران پر فکری لہجے میں بولا۔

”تو وہ تم نہیں تھے....!“

”یار فیاض تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں کبھی قانون کو ہاتھ میں لینے کی کوشش نہیں کرتا

اور پھر اس طرح میں خود ہی ان تینوں کی گردنیں کیوں پھنسانے لگا.... کیا تم اسی بناء پر ان کے

خلاف سخت ترین کارروائی نہیں کر سکتے۔!“

فیاض کچھ نہ بولا.... گاڑی تیز رفتاری سے راستے طے کرتی رہی۔

عمران نے تھوڑی دیر بعد پوچھا.... ”لڑکی کا نام کیا ہے....؟“

”رینا دلیمز....!“

”اچھا خاصا ہے....!“

”کیا تم نے یہ نام پہلے بھی کبھی سنا ہے....؟“

”نہیں.....!“ مختصر سا جواب تھا..... عمران کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے حافظے پر زور دینے کی کوشش کر رہا ہو۔

شاہ آباد پولیس اسٹیشن سے پہلے والے چوراہے پر ایک اسٹنٹ سب انپکٹر کھڑا نظر آیا..... اسے عمران پولیس اسٹیشن پر بھی دیکھ چکا تھا..... فیاض نے اس کے قریب ہی گاڑی روک دی۔ اس نے بائیں جانب ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”لاش سڑک پر پڑی ہوئی ہے... آپ کا انتظار تھا!“

”بیٹھ جاؤ.....!“ فیاض نے پچھلی سیٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

بائیں جانب گاڑی موڑ کر ایک یا ڈیڑھ میل سے زیادہ چلنا نہیں پڑا تھا۔

لاش سڑک پر پڑی دکھائی دی..... اس کے آس پاس مسلح کانسٹیبل بھی کھڑے نظر آئے۔

فیاض گاڑی روک کر نیچے اترا..... اور جیسے ہی لاش کے قریب پہنچا..... عمران نے اس کے چہرے پر سراپیسگی کے آثار دیکھے۔

”کیوں.....؟ کیا تم اسے پہچانتے ہو.....!“ عمران نے آہستہ سے پوچھا۔

”ہاں..... یہ اسی سفارت خانے کا فوجی اتاشی ہے۔“

”اوہ.....!“

تھوڑے فاصلے پر سفید رنگ کی ایک اوپل کمپلیان کھڑی تھی۔

عمران آگے بڑھ کر گاڑی کا جائزہ لینے لگا جس کا اسٹیرنگ کی جانب والادروازہ کھلا ہوا تھا۔

فیاض نے شاہ آباد کے اسٹیشن انچارج کو کچھ ہدایات دیں اور خود بھی عمران کے پاس آکھڑا ہوا۔

”کیا دیکھا.....؟“ عمران نے اس کی طرف دیکھ کر بغیر سوال کیا۔

”بظاہر..... موت کی وجہ اتفاقیہ بھی ہو سکتی ہے۔!“

”کیوں.....؟“

”کہیں زخم یا کسی قسم کی چوٹ کے آثار نہیں پائے جاتے۔!“

”اگر یہ گاڑی اسی کی ہے تو.....!“ عمران کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

”کنجی اکنیشن میں موجود ہے..... لچھے میں کچھ اور کنجیاں بھی نظر آرہی ہیں.....! ڈیش!

کے کسی خانے میں گاڑی کی کتاب تلاش کرو..... اس کی بھی تصدیق ہو جائے گی۔!“ فیاض نے

عمران نے کنجی اکنیشن سے نکال کر ایک خانہ کھولا..... گاڑی کی کتاب موجود تھی..... فیا

اس کی ورق گردانی کرنے لگا اور بولا۔ ”گاڑی اسی کی ہے۔!“

”تو پھر یہ دیکھو کہ یہ بیچ سڑک پر کھڑی ہے اور اسٹیرنگ کے قریب والادروازہ بھی کھلا ہوا ہے اگر وہ معمولی حالات میں کسی ضرورت کے تحت گاڑی سے اترا ہوتا تو گاڑی سڑک کے کنارے کھڑی ہوتی۔!“

”ہوں..... اوں.....!“ فیاض کسی گہری سوچ میں تھا۔

”آہا.....!“ دفعتاً عمران آگے بڑھا اور بائیں جانب سڑک سے نیچے اتر کر کچے میں کچھ دیکھنے کے لئے جھک پڑا۔ پھر سڑک فیاض کو قریب آنے کا اشارہ کرتا ہوا نیم دائرے کی شکل میں پیچھے ہٹنے لگا..... نظر زمین ہی پر تھی۔

”یہ دیکھو..... یہاں کسی اور گاڑی کو سڑک سے نیچے اتار کر اس کا رخ موڑا گیا ہے۔!“

”ہو سکتا ہے..... یہی گاڑی ہو..... کسی دوسری کی بات کیوں کر رہے ہو.....!“ فیاض بولا۔

”اس گاڑی کے ٹائروں کے نشانات اس سے مختلف ہوں گے..... یقین نہ ہو تو پھر اس کے ٹائر دیکھ آؤ۔!“

فیاض گاڑی کی طرف بڑھا..... اس کے ٹائروں کو بغور دیکھتا رہا پھر عمران کے پاس واپس آکر بولا۔ ”تم ٹھیک کہتے ہو۔!“

”اور نشانات کی پوزیشن بتاتی ہے کہ گاڑی ادھر گئی ہوگی.....!“ عمران نے بائیں جانب ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”تو پھر.....! یہ معلوم کر لینے کے بعد بھی ہم فوری طور پر کیا کر سکیں گے.....؟“

”اگر میری گاڑی بھی اس وقت موجود ہوتی تو میں ادھر ضرور جاتا۔!“

”چلو دیکھتے ہیں.....!“

”یہاں تمہاری موجودگی ضروری تو نہیں.....!“

”میں نے انہیں لاش اٹھوا دینے کی اجازت دے دی ہے اور کہہ دیا ہے کہ سفارت خانے کو فون کر دیں۔!“

”اس سلسلے میں یہ بھی ضروری ہے کہ یہ اطلاع ذرا محتاط انداز میں دی جائے۔!“

”میں نہیں سمجھا.....!“

”سفارت خانے کو یہ نہ بتایا جائے کہ لاش شناخت کر لی گئی ہے.... بلکہ گاڑی کی کتاب :
حوالے سے بات کی جائے.... تم کیوں خواہ مخواہ جان پہچان اپنے سر لیتے ہو۔!“
”تم ٹھیک کہتے ہو.... اگر میں اسے شناخت کر چکا ہوں تو سفارت خانے کے کسی آدمی
پہنچنے تک مجھے یہیں رکنا پڑے گا۔!“

”تعلیم کی ابتداء بغدادی قاعدے سے کی ہوتی تو اتنی سوجھ بوجھ ضرور رکھتے چلو جاؤ!؎
انچارج کو اچھی طرح سمجھاؤ کہ اسے کیا کرنا ہے۔!“
فیاض نے اس وقت بڑی سعادت مندی سے تعمیل کی تھی....! واپسی پر اپنی گاڑی
طرف لیتا آیا اور وہ دونوں نامعلوم گاڑی کی متوقع سمت چل پڑے۔!
”میرا ذہن ابھی تک اسی میں الجھا ہوا ہے....!“ فیاض کچھ دیر بعد بولا۔

”کس میں....!“

”تمہارے تینوں آدمیوں کی رہائی.... آخر اس قسم کی ہدایت دینے والا کون تھا اور اسے
سے کیا ہمدردی ہو سکتی تھی۔ رہا ہوتے یا جہنم میں جاتے.... سنو....! تم ذرا ظفر الملک کو
کی کوشش کرنا....!“

”مجھے اس پر اعتماد ہے.... سو پر فیاض....!“

”مالی پریشانیوں میں مبتلا ہونے کے بعد اچھے اچھے بھی اپنے راستے سے ہٹ جاتے ہیں۔
”خیر میں دیکھوں گا....!“ عمران نے پر فکر لہجے میں کہا۔

فیاض کے ہونٹ سختی سے بھنپے ہوئے تھے اور آنکھیں وینڈاسکرین پر تھیں۔ ایسا معلوم
تھا جیسے وہ اپنی زبان روکنے کی کوشش کر رہا ہو.... عمران اسے ہلکیوں سے دیکھے جا رہا تھا
کبھی وہ مڑ کر کھڑکی سے باہر بھی دیکھنے لگتا۔ دفعتاً بولا.... ”روکو.... رکو....!“

فیاض نے پورے بریک لگائے اور عمران گاڑی سے اتر کر پیچھے کی طرف دوڑتا چلا
پھر ایک جگہ رک کر دائیں جانب سڑک کے نیچے اتر گیا کچھ دور تک خمیدہ ہو کر چلتے رہا۔
بعد فیاض کی طرف مڑا۔

”گاڑی ابھر لاؤ....!“ اس نے ہاتھ ہلا کر اونچی آواز میں کہا۔!

اس جگہ بھی عمران نے اسے اسی گاڑی کے پیہوں کے نشانات دکھائے زمین کسی قدر

رہتی تھی اس لئے نشانات بہت واضح تھے اور ان کا سلسلہ دور تک پھیلا نظر آ رہا تھا۔!
ان کی گاڑی انہیں نشانات پر آگے بڑھنے لگی۔
”ہوں.... تو یہ گاڑی....!“ فیاض کچھ کہتے کہتے رک گیا۔!



رات کے گیارہ بجے تھے.... ظفر تھوڑی ہی دیر پہلے سویا تھا.... اچانک کسی آواز پر آنکھ
کھل گئی کوئی دروازہ پیٹ رہا تھا۔
فلٹ میں جنسمن کے علاوہ اور کون تھا.... ظفر جھلا کر اٹھ بیٹھا۔ اس کے بعد مار بیٹھنے ہی کے
سے انداز میں اس نے دروازہ کھولا تھا۔

”کیا ہے....؟“ اس نے مؤدب کھڑے ہوئے جنسمن سے پوچھا۔

”بقراط صاحب تشریف لائے ہیں....!“ اس نے بڑے ادب سے کہا۔

”کیا بکواس ہے....!“

”ڈرائیونگ روم میں تشریف رکھتے ہیں۔!“

وہ سلپنگ گاؤن پہن کر ڈرائیونگ روم میں آیا اور عمران پر نظر پڑتے ہی اسے بیساختہ ہنسی
آگئی۔

”اوہو.... کیا میں بہت زیادہ احمق لگ رہا ہوں....!“ اس نے سعادت مندانہ انداز میں
پوچھا۔

”یہ بات نہیں.... کم بخت نے کہا تھا بقراط صاحب تشریف لائے ہیں۔!“

”رتبہ شاس ہے.... خیر ہاں.... میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ وہ آدمی تمہارے گھونے
سے نہیں مرا تھا۔!“

”پھر....؟“

”زہر.... جو خارجی ذرائع سے دوران خون میں شامل ہوا تھا۔!“

”زہر ملی سوئی....!“

”ممکن ہے...!“ عمران اسے دیکھتا ہوا بولا.... ”مور جلدی سے کپڑے پہن لو.... کافی پلاؤں گا...!“

ظفر نے مزید استفسار کرنا مناسب نہ سمجھ کر جلدی جلدی لباس تبدیل کیا تھا۔!

”یہاں یہ دشواری ہے.....!“ عمران مردہ سی آواز میں بولا۔ ”سب کی سب متوجہ ہو جائیں
 می اور تم بول کھلا کر بھاگ کھڑے ہو گے..... خیر تو ہاں میں پوچھ رہا تھا وہ شخص کون تھا جس نے اس
 تمہارا تعارف کر لیا تھا.....؟“

”کمال کر دیا آپ نے..... کیا اب تک مجھے جھوٹا سمجھتے رہے ہیں.....!“

”کبھی کسی ایسے آدمی سے ملے ہو..... جس کی آواز کیپٹن فیاض کی آواز سے مشابہ ہو۔!“

”یہ اس سے بھی زیادہ چونکا دینے والا سوال ہے۔!“

”لہذا چونکے بغیر ذہن پر زور دو شاید یاد آجائے۔!“

”میرے ملنے جلنے والوں میں کوئی ایسا نہیں ہے۔!“

”کسی بیردنی سفارت خانوں میں ہیں.....!“

”بہترے سفارت خانوں میں ہیں.....!“

”انہی دوستوں کو ذہن میں رکھ کر سوچو.....!“

”اس کا جواب غور طلب ہے..... فوراً نہیں دیا جاسکتا۔!“

”اچھا دیکھنا.....!“

گاڑی تاریکی کا سینہ چیرتی تیز رفتاری سے ڈائمنڈ بچ کی طرف چلی جا رہی تھی۔

”ہی مراد میں آخر تم کیا دیکھنا چاہتے ہو.....!“ عمران نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”یہی کہ وہ سماج سدھار کے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے..... پیوں کو اس سے کیا سروکار..... زندگی

سے مایوس ہو کر ہی تو یہی بن جاتے ہیں۔!“

”وہ ایک ہیڈ کانسٹیبل کا لڑکا ہے جسے رشوت ستانی کے الزام میں سزا ہو گئی تھی۔!“

”اوہ.....!“

”اس کا خیال ہے کہ اگر اس کی ماں دولت سیٹھ کی خواہش مند نہ ہوتی تو اس کا باپ کبھی اس
 حال کو نہ پہنچتا۔!“

دفعۃً ظفر چوک پڑا..... عمران نے بھی اسے محسوس کیا۔ کچھ پوچھنے ہی والا تھا کہ ظفر بولا۔
 ”کیا آپ اس سے کبھی ملے ہیں۔!“

”نہیں میں نے اس کے بارے میں سنا تھا۔!“

عمران کی گاڑی سڑک پر موجود تھی..... دونوں کسی نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔
 ”تم نے لڑکی کی گاڑی کا میک فیٹ الیون ہنڈرڈ ہی بتایا تھا.....!“

”جی ہاں.....!“

”گاڑی مل گئی ہے..... تمہیں اسکی شناخت کرنی ہے..... نمبر تم نے پہلے بھی نہیں بتائے تھے۔!“

”کہاں ہے.....؟“

”بہت دور..... سمندر کے کنارے..... ڈائمنڈ بچ کے قریب.....!“

”اوہ.....!“

”گاڑی سمندر سے نکالی گئی ہے.....!“

”لُل..... لیکن پتہ کیسے چلا.....؟“

”ہائروں کے نشانات کے ذریعے..... جو ایک اونچے ٹیلے تک چلے گئے تھے۔ وہیں سے گاڑ

سمندر میں گری۔“

”لڑکی کی لاش.....؟“

”مجھے خوشی ہے کہ لڑکی کی لاش نہیں ملی.....!“ عمران نے سچ کچ خوشی ظاہر کرتے ہو

کہا۔ ”تصور میں اتنی دلکش لگی ہے کہ اسے زندہ دیکھنے کی آرزو میں مرا جا رہا ہوں۔!“

”آپ.....!“

”کیوں.....؟ کیا مجھ میں آدمی بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔!“

”جیسن کا یہی خیال ہے..... آج جوزف سے کہہ رہا تھا کہ تمہارے لباس کی صحبت میر

باس بالکل مردہ ہو کر رہ گیا ہے..... اب لڑکیوں کو دیکھ کر سیٹی نہیں بجاتا۔!“

”نہیں بجاتے.....!“ عمران نے حیرت سے پوچھا۔

”نن..... نہیں.....!“

”نالائق ہوتے جا رہے ہو..... خواہ کی بیٹی ہو تو نہیں ہے۔!“

”ماحول کی بات ہوتی ہے..... یہاں اسے غنڈہ پن سمجھا جاتا ہے۔!“

”اور وہاں.....!“

”جس کے لئے سیٹی بجائی جاتی ہے صرف وہی متوجہ ہوتی ہے۔!“

”اس کی آواز کیپٹن فیاض کی آواز سے مشابہ ہے۔!“
 ”ہوں..... لیکن کیا اس کا امکان ہے کہ وہ گلدھے پر بیٹھ کر اتنی جلدی کسی ایسی جگہ پہنچ
 گا جہاں فون موجود ہو.....؟“

”ہاں..... یہ بات قابل غور ہے.....!“
 ڈائمنڈ چیچ پہنچ کر ظفر نے گاڑی کی شناخت کی اور کچھ افسردہ سا نظر آنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”یہ تو خود کشی ٹھہری!“
 ”جب تک لڑکی کی لاش نہ ملے ایسی کوئی رائے قائم نہیں کی جاسکتی!“

”پھر یہ گاڑی.....!“
 ”اس ٹیلے پر روکی گئی اور پھر انجن بند کئے بغیر وہیں سے پانی میں دھکیل دی گئی.....
 سوچ آن تھا لیکن گاڑی گیر میں نہیں تھی..... اس وقت بھی اسی پوزیشن میں ہے۔!“
 ”یہ معاملہ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آسکا.....!“ ظفر بڑبڑایا۔

”کیا سمجھنا چاہتے ہو.....؟“

”ہمیں رہائی کیسے ملی تھی.....؟“

”یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم.....!“

”آپ نے یہ کیوں پوچھا تھا کہ میرے کسی شناسا کی آواز کیپٹن فیاض جیسی تو نہیں۔“

”اب اس وقت واپسی ممکن نہیں.....!“ عمران اس کی بات اڑا کر بولا۔

”چیچ ہوٹل کے قریب ایک ہٹ میں رات بسر کریں گے۔!“

ظفر اسے شکھیوں سے دیکھ کر رہ گیا۔



غیر ملکی سفارت خانے کے فوجی اتاشی کی موت معمہ بنی ہوئی تھی، لیکن کیپٹن
 زیادہ باخبر ہونے کی بناء پر عمران حالات کا کسی قدر اندازہ لگا سکتا تھا!

رینا ولیمز دراصل اس فوجی اتاشی کی پرسنل اسٹنٹ تھی اور کاغذات اسی کی نحو
 بھاگی تھی۔ عمران کو یہ بات فیاض سے معلوم ہوئی اس نے یہ بھی بتایا کہ فوجی اتاشی
 طرح اس کی تلاش میں مارا مارا پھر تار تھا۔

لیکن عمران نے فیاض کو اس سے لاعلم رکھا کہ فوجی اتاشی کی موت کا باعث رینا ولیمز ہی بنی
 تھی۔ ظفر جنمسن اور جوزف کو بھی ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ اس مسئلہ پر کسی کے سامنے بھی
 زبان نہ کھولیں۔!

ابھی کچھ ہی دیر پہلے عمران نے ظفر اور جنمسن کو رخصت کیا تھا..... پھر خود کہیں جانے کی
 تیاری کر رہا تھا کہ فیاض آدھکا۔!

اس کے چہرے پر جھلاہٹ کے آثار تھے..... چھوٹے ہی بولا۔ ”میں ان تینوں کو دوبارہ
 حراست میں لے رہا ہوں۔!“

عمران کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

اس نے کہا۔ ”معاملے کی بات کرو..... بیوہ عورتوں کی طرح سر پینے سے فائدہ..... اگر کسی
 دشواری میں ہو تو مجھے بتاؤ۔!“

”اس سے بڑی اور کیا دشواری ہوگی کہ محض تمہارے خیال سے ان تینوں کو حراست میں
 نہیں لے سکتا۔!“

”اب ہوئی نا کوئی بات.....! بولو..... کیا چاہتے ہو.....؟“

”رینا ولیمز کی لاش نہیں دستیاب ہو سکی.....!“

”کسی بھی عورت کی لاش لاؤ..... میں اس پر رینا ولیمز کا میک اپ کر دوں گا۔!“

”میرا مسئلہ نہ اڑاؤ.....!“

”آخر تم لاش دستیاب کرنے کے چکر میں کیوں پڑ گئے ہو.....؟“

”اس کے بغیر کیس کا فائل بند نہیں ہو سکتا۔!“

”لیکن وہ تو نہیں مری..... میں ثابت کر چکا ہوں کہ صرف گاڑی پانی میں گرائی گئی تھی اور
 پانی میں گرتے وقت وہ بالکل خالی تھی۔!“

”اس سلسلے میں تمہاری دلیل کسی طرح پرپس تک پہنچ گئی ہے..... تم نے آج کا اخبار تو
 دیکھا ہی ہو گا۔!“

”دیکھا ہے..... لیکن پولیس کی معلومات کا ذریعہ میں نہیں ہوں.....!“

فیاض اٹھتا ہوا بولا۔ ”اگر ان تینوں کی خیریت چاہتے ہو تو رینا ولیمز کو تلاش کرو صرف تین

دن کی مہلت دے سکتا ہوں۔“

قبل اس کے کہ عمران کچھ کہتا فیاض نکلا چلا گیا تھا.....!

عمران ٹھنڈی سانس لے کر منہ چلانے لگا..... پھر سلیمان کو آواز دی۔!

”جناب.....!“ سلیمان کمرے میں داخل ہو کر بولا۔ اس کے ہاتھوں میں کفگیر تھا۔

ہانڈی بھون رہا تھا.....!

”مگر کسی لڑکی کی تلاش ہو تو کیا کرنا چاہئے!“ عمران نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”تلاش کرنا چاہئے۔!“

”بہت اچھا جواب ہے.... شکریہ۔! بعض اوقات سامنے کی بات بھی سمجھ میں نہیں آ

”آنا ختم ہو گیا ہے..... پیسے دلوائیے.... ورنہ دوپہر کو صرف شور بہ پینا پڑے گا۔!“

”میں نے کتنے دنوں سے کھانا نہیں کھایا.....؟“

”ایک ہفتے سے.....!“

”پھر اتنی جلدی آنا کیسے ختم ہو گیا۔!“

”میں نے چرا کر پڑوسی کے ہاتھ بیچ دیا تھا.....!“ سلیمان جھنجھلا کر بولا۔

”کس حساب سے بیچا تھا.....!“

”چار آنے میر.....!“

”قوم کا ہمدرد معلوم ہوتا ہے..... جی خوش کر دیا تو نے..... خود کس حساب

لائے گا.....؟“

”بارہ آنے میر.....!“

”اچھی بات ہے.....! میں تیرا بستر بھی پڑوسی کے گھر بھجوائے دیتا ہوں۔!“

”ہانڈی جل جائے گی..... جلدی سے نکالنے دس روپے۔!“

”سلیمان.....!“

”جناب عالی.....!“

”مجھے تو لیڈر ہونا چاہئے تھا.....!“

”پیسے جناب..... میں اس وقت تفریح کے موڈ میں نہیں ہوں۔!“

عمران نے دس دس کے دو نوٹ اس کے حوالے کئے..... لیکن سلیمان ایک نوٹ واپس کرتا ہوا بولا۔ ”خیرات نہیں چاہئے۔!“

”ہائیں..... تو اتنا شریف کہاں سے ہو گیا ہے۔!“

”جب سے محترمہ جوزف سے آپ کا نکاح ہوا ہے۔!“

”کیا بکواس ہے۔!“

”اگر آپ کی کوئی بیگم ہوتیں تو بھی میں اتنا زچہ نہ ہوتا جتنا وہ روسیاء کر رہا ہے۔!“

”بے کچھ کہے گا بھی یا جدید ترین شاعری ہی کرتا رہ جائے گا.....!“

”میری پلیٹ کی بوٹیوں تک پر نظر رکھتا ہے..... اس کے باس کا دیوالہ نکالے دے رہا

ہوں..... اور خود چھ بوتلیں یومیہ.....!“

”یہ بات ہے.....؟ اچھا میں دیکھوں گا..... باس کی دھجیاں اڑ جائیں، وہ کون ہوتا ہے دخل

دینے والا.....!“

”آپ بھی وہی کہہ رہے ہیں، جو وہ کہتا ہے۔!“

”اچھا..... بس چلتے پھرتے نظر آؤ۔!“

”ذرا اس سے پوچھ لیجئے گا..... ساری رات بھوں بھوں روتا کیوں رہا تھا۔ چین سے سونے

بھی تو نہیں دیتا کم بخت.....!“

سلیمان چلا گیا اور عمران نے جوزف کے کمرے کے دروازے پر جا دستک دی۔

اس نے دروازہ کھولتے ہوئے گلوگیر آواز میں اسے سلام کیا۔!

”کیا رات پیٹ میں درد تھا.....؟“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں تو باس.....!“

”پھر کیوں روتا رہا تھا.....!“

”وہ سفید سویرا خواب میں نظر آئی تھی.....!“

”اگرے تو اس میں رونے کی کیا بات تھی.....!“

”کون کہتا ہے کہ روتا رہا تھا..... میں میں تو دعا پڑھ رہا تھا..... تاکہ تم پر کوئی مصیبت نازل نہ

ہو اور باس اب مجھے کچھ یاد آتا ہے کہ میں نے شاید اسے کہیں مادام روشی کے ساتھ دیکھا تھا۔!“

”اب یاد آئی ہے یہ بات تین دن بعد....!“

”میرا خیال ہے کہ خواب ہی میں کوئی ایسی چیز بھی نظر آئی جس نے مجھے یاد دلایا....!“

”جج باکمال آدمی معلوم ہوتا ہے....!“

جوزف نے دانت نکال دیئے۔!

ڈاننگ روم میں واپس آکر اس نے فون پر روشی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ پہلا گھر کے نمبر رنگ کئے پھر آفس کے.... وہ آفس میں موجود تھی.... عمران کی آواز سنتے ہی چپکی

”جب بھی شدت سے تمہاری ضرورت محسوس ہوتی ہے تم خود ہی متوجہ ہو جاتے ہو۔!“

”کوئی خاص بات....!“

”بے حد خاص....!“ روشی نے جواب دیا.... ”کیوں نہ ہم ساتھ ہی لہج کریں۔!“

”ایک گھنٹے بعد لہج سے زیادہ خاص بات اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔!“

”ہانگ کانگ کیسا ہے گا۔!“

”وہاں کا چکن سوپ مجھے پسند ہے....!“

”تو پھر ٹھیک ایک بجے....!“

”او کے....!“ عمران نے ریسیور رکھ دیا۔

وہ مسلسل اس آواز کے بارے میں سوچے جا رہا تھا جس نے ظفر الملک، جوزف اور جیمہ شاہ آباد پولیس اسٹیشن سے رہائی دلائی تھی۔!

اگر وہ لڑکی ہی کا کوئی ساتھی تھا تو اس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ لڑکی ٹائر فلیٹ ہو جا۔

بہانے راستے میں ظفر الملک کی ہی منتظر تھی۔!

اگر یہ حقیقت تھی تو ظفر کسی سازش کا شکار ہوا ہے.... جو شاید یہیں تک محدود نہ رہے۔

ٹھیک ایک بجے وہ ہانگ کانگ ریستوران پہنچ گیا.... جہاں روشی اس کی منتظر تھی۔

”تم نے مجھے کیوں فون کیا تھا....؟“ وہ اسے ٹولنے والی نظروں سے دیکھتی ہوئی بولا

”قصہ ہے ریٹالیو کا....!“

”خداوند!.... کیا تم جج بھوت ہو....!“

”ایسا بھوت جس کی لنگوٹی ہر جگہ رہ جاتی ہے۔!“

”نہیں بتاؤ.... تمہیں کیونکر معلوم ہوا کہ میں تم سے اسی سلسلے میں ملنا چاہتی ہوں....؟“

”کسی نے کبھی تمہیں اس کے ساتھ دیکھا تھا....!“

”کس نے دیکھا تھا....؟“

”کیا یہ بتانا ضروری ہے....؟“

”نہیں.... لیکن تم اس کے بارے میں مجھ سے کیا معلوم کرنا چاہتے تھے....؟“

”میری بات چھوڑو.... تم اپنے کسی مسئلے کے لئے مجھ سے ملنا چاہتی تھیں۔!“

روشی کچھ کہنے ہی والی تھی کہ دیٹر آگیا.... وہ اسے مطلوبہ اشیاء تحریر کرانے لگی۔!

اس کے چلے جانے پر عمران بولا۔ ”وقت کم ہے.... اگر تم اس بحث کو چھوڑ کر اپنی دشواری کی طرف آ جاؤ تو بہتر ہو گا۔!“

”لمبی کہانی ہے....!“

”اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ وقت نہ ضائع کرو....!“

”تم نے ایک سفارت خانے کے ملٹری ایٹچی کی موت کے بارے میں سنا ہو گا۔!“

”سنا ہے....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔!

روشی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ ”تم کبھی ملٹی فام انٹرپرائز کی زمینوں کی طرف گئے ہو۔!“

”ہاں شاید کبھی گذرا ہوں ادھر سے۔!“

”وہاں مسز گوہن کا بھی ایک فارم ہے.... وہ بندروں اور خرگوشوں کی افزائش کرتی ہے۔!“

”خوب....!“

”میرے اس سے اچھے مرا سم ہیں....!“

”بندروں کی وجہ سے یا خرگوشوں کی وجہ سے....؟“

”دونوں کی وجہ سے.... بڑھاپے میں بھی یہی کروں گی۔!“

”جوانی میں کس نے منع کیا ہے۔!“

”اب خود موضوع سے ہٹ رہے ہو....!“ روشی جھنجھلا گئی۔!

”ہاں تو خیر.... پھر....؟“

”متونی ملٹری ایجنسی بھی اس کے دوستوں میں سے تھا۔ اسی کے توسط سے میں بھی ان سے متعارف ہوئی تھی.... میرا مطلب ہے ریٹا ولیمز اور ملٹری ایجنسی سے.... ریٹا ولیمز کب اسکے ساتھ ہوتی... بیٹے کی آخری راتیں وہ دونوں عموماً مسزگوہن کے فارم ہی میں گزارتے ہیں“

”کیا وہ ایک دوسرے سے وہ کرتے تھے....؟“

”کیا تم اب بھی محبت کو گالی ہی سمجھتے ہو....!“

”عملی گالی....!“

”خیر چھوڑو....!“ روشی ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ ”تم ہمیشہ گدھے ہی رہو گے نہیں جانتی کہ وہ اس معاملے میں مخلص تھے یا نہیں اور مجھے ان سے سروکار بھی کیا.... جائیں جہنم میں.... میں تو مسزگوہن کے لئے پریشان ہوں۔!“

”ان کا بھی جغرافیہ بتاؤ....!“

”ایک سادہ معصوم عورت ہے.... میں چاہتی ہوں کہ اس پر کوئی آنچ نہ آنے پائے جس نے تمہیں ریٹا کے ساتھ دیکھا تھا.... میرا خیال ہے کہ وہ اس فارم کی طرف گیا ہوگا۔!“

”کئی بار ایسا ہوا ہے کہ ہم سب فارم سے اکٹھے آئے ہیں ہو سکتا ہے انہیں مواقع پر دیکھا ہو۔!“

”اب مسزگوہن کو کیا تکلیف ہے....؟“

روشی نے کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ ویٹر پہلا کورس لے آیا تھا۔!

اس کے چلے جانے پر بولی ”وہ بہت زیادہ خائف ہے۔!“

”پولیس کی پوچھ گچھ سے ڈرتی ہے....؟“ عمران نے سوال کیا۔

”میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہے....!“

”ہوں.... تو تم اس کی خوف زدگی کی وجہ جانتا چاہتی ہو....!“

”میں اس کی وجہ بھی جانتی ہوں.... کچھ نامعلوم لوگ اس کی نگرانی کر رہے ہیں

کا تعلق مقامی پولیس سے ہے اور نہ اس سفارت خانے سے، میں اس کی تصدیق کر چکی ہو

”مقامی لوگ ہیں....؟“

”نہیں.... غیر ملکی....!“

”ریٹا ولیمز سے اب کہاں ملاقات ہو سکے گی....؟“

”کیا تم نے اخبارات میں نہیں پڑھا کہ وہ اپنی گاڑی سمیت سمندر میں غرق ہو گئی۔!“

”اخبار والے تو کسی دن پوری دنیا کو کسی دوسرے سیارے کے سمندر میں غرق کر دیں گے۔!“

”کیا مطلب....؟“

”اس کا کوئی واضح ثبوت نہیں مل سکا کہ غرق ہوتے وقت وہ خود بھی گاڑی میں موجود تھی۔!“

روشی کچھ نہ بولی.... تھوڑی دیر بعد عمران نے پوچھا۔!

”کیا ان دونوں میں کچھ ان بن ہو گئی تھی....؟“

”پتا نہیں.... اس سلسلے میں مسزگوہن بھی کچھ نہیں بتا سکی۔!“

”سوال یہ ہے کہ اگر کچھ غیر ملکی اس کی نگرانی کر رہے ہیں تو وہ اس کی رپورٹ پولیس کو

کیوں نہیں کرتی۔!“

”میں یہی معلوم کرنا چاہتی ہوں....!“

”اس لئے مجھ سے ملنا چاہتی تھیں....!“

”ہاں.... آں....!“

”تمہیں اس سے کیا فائدہ ہوگا....؟“

”میں جو خرگوش پالوں گی وہ انڈے دینے لگیں گے....!“ روشی پھر جھنجھلا گئی۔

”ماشاء اللہ.... بلکہ انشاء اللہ....!“

”بور مت کرو....!“

لنچ سے فارغ ہو جانے تک پھر روشی نے یہ ذکر نہیں چھیڑا تھا۔ عمران بھی خاموشی سے

کھاتا رہا تھا۔! روشی کے انداز سے معلوم ہوتا تھا جیسے اس ملاقات سے اسے مایوسی ہوئی ہو۔!

”مسزگوہن کی عمر کیا ہے....؟“

”عمر سے تمہیں کیا سروکار۔!“

”اگر کم سن ہو تو نگرانی کرنے والے عشاق بھی ہو سکتے ہیں۔!“

”اگر تم ڈھنگ کی کوئی بات نہیں کر سکتے تو اس معاملے کو یہیں ختم کر دو....!“

”ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں..... مسزگوہن کو..... اور ہاں کیا ملتری ایچی سے اس کے ایسے تعلقات تھے کہ وہ اسے اپنے کسی راز میں شریک کر سکتا.....؟“

”یہ ایک کام کی بات پوچھی ہے تم نے..... ہاں میرا خیال ہے کہ وہ اسی بناء پر خائف ہے شاید کسی معاملے میں اس کی رازدار بھی تھی.....!“

”غالباً اب میں کسی قدر دلچسپی محسوس کر رہا ہوں.....!“

روشی کا چہرہ کھل اٹھا.....!



مسزگوہن تیس سال سے زیادہ کی نہ رہی ہوگی۔ خاصی قبول صورت اور صحت مند عورت تھی۔ اس کے ملنے والوں کا خیال تھا کہ وہ ایک ایمان دار اور نیک سیرت عورت ہے۔ تین سا پہلے اس کا شوہر ٹریفک کے حادثے کا شکار ہو کر اسے تنہا چھوڑ گیا تھا!

اب وہ چند ملازمین کی مدد سے فارم کی دیکھ بھال کرتی تھی..... بندروں اور خرگوشوں ایکسپورٹ سے اسے اچھی خاصی آمدنی ہو جاتی تھی!

قیام بھی فارم ہی میں تھا..... یہ بڑی پُر فضا جگہ تھی..... کبھی کبھی اس کے شہری دوسرے چھٹیاں گزارنے وہاں آ جاتے..... اس طرح کچھ دنوں کے لئے خاصی چہل پہل ہو جاتی!

وہ ہنس کھ اور ملن سار تھی..... لیکن پچھلے تین دنوں سے اس کے چہرے پر گہرے فکر آثار پائے جاتے تھے..... کبھی کبھی خوف زدہ سی بھی نظر آنے لگتی۔ اس وقت بھی وہ رہا عمارت کے برآمدے میں کھڑی خوف زدہ نظروں سے سڑک کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ ایک گاڑی عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی اور قریب پہنچی تو مسزگوہن کا چہرہ کھل اٹھا۔

”ہلو..... روشی.....!“ وہ چہکتی سی آواز میں کہتی ہوئی برآمدے سے نیچے اتر گئی اور خود روشی کی طرف کا دروازہ بھی کھولا!

روشی کے ساتھ ایک مرد بھی تھا..... فوری طور پر وہ اس کی طرف خصوصی توجہ نہ دے سکی..... لیکن جب دونوں گاڑی سے اتر کر نشست کے کمرے میں آئے تو روشی نے اسے تعارف کراتے ہوئے کہا۔ ”یہ میرے بہت پرانے دوست مسٹر علی عمران ہیں تم نے ذکر کیا تھا تمہارے بندروں میں کسی قسم کی بیماری پھیل رہی ہے..... یہ بندروں پر اتھارٹی ہیں!“

”اوہ..... بڑی خوشی ہوئی.....!“ مسزگوہن نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا اور جب اس نے پوری طرح اس کا جائزہ لیا۔ خوش شکل جوان تھا لیکن چہرے پر تیزی سی چھائی ہوئی تھی..... اول درجے کا بیوقوف معلوم ہوتا تھا۔

روشی کہہ رہی تھی۔ ”ہم تین چار دن یہاں گذاریں گے۔!“

”اوہ..... ضرور..... ضرور.....!“ مسزگوہن خوش ہو کر بولی۔ ”میں بڑی شدت سے تنہائی محسوس کر رہی تھی۔!“

”یہ بہت اچھے پاسٹ اور ستاروں کی چال سمجھنے والے بھی ہیں۔!“

روشی نے تعارف کے سلسلے کو آگے بڑھانے کے لئے کہا۔

”چمچ.....!“ مسزگوہن نے مزید گرم جوشی سے عمران کا ہاتھ دبایا.....!

”تم دیکھ ہی لوگی.....!“

عمران کے ہونٹوں پر جھینپی جھینپی سی مسکراہٹ تھی۔

”لیکن بہت کم سخن معلوم ہوتے ہیں.....!“ مسزگوہن بولی۔

”بولنے پر آتے ہیں تو کسی کی بھی نہیں سنتے.....!“ روشی نے ہنس کر کہا۔

اور تھوڑی دیر بعد عمران نے اس کے اس قول کی تصدیق کر دی تھی..... بندروں پر گفتگو شروع ہوئی تو چمچ اس نے مسزگوہن کو خاموشی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔

وہ حیرت سے اس کا منہ نکلے جا رہی تھی۔ ساری دنیا میں پائے جانے والے بندروں کی مختلف اقسام اور ان کی عادات و خصائل پر اس طرح لیکچر دے رہا تھا جیسے بندروں کی ”اقسام متحدہ“ کا صدر آدمیوں سے مخاطب ہو..... جی بھر کے دماغ چاٹ چکنے کے بعد مسزگوہن کے بندروں میں پائی جانے والی بیماری سے متعلق استفہار کیا۔

”پچھلے پندرہ دن سے..... روز صبح ایک بندر مردہ ملتا ہے..... ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔!“

مسزگوہن بولی۔!

”کسی بندر کی لاش کا ڈاکٹری معائنہ بھی کر لیا.....!“ عمران نے پوچھا۔

”ظاہر ہے..... لیکن رپورٹ عجیب و غریب ملی تھی جو دم گھٹ کر مرنے کی کہانی سناتی ہے۔!“

”ڈرر رپورٹ مجھے دکھائیے.....!“

رپورٹ کے مطابق اس بندر کی موت گلا گھونٹنے جانے کی بناء پر واقع ہوئی تھی۔!

”کیا آج صبح بھی کوئی لاش ملی ہے....؟“

”ہاں.... آج بھی....!“

”کہاں ہے....!“

”صفائی کرنے والا کہیں پھینک آیا ہوگا....!“

”خیر میں دیکھوں گا کہ اس سلسلہ میں کیا کر سکتا ہوں....!“

”کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ان بندروں ہی میں سے کوئی دوسرے بندروں کا گلا گھونٹتا رہے“

ہو۔! روشنی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔!

”پہلے میں نے یہی قیاس کیا تھا....!“ مسز گوہن بولی۔ ”لیکن اس کے ثبوت میں کوئی“

علامت نظر نہیں آئی۔!“

”علامت سے کیا مراد ہے....!“ روشنی نے سوال کیا۔

”غالباً آپ یہ کہنا چاہتی ہیں مسز گوہن کہ بندروں میں آپ کو ایک بھی زخمی نظر نہیں

آیا....!“ عمران بولا۔!

”یقیناً.... یقیناً....!“

عمران نے روشنی کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”اگر تم میرا گلا گھونٹنے کی کوشش کرو تو میں بندر

ہوتے ہوئے بھی تمہارا منہ دبوچ لوں گا۔!“

بہر حال عمران نے دوپہر کے کھانے سے قبل تک خاصی عقل مندی کی باتیں کی تھیں۔۔

لیکن سہ پہر کو مسز گوہن نے محسوس کیا جیسے اس کی شخصیت ہی بدل گئی ہو.... گاؤدی پن

باتیں کرنے لگا تھا اور چہرے پر برسنے والی حماقت کچھ اور گہری ہو گئی تھی۔!

روشنی نے مسز گوہن کو بہت زیادہ حیرت زدہ دیکھا تو الگ لے جا کر بولی.... ”بس“

دشواری ہے اس شخص کے ساتھ.... ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وقفے وقفے سے عقلمندی اور بیوقوف

کے دورے پڑتے ہیں۔!“

”بحیثیت مجموعی دلچسپ آدمی ہے....!“ مسز گوہن مسکرا کر بولی۔ ”تم اس وہم میں نہ

کہ تمہارے ساتھ اس کی آمد مجھے ناگوار گذری ہے۔ میں تو یہی مراد جیسے لوگوں کو بھی برداشت

کر لیتی ہوں۔!“

عمران ٹھیک اس وقت اس کے قریب پہنچا تھا جب مسز گوہن یہی مراد کا حوالہ دے رہی تھی۔

انداز ایسا ہی تھا جیسے اچانک کوئی بات یاد آئی ہو اور کچھ پوچھنے کے لئے ان کے پاس دوڑا آیا ہو۔!

”معاف کیجئے گا دخل اندازی پر....!“ اس نے مسکری شکل بنا کر کہا۔ ”آپ کے پڑوس میں

کسی کے پاس کوئی ٹرینڈ بندر تو نہیں ہے۔!“

”نہیں.... کسی کے پاس کوئی ایسا بندر نہیں ہے....!“

پھر اچانک عمران پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا تھا.... جس نے اتنی شدت اختیار کر لی کہ روشنی کے

ہاتھ پیر بھی پھول گئے۔ مسز گوہن کے چہرے پر بوکھلاہٹ کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔

آخر کار عمران اپنی ہنسی میں بریک لگانے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔ ”وہ یہی مراد.... ابھی

آپ نے اس کا نام لیا تھا....!“

”ہاں.... ہاں.... تو پھر....!“ مسز گوہن کی حیرت اس کی آواز پر بھی اثر انداز ہوئی تھی۔!

”اگر آپ اسے اپنے بندروں کے کسی کٹھنرے میں بند کر دیں.... تو کیسی رہے گی۔!“

”ووہ....!“ مسز گوہن بھی ہنس پڑی۔ پھر سنجیدگی اختیار کر کے بولی۔ ”کیا آپ اسے جانتے ہیں۔!“

”شہر میں کون نہیں جانتا.... لیکن آپ جیسی شائستہ خاتون کے پاس اس کا کیا کام....!“

”میرے کچھ احباب اس میں دلچسپی لیتے ہیں۔!“

”وہ بھی اسی جیسے ہوں گے....!“

”نہیں میری ہی طرح شائستہ ہیں....!“

”لیکن.... میں نہیں سمجھ سکتا کہ شائستہ لوگ اسے کس طرح برداشت کرتے ہوں گے....؟“

”مجھے اس سے ہمدردی ہے....!“ مسز گوہن نے کسی قدر ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

روشنی نے عمران کو اشارہ کیا کہ وہ اس سلسلے میں گفتگو کو طول نہ دے۔ لہذا اس نے یہی مراد

سے پھر بندروں کی طرف چھلانگ لگائی۔ لیکن مسز گوہن دل برداشتہ سی نظر آنے لگی تھی۔ اس

لئے بات آگے نہ بڑھ سکی۔!



ظفر الملک کو ریٹا لیمز کی تلاش تھی.... اور وہ ابھی تک اس الجھن میں مبتلا تھا کہ عمران ایسے آدمی سے متعلق کیوں استفسار کر رہا تھا جس کی آواز کمپن فیاض کی آواز سے مشابہہ رہی اچانک اسے یاد آیا کہ ہی مراد کے حوالے پر عمران نے کہا تھا کیا یہ ممکن ہے کہ وہ گدہ بیٹھ کر اتنی جلدی کسی ایسی جگہ پہنچ سکے گا جہاں فون ہو.... آخر اس ریمارک کا کیا مطلب اس وقت اس نے اس پر توجہ نہیں دی تھی۔ کتنی جلدی....؟ یہ کس قسم کا جملہ تھا۔ اس کے منظر میں کیا تھا....!

اس نے فون پر عمران کے نمبر ڈائل کئے لیکن وہ گھر پر موجود نہیں تھا۔ اس کی الجھن بڑھتی رہی.... تو کیا ہی مراد کا بھی ان واقعات سے کوئی تعلق ہو سکتا ہے ایک بار پھر وہ ہی مراد کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ معلومات کے ذرائع ایسے تھے کہ اسے جلد ہی اس کے موجودہ ٹھکانے کا پتہ چل گیا۔ لیکن اسے حیرت ضرور ہوئی کیونکہ وہ ایک یورپین گھرانے کے ساتھ مقیم تھا۔ سوال یہ تھا کہ وہ اس حد تک پہنچنے کے لئے کیا طریقہ استعمال کرے۔ جیمنسن ساتھ تھا....! اس نے کہا ”اس میں پریشانی کی کیا بات ہے.... یورپائی نس.... گاڑی ان کی کوٹھی۔ فاصلے پر چھوڑ دیجئے گا.... پھانک پر کھڑے ہو کر آپ مینڈولن بجائیے گا میں حلق پھاڑوں؟ ظاہر ہے کہ وہ لوگ پیوں سے دلچسپی رکھتے ہیں ورنہ مراد وہاں کیوں ہوتا۔!“

”بعض اوقات تمہاری عقل کا بھی لوہا ناپڑتا ہے۔!“ ظفر مسکرا کر بولا۔ وہ اس عمارت کے پھانک پر جا پہنچے اور جیمنسن غیر ملکی انداز میں میر تقی میر کے خوبصورت شعر کو توڑنے مروڑنے لگا۔

”الٹی ہو گئیں سب تہ.... تہ.... تہ.... تہ.... بریں.... کک.... کک.... کچھ کک.... دوانے کا.... نے کا.... نے کام کیا.... دیکھا.... بھی دیکھا.... اس بیٹا.... اس بیٹا.... دل.... نے آ.... نے آ.... خراکام.... تمام کیا.... کیا....!“

وہ حلق پھاڑ کر چیخا رہا.... اور ظفر جھوم جھوم کر مینڈولن بجاتا ہوا.... تدبیر کارگر تھی.... وہ سب ہی مراد سمیت عمارت سے برآمد ہو کر پھانک پر جمع ہو گئے تھے.... ۴ بھی تھیں اور مرد بھی۔!

ہی مراد انہیں کینہ توڑ نظروں سے دیکھے جا رہا تھا.... دفعتاً آگے بڑھا اور جیمنسن کا گریبان پکڑ کر چیخا.... ”خاموش رہو....!“ جیمنسن خاموش ہو گیا اور ظفر کے ہاتھ بھی رک گئے۔ ”گائے دو.... گائے دو....!“ دوسروں نے بیک زبان کہا۔ ”میں گائے کو منع نہیں کرتا.... لیکن یہ ہمارے ایک بہت بڑے شاعر کو تباہ کر رہا ہے۔!“ ہی مراد بولا۔

”میں عالمی برادری کا قائل ہوں....!“ جیمنسن نے بے حد نرم لہجے میں کہا ”اگر کہو تو ابھی ورڈزور تھ اور بائرن کی قوالی کر کے رکھ دوں.... آخر میر صاحب کب تک طبلے اور سارنگی پر چلتے رہیں گے۔!“

”آہا.... آہا.... شاید میں تم دونوں کو پہچانتا ہوں....!“ دفعتاً ہی مراد خوش ہو کر بولا۔ ”تم نے میری جان بچائی تھی.... آؤ.... آؤ.... اندر چلو.... میں جسے بھی چاہوں اس چھت کے نیچے پناہ دے سکتا ہوں.... یہ سب انسانیت کے پرستار ہیں۔!“ پھر اس نے اپنے میزبانوں کو بتایا کہ وہ دونوں اس کے ہمدرد ہیں اس طرح ظفر اور جیمنسن عمارت میں داخل ہو سکے۔!

وہ سب بڑے زندہ دل لوگ تھے.... صاحب خانہ کا نام رچرڈ سن تھا ملکی اور غیر ملکی مشترکہ سرمایہ سے کام کرنے والی ایک فرم کا ڈائریکٹر تھا۔!

اس وقت یہاں کچھ مہمان بھی تھے.... ہی مراد نے ان کا تعارف بھی کر لیا اور ان میں ڈاکٹر انگھم کی شخصیت سب سے نمایاں تھی۔!

مضبوط جسم کا ایک قد آور آدمی تھا.... عمر پچاس کے قریب رہی ہوگی۔ لیکن آنکھوں سے نوجوانی کی سی توانائی جھلکتی تھی.... سرخ رنگ کی فرنج کٹ ڈازھی میں خاصا جیہہ لگ رہا تھا۔! اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی جس کا نام کورنیلیا تھا.... جسے وہ نیلی کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔ بڑی دلکش لڑکی تھی.... سفید فام ہی تھی.... لیکن اس کے بال گہرے سیاہ تھے.... اگر آنکھیں بھی سیاہ ہوتیں تو وہ مشرق ہی کے کسی حصے کی باشندہ معلوم ہوتی۔! نہ جانے کیوں ظفر محسوس کر رہا تھا جیسے اس نے اسے پہلے بھی دیکھا ہو۔!

”کیوں نہیں سنا..... پھر.....؟“

”یہ نواب زادہ ظفر الملک ہیں..... ان کے بھتیجے.....!“

”کیا ثبوت ہے.....؟“

”فون کر کے معلوم کر لیجئے..... کہ بھتیجے صاحب ہی ہو گئے ہیں یا نہیں.....!“

”جیمسن..... بکواس بند کرو.....!“ ظفر بولا۔ ”بزرگوں کا حوالہ نہ دو..... مجھ پر جو گزرے

لی بھگت لوں گا۔!“

ویسے ہی مراد کو ان کا طر فدار دیکھ کر ڈاکٹر انکھم بھی اس بات پر زور دینے لگا تھا کہ وہ اجنبی
نہی لیکن کسی قسم کی سازش میں ملوث نہیں ہو سکتے۔!



صبح بڑی خوش گوار تھی..... روشی اور عمران بندروں کے کٹہرے کے قریب چہل قدمی
کر رہے تھے۔!

”میں نے اتنا بڑا کٹہرا پہلے پہلے دیکھا ہے.....!“ عمران بچوں کے سے انداز میں خوش ہو کر
بولا۔ ”سات آٹھ سو بندروں سے کم نہ ہوں گے..... ذرا دیکھنا آج بھی کوئی لاش دکھائی دیتی ہے
بائیں۔!“

انہوں نے کٹہرے کے گرد چکر لگایا..... سبھی بندرا چھلتے کودتے نظر آئے۔

”کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہیں اس لئے یہاں لائی ہوں کہ تم بندروں کی موت کا سبب
معلوم کرو.....!“ روشی کچھ دیر بعد بولی۔!

”اچھا تو پھر.....؟“

”کسی طرح یہ معلوم کرو کہ آخر وہ خوف زدہ کیوں ہے..... یہ درست ہے کہ مرنے والا
فنی تاشی یہاں بھی آتا تھا..... وہ اس کی موت پر مغموں ہو سکتی ہے خوف زدہ ہو جانا کیا معنی رکھتا ہے۔!“
”تم نے دیکھا ہے کہ وہ اس کے ذکر پر فوراً موضوع بدل دیتی ہے۔!“ عمران نے ٹھنڈی
مانس لے کر کہا۔

”بچکل رات میں نے اس سے کچھ معلومات حاصل کی ہیں۔!“

”سنو میں یہاں صرف اس لئے آیا ہوں کہ ریٹا ولیز کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات

رات کے کھانے کے بعد وہ تمباکو نوشی کے کمرے میں آ بیٹھے..... یہاں کافی سرد
گئی۔

پھر ان دونوں سے گانے کی فرمائش ہوئی..... جیمسن نے اس بار ایک اشار لائٹ سیرے
شروع کیا..... ظفر مینڈولن بجا رہا تھا۔!

صاحب خانہ رچرڈسن کھڑکی کے قریب کھڑا ہو کر پائپ سلگانے لگا۔ کورنیلیا کرسی کے
پرائنگلیوں سے تال دے رہی تھی..... ڈاکٹر انکھم ایڑیاں بجا رہا تھا..... اور ہی مراد پر وجد کی
کیفیت طاری تھی۔

اچانک انہوں نے رچرڈسن کی چیخ سنی..... اور اٹھ کھڑے ہوئے نیلے رنگ کے ایک بڑے
ہاتھ نے رچرڈسن کی گردن دیوچر رکھی تھی۔!

ظفر مینڈولن پھینک کر اس کی طرف جھپٹا لیکن اتنی دیر میں ہاتھ پردے کے پیچھے غائب
ہو چکا تھا..... اور رچرڈسن کو انہوں نے فرش پر گرتے دیکھا۔!

ظفر نے پردہ ہٹا کر کھڑکی سے باہر چھانک لگائی..... برآمدے سے پھانک تک روشنی
روشنی تھی لیکن کہیں کوئی دکھائی نہ دیا..... ڈاکٹر انکھم اور ہی مراد بھی اس کے پیچھے پیچھے آئے۔
پھر انہوں نے عورتوں کی چیخیں سنیں اور دوبارہ عمارت کی طرف بھاگے رچرڈسن مرچ
اور اس کے خاندان والے بدحواس ہو کر چیخ رہے تھے۔

آدھے گھنٹے کے اندر اندر پولیس آگئی..... ظفر اور جیمسن ایک بار پھر دشواری میں
کیونکہ وہ ان لوگوں کے لئے اجنبی تھے اور ان کی شان نزول بھی مشتبہ تھی ویسے سبھی نے
رنگ کے بڑے سے ہاتھ کی کہانی سنائی تھی۔!

”وہ کسی آدمی کا ہاتھ تو نہیں ہو سکتا.....!“ ڈاکٹر انکھم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔!
جیمسن اور ظفر پر سوالات کی بوچھاڑ ہوتی رہی۔ دفعتاً ہی مراد بولا ”میں اس خاندان کے
اجنبی نہیں ہوں اور یہ دونوں میرے لئے اجنبی نہیں ہیں۔ دنیا میں گن رہنے والے لوگ
ہمیں سازشوں یا کشت و خون سے کیسا سروکار۔!“

”اور پھر ہماری بیک گراؤنڈ مضبوط ہے.....!“ جیمسن نے سب انسپکٹر سے کہا۔ ”کیا آ۔

نواب مظفر الملک کا نام نہیں سنا.....!“

حاصل کر سکوں.....!“

”آخر اس کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو.....!“

”وہ بھی غائب ہے.....!“

”نہیں.....!“

”تمہیں اس پر حیرت کیوں ہوئی.....!“

”دونوں ایک جان دو قالب کہلاتے تھے.....!“

”تب تو تمہیں اس پر حیرت نہ ہونی چاہئے ہو سکتا ہے اس نے بھی مارے غم چھپ چھپا کر خودکشی کر لی ہو۔ خیر ہاں تو تم نے اس سے کس قسم کی معلومات حاصل کی؟“

”ادھر ایک ایگر یکلچر سٹ ڈاکٹر انکھم رہتا ہے۔“ روشی بائیں جانب ہاتھ اٹھا کر اس کا بہت بڑا زراعتی فارم ہے..... فوجی اتاشی جب بھی ادھر آتا تھا..... ڈاکٹر انکھم

اس کی نگرانی کرتا رہتا تھا جیسے اسے اس کی طرف سے کسی قسم کا کوئی خدشہ ہو.....!“

”ہاں..... آں..... ہو سکتا ہے..... سوال تو یہ ہے کہ مسز گوہن کیوں خوف زدہ

دفعتاً انہوں نے دیکھا کہ مسز گوہن ان کی طرف دوڑی آرہی ہے.....!“

”سرپنٹ.....!“ عمران سر کھجاتا ہوا بڑبڑایا۔

”روشی..... روشی.....!“ وہ قریب آکر ہانپتی ہوئی بولی ”بہت بُرا حادثہ ہو گیا۔ اب رچرڈر

”اسے کیا ہوا.....؟“

”ابھی ابھی..... فون پر اطلاع ملی ہے..... پچھلی رات ایک حیرت انگیز ہاتھ۔

گھونٹ دیا۔!“

”حیرت انگیز ہاتھ نے.....!“ عمران نے احقانہ انداز میں دیدے نچائے.....!

”ہاں..... ایک بڑا سانپلے رنگ کا ہاتھ..... جسے انسانی ہاتھ باور نہیں کیا جاسکتا۔

”کس سے اطلاع ملی ہے.....!“ روشی نے پوچھا۔!

”مسز چرڈسن نے..... مجھے اس کے پاس پہنچنا چاہئے۔!“

”مجھے بھی..... بڑے اچھے لوگ ہیں.....!“ روشی مغموں لہجے میں بولی۔!

”کیا میں یہیں قیام کروں.....؟“ عمران نے ایسے لہجے میں روشی سے پوچھا۔

ہاتھ نہ دینا چاہتا ہو۔!

روشی نے مسز گوہن کی طرف دیکھا.....!

”کوئی مضائقہ نہیں.....!“ وہ جلدی سے بولی..... ”مہم شام تک واپس آجائیں گے..... انہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔!“

ناشتے کے بعد وہ دونوں شہر روانہ ہو گئی تھیں اور عمران وہیں رہ گیا تھا۔! اس نے اپنے مخصوص انداز میں ملازموں سے پوچھ گچھ شروع کی..... گویا اس قسم کے کسی موقعے کا منتظر تھا..... روشی نے شہر روانہ ہونے سے قبل اس بات پر حیرت ظاہر کی تھی کہ عمران نے کسی غیر معمولی نیلے ہاتھ کا ذکر سن کر بھی ان کے ساتھ جانے کی خواہش ظاہر نہیں کی۔!

اس پر عمران بولا تھا..... ”گھٹا گھوٹا چاچکا..... لاش یا تو مدفن کے لئے تیار ہوگی یا پوسٹ ملازم کی میز پر..... اب اس سے کیا فرق پڑتا ہے ہاتھ نیلا رہا ہو چاہے پیلا.....!“

دلیس ملازمین اس کی دلچسپ باتوں اور حرکتوں سے لطف اندوز ہوتے رہے اور وہ خود ان کے زہنوں کو کرید تار ہا..... گفتگو فوجی اتاشی اور اس کی سیکرٹری رینا ولیمز سے متعلق تھی۔!

”وہ لڑکی بڑی کائیاں تھی جناب۔!“ ایک ملازم نے اطلاع دی ”میں جانتا ہوں کہ وہ چھپ چھپ کر ڈاکٹر انکھم سے بھی ملتی تھی۔!“

”چھپ چھپ کر.....!“ عمران نے یقین نہ کرنے کے سے انداز میں کہا۔ ”ارے اسے کیا کی کاڈر پڑا تھا کہ چھپ کر ملتی.....!“

”کرمل صاحب کاڈر تھا جناب..... وہ ڈاکٹر انکھم کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے تھے.....“

میرا خیال ہے کہ ان کی آپس میں دشمنی بھی تھی۔!“

”ارے نہیں..... ایسا بھی کیا..... یہ لوگ پیار کی باتیں بھی کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے گھٹے کتوں کی طرح بھوک رہے ہوں.....!“ عمران نے ہنس کر کہا۔!

”یہ بات نہیں صاحب..... کرمل صاحب ڈاکٹر کو پسند نہیں کرتے تھے۔!“

”ڈاکٹر انکھم یہاں آتا ہے.....!“

”کبھی کبھی..... لیکن ہماری میم صاحب اس سے تعلقات رکھنا پسند نہیں کرتیں، مجبوراً ملاشتہ کرتی ہیں۔!“

”ارے..... ارے.....!“ ایک نے عمران کو لٹکارا.....! ”تم یہاں کس کی اجازت سے شکار کھیل رہے ہو!“

”اجازت.....!“ عمران احمقانہ انداز میں ہنس کر بولا ”ایئر گن کے شکار کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی.....!“

”تمہارے باپ کی زمین ہے.....!“ دوسرے نے کڑک کر سوال کیا۔
 ”پتہ نہیں..... پوچھ کر بتاؤں گا..... فی الحال راستہ چھوڑو..... اگلے کھیت میں گری ہوں گی۔!“
 ”پکڑ کر صاحب کے پاس لے چلو.....!“ ایک نے کہا اور عمران کے دونوں بازو مضبوطی سے پکڑ لئے گئے۔

”ارے..... ارے..... واہ بھی.....!“ وہ طاقت صرف کئے بغیر ان کی گرفت سے نکل جانے کے لئے مچلتا رہا..... وہ اسے کشاں کشاں عمارت کی طرف لئے جا رہے تھے اور پھر ڈاکٹر لکھم سے بڑبھڑ ہو گئی۔ رکھوالوں نے اسے بتایا کہ شکاری زبردستی پر آمادہ تھا۔!
 ”تمہیں جرأت کیسے ہوئی.....!“ لکھم عمران کو گھورتا ہوا غریب۔

”شیر نہیں فاختر مار رہا تھا..... اس میں جرأت کی کیا ضرورت.....!“

”بغیر اجازت تم نے میری زمینوں پر قدم کیسے رکھا.....!“

”فاختائیں نہ دکھائی دیتیں تو ہر گز قدم نہ رکھتا۔!“

”تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا.....؟“

”کیا میں صورت سے پاگل معلوم ہوتا ہوں.....!“

”الحق معلوم ہوتے ہو.....!“

”یہ اور بات ہے..... الحق پاگل نہیں ہوا کرتے..... پاگل پن تو سمجھ داروں کا مقدر ہے۔!“

”معافی مانگو اور آئندہ ادھر کارخ نہ کرنا.....!“

”معافی مانگ لینے کے باوجود بھی آؤں گا..... اتنی فاختائیں تو میں نے ان اطراف میں کہیں بھی نہیں دیکھیں۔!“

اتنے میں لڑکی باہر نکل آئی اس کے پیچھے ظفر، مراد اور جیمن بھی تھے۔

عمران کو دیکھ کر جیمن چونکا ہی تھا، کہ ظفر نے اس کا ہاتھ دبا دیا۔ لکھم نے ان کی طرف مڑ

”کیا وہ بہت بد معاش ہے.....؟“

”عمورتوں کے معاملے میں تو بد معاش ہی لگتا ہے سالا..... ہر مہینے سیکرٹری ہے..... تین چار روز سے ایک نئی دیکھی جا رہی ہے۔!“

”یار مجھے بھی دکھاؤ کیسی ہے.....؟“

”کیا آپ ڈاکٹر لکھم کو نہیں جانتے.....!“

”نہیں..... میں تو پہلی بار یہاں آیا ہوں.....!“

”بہت مغرور بھی ہے شاید آپ سے ملنا پسند نہ کرے۔!“

”اچھا یہ رچرڈ سن صاحب کون تھے..... جن کے پڑے کو تمہاری میم صاحبہ کو

”بہت اچھے آدمی تھے صاحب..... کرئل صاحب کے خاص دوستوں میں سے

میم صاحب سے بھی دوستی تھی۔ وہ شاید کسی سے بھی نفرت نہیں کرتے تھے.....

سے بھی ان کے تعلقات اچھے ہی تھے اپنے پاس بٹھاتے تھے..... ایک ہیں یہی

..... وہ رچرڈ سن صاحب ہی کے ساتھ یہاں آیا کرتے تھے۔!“

تھوڑی دیر بعد عمران نے ایئر گن اٹھائی اور باہر نکل کھڑا ہوا..... لکھم کے ف

کے لئے اسے کم از کم چار پانچ فرلاگ کا فاصلہ طے کرنا پڑا تھا۔

پھانک کے قریب پہنچا ہی تھا کہ ایک لمبی سی کار گرد اڑتی ہوئی مخالف سمت

پھانک کے اندر مڑ گئی۔

”اوہو.....!“ عمران کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔ کیونکہ پچھلی سیٹ پر جیمن

مراد نظر آئے تھے اور اگلی سیٹ پر ایک لمبیم شمیم سفید فام مرد کے ساتھ اس کی

رکھنے والی ایک لڑکی بھی تھی۔!

مزرگوہن کے ملازموں کے بتائے ہوئے محلے کے مطابق وہ ڈاکٹر لکھم ہی ہو

عمران نے کیاؤنڈ میں داخل ہونے کا ارادہ ترک کر دیا اور عمارت سے پرے

طرف جانکا..... عمارت یہاں سے زیادہ دور نہیں تھی۔

تازہ بوئے ہوئے کھیتوں میں فاختائیں چک رہی تھیں..... عمران نے انہیں

بنانا شروع کر دیا..... ایک ہی ہاتھ آئی تھی کہ فارم کے رکھوالے دوڑ پڑے.....!

کر کہا۔ ”یہ اتنا بے ہودہ آدمی ہے کہ معافی مانگنے کی بجائے سر پر چڑھا آرہا ہے۔“
 ”تم جھوٹے ہو.....!“ عمران نے اسی کے سے انداز میں کہا۔ ”میں تو اپنی جگہ سے
 انچ بھی نہیں ہلا..... سر پر چڑھنے کی کوشش کرتا تو تم فلیٹ ہو جاتے۔!“

”شٹ اپ.....!“

”اتنے زور سے نہ چیخو.....! میرا دل بہت کمزور ہے.....!“ عمران نے کچھ اس طرح
 لڑکی بے ساختہ ہنس پڑی اور جیمن ککھنے انداز میں دانت نکال کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔
 ٹھیک اسی وقت مسز گوہن کا ایک ملازم سائیکل دوڑاتا ہوا وہاں آ پہنچا۔ اس نے ڈاکٹر ا
 ہاتھ اٹھا کر سلام کرتے ہوئے عمران سے کہا۔ ”آپ کا فون آیا ہے صاحب.....!“
 ”ویل ٹم اس کو جاننا.....!“ ڈاکٹر ا لکھم نے ملازم سے پوچھا۔

”جی صاحب! ہماری میم صاحب کے مہمان ہیں..... روشی میم صاحب کے دوست
 ”اوہ..... مجھے بے حد افسوس ہے۔!“ وہ برآمدے سے نیچے اتر کر عمران سے ہاتھ
 بولا۔ ”میں نہیں جانتا تھا.....!“

”کس کا فون ہے.....!“ عمران نے ملازم سے پوچھا۔!

”روشی میم صاحب کا.....!“

”وہ دونوں اچانک اپنے کسی دوست کی موت کی خبر سن کر صبح شہر چلی گئی تھیں۔
 نے ڈاکٹر ا لکھم سے کہا۔!

”اچھا..... اچھا..... ہاں وہ ایک حیرت انگیز سانحہ تھا..... میں بھی وہیں سے آرہا،
 تو مس روشی نے وہیں سے فون کیا ہوگا..... تم یہاں سے اسے رنگ کر لو.....!“

”کیا ہو لڈ آن کر آئے ہو.....!“ عمران نے ملازم سے پوچھا۔!

”نہیں صاحب.....! میم صاحب نے نمبر لکھوا دیئے ہیں.....!“

”ٹھیک ہے.....! تو میں یہیں سے رنگ کر لوں گا..... تم جاؤ.....!“

ملازم چلا گیا..... یہ وہی تھا جس سے عمران کی تفصیلی گفتگو ہوئی تھی اس کے انداز
 معلوم ہوتا تھا کہ اس نے اس تجویز کو پسند کیا ہو۔

عمران ظفر کو اس دوران میں اشارہ کر چکا تھا کہ وہ دونوں اس کے لئے اجنبی بنے را

”میں ا لکھم ہوں.....!“ وہ دوبارہ عمران کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔ ”ڈاکٹر ا لکھم!“
 ”میں..... میں بطران.....!“

جیمن نے پھر منہ پھیر کر جارحانہ انداز میں دانت نکالے تھے۔!

لڑکی عمران کو توجہ اور دلچسپی سے دیکھ رہی تھی..... پی مراد کے رویے میں لا تعلقی تھی۔!
 وہ ڈرائنگ روم میں آئے..... ڈاکٹر ا لکھم نے فون کی طرف اشارہ کر کے رچرڈسن کے نمبر
 بتائے.....!

”ہیلو..... از ڈیر روشی..... لیس..... لیس..... اٹ از مران..... ہاں..... اوہ..... کیا بات
 ہے رات تک واپسی ہو سکے گی..... اچھا..... اچھا..... میں یہاں ڈاکٹر چیونگم کے ساتھ ہوں۔!“
 ”ا لکھم.....!“ ڈاکٹر ا لکھم پشت پر دھاڑا، اور عمران بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ ”ا لکھم
 ا لکھم..... اچھا..... اچھا..... بہت اچھا.....!“

ریسیور رکھ کر وہ اس طرح ہانپنے لگا تھا جیسے اپنی آواز ہی کے ساتھ خود بھی شہر تک دوڑنا چلا
 گیا ہو۔!

”کیوں کیا..... کوئی دوسری بُری خبر ہے.....!“ ڈاکٹر ا لکھم نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔
 ”وہ دونوں رات گئے تک واپس آئیں گی اور مجھے اس عمارت میں اکیلے بہت ڈر لگے گا۔!“

”فہاں کئی ملازمین ہیں.....!“

”سب اپنے اپنے کوارٹروں میں ہوں گے۔!“

”مرد ہو کر ڈرتے ہو.....!“

”عورت ہوتا تو بالکل نہ ڈرتا..... عورتوں کو کس بات کا ڈر ہو سکتا ہے۔!“

”اچھا تمہیں کس بات کا ڈر ہے.....!“ لڑکی پہلی بار اس سے مخاطب ہوئی۔

”کوئی پیچھے سے آکر ہاؤ کر دے تو.....!“

”اے تم ہمیں یہ قوف بنانے کی کوشش کیوں کر رہے ہو.....!“ ا لکھم نے ناخوش گوار لہجے
 میں کہا۔

”نہیں تو.....!“ عمران کے چہرے کا ہونق پن کچھ اور بڑھ گیا۔!

”میں نہیں سمجھ سکتا کہ روشی جیسی اساتذہ عورت تم جیسے ڈفر کو کیسے برداشت کرتی ہے۔!“

”آپ میری توہین کر رہے ہیں ڈاکٹر چیونگم.....!“
”م لکھم.....!“ وہ غرایا۔

”دبی دبی..... کیا فرق پڑتا ہے..... میری توہین تو ہو چکی..... میں ڈفر لگتا ہوں صو سے۔!“ عمران نے لڑکی سے سوال کیا۔!
”بالکل نہیں.....!“ وہ ہنس کر بولی۔ ”تم بہت اچھے ہو..... آؤ میرے ساتھ.....!“
وہ اس کا بازو پکڑ کر دوسرے کمرے میں کھینچ لائی۔
”بیٹھ جاؤ.....!“ ایک کرسی کی طرف عمران کو دھکیل کر کہا۔ ”بہت خوبصورت ہو..... ڈھیلے ڈھالے.....!“

”اسارٹ ہونے کا فائدہ بھی کیا.....؟“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔
”کیوں.....؟ فائدہ کیوں نہیں.....!“
”کوئی لڑکی پسند کرے گی..... پھر شادی کرنی پڑے گی..... اور میں بالکل الو ہو کر رہ جاؤں“
”کیا اب نہیں ہو.....؟“

”پھر توہین.....!“ عمران دونوں ہاتھوں سے سر پیٹ کر کہا۔
دفعتاً لکھم کمرے میں گھس آیا اور خاصے جارحانہ لہجے میں لڑکی سے بولا۔
”تم اسے یہاں کیوں لے آئی ہو.....!“
”میرے حسن کی تعریف کر رہی تھیں.....!“ عمران نے شرمناک کہا۔
”تم نکل جاؤ یہاں سے ورنہ سر توڑ دوں گا۔!“ ڈاکٹر لکھم دھاڑتا ہوا اس کی طرف عمران اس کی ٹانگوں کے نیچے سے نکل کر دوسری طرف جا کھڑا ہوا..... یہ اتنی پھرتی تھی کہ لکھم بوکھلا گیا..... البتہ لڑکی پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا تھا۔
”میں اب جا رہا ہوں..... میری ایئر گن کہاں گئی.....!“ عمران نے ایسے لہجے میں کچھ ہوا ہی نہ ہو۔!

”یہ آدمی پاگل معلوم ہوتا ہے.....!“ لکھم نے لڑکی سے کہا۔!
عمران ڈرائنگ روم میں آیا..... اور ایئر گن اٹھاتے ہوئے ہی مراد کو آنکھ ماری۔!
”کیا مطلب.....!“ ہی مراد ناخوش گوار لہجے میں بولا۔

”باہر چلو تو بتاؤں.....!“
”چلو.....!“ ہی مراد اٹھ کھڑا ہوا۔

دونوں باہر آئے..... عمران اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”تم یقین کرو یا نہ کرو..... وہ لڑکی مجھ پر عاشق ہو گئی ہے۔!“
”تم مجھ سے کیوں کہہ رہے ہو.....!“
”م لکھم کی کون ہے.....؟“
”میں نہیں جانتا..... مجھے ان فضولیات سے کوئی دلچسپی نہیں میں تو قوم کو جگانا چاہتا ہوں۔!“
”قوم کے بچکے کے نیچے ٹائم بم رکھ دو.....!“
”تم آخر ہو کیا چیز.....!“

”ناچیز..... آؤ چلو میرے ساتھ اگر ان فضولیات سے کوئی دلچسپی نہیں.....!“
”میں یہاں ایک خاص مشن پر آیا ہوں.....!“
”اچھا تو فی الحال برآمدے سے نیچے اتر چلو..... کیونکہ ڈاکٹر چیونگم نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔!“
”صاحب خانہ کی توہین کرو گے تو یہی ہو گا..... ویسے تم مجھے ضدی آدمی معلوم ہوتے ہو۔!“
”وہ دونوں تمہارے ساتھی.....!“ عمران نے ظفر اور جیمسن کے متعلق پوچھا.....!
”نہیں..... میرا خیال ہے کہ وہ دونوں سازشی ہیں..... کیا مسز گوہن نے تمہیں اپنے اس دوست کی موت کے بارے میں کچھ بتایا ہے جس کی ماتم پرسی کو وہ شہر گئی ہیں۔!“
”ہاں کہہ رہی تھیں کوئی بڑا سانپلا ہاتھ اس کا گلا گھونٹ گیا۔!“
”بالکل ٹھیک..... میں وہاں موجود تھا..... اور تھوڑی ہی دیر پہلے یہ دونوں رچرڈسن کے بھانجے پر کھڑے گا بجا رہے تھے انہیں اندر بلوایا گیا تھا.....!“
”یونہی..... خواہ مخواہ.....!“

”ہاں..... یہ سب بڑے زندہ دل لوگ ہیں.....!“ ہی نے کہا..... اور رچرڈسن والے حادثے کی تفصیل بتانے لگا اور پھر یہ بھی بتایا کہ ظفر اور جیمسن سے اس کی ملاقات اس سے پہلے کہاں ہوئی تھی۔!
”آہا..... تم ہی مراد تو نہیں ہو.....!“

”ہاں..... میں ہی ہوں.....!“

”تب تو بڑی اچھی بات ہے..... میں نے تمہاری بہت شہرت سنی ہے اور یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم نے قوم کی خدمت کا جو پروگرام بنایا ہے اس کی نوعیت کیا ہوگی.....!“

”سنو..... اس مسئلے پر ہم پھر کبھی گفتگو کر لیں گے..... میں اس وقت تمہارے ساتھ کب بھی چل کر تمہیں اپنا پروگرام سمجھا دیتا..... لیکن میں نہیں چاہتا کہ میری عدم موجودگی میں دونوں پر کچھ زیادہ ہی تشدد ہو جائے.....!“

”کیا مطلب.....!“

”الٹھم ان دونوں کو پولیس سے تو بچا لایا ہے لیکن اپنے طور پر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرے گا کہ وہ تو اس سازش میں شریک نہیں تھے۔“

”یار سنو..... یہ دونوں تمہارے ہم قوم ہیں.....“ عمران نے پر تشویش لہجے میں کہا۔

”یہی تو میں بھی سوچ رہا ہوں..... اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ وہ دونوں سچ مچ میری تلاش میں وہاں آئے ہوں۔“

دفعہ..... الٹھم کی دھاڑ سنائی دی..... ”ارے تم ابھی یہیں موجود ہو۔“

اور عمران بے حاشا پھانک کی طرف دوڑ پڑا..... دوڑتا چلا گیا..... انداز ایسا ہی تھا جیسے ڈبھاگا ہو۔ پھانک پر رک کر ایک بار مڑا تھا اور پھر دوڑنے لگا تھا..... وہ سبھی برآمدے میں آئے تھے۔



شام کے چھ بجے تھے..... عمران مسز گوہن کے مکان کے برآمدے میں آرام کر رہی تھی؛ دراز دھیرے دھیرے چپو گلم چل رہا تھا..... اچانک اسے ہی مراد دکھائی دیا..... جو اسی طرف تھا۔

عمران آرام کر سی سے اٹھ کر اس طرح آگے بڑھا جیسے اس کا استقبال کرنا چاہتا ہو۔

”میں دوڑتا ہوا آیا ہوں.....“ ہی مراد بولا..... وہ مری طرح ہانپ رہا تھا۔

”کیوں کیا ہوا.....؟“

”وہی ہوا..... جس کا خدشہ تھا.....! شام کی چائے میں انہیں کوئی نشہ آور چیز دی گئی

جب وہ بیہوش ہو گئے تو انہیں ایک درخت سے الٹا لٹکا دیا گیا ہے.....!“

”کیا وہ ہوش میں آگئے ہیں.....!“

”نہیں..... ہوش میں آنے کا انتظار کیا جا رہا ہے.....!“ ہی مراد دردناک لہجے میں بولا۔

”کچھ سوچو..... پتہ نہیں ان کے ساتھ کیا برتاؤ ہو.....!“

”چلو..... دیکھیں.....!“

”یوں چلنا خطرے سے خالی نہ ہوگا..... چھپ کر چلیں گے۔“

”لہل..... لیکن..... مم..... میں.....!“ عمران ہکھلایا۔

”مرد بنو..... اتنے ڈر پوک کیوں ہو.....!“ ہی مراد جھنجھلا گیا۔

”تو چلو..... چھپ کر چلیں.....!“

ہی مراد اسے عمارت کی پشت پر لے گیا۔ یہاں سے سرکنڈوں کی جھاڑیوں کا ایک گھنا سلسلہ دور تک پھیلتا چلا گیا تھا..... وہ اسی کی اوٹ میں الٹھم کے زراعتی فارم کی طرف بڑھتے رہے۔ ان کی رفتار خاصی تیز تھی اس لئے اس جگہ تک پہنچنے میں زیادہ وقت صرف نہیں ہوا تھا۔

ظفر اور جنمسن سچ مچ ایک درخت سے الٹے لٹکے نظر آئے..... لیکن آس پاس کوئی اور موجود نہیں تھا۔

اور وہ دونوں بے ہوش نہیں تھے..... ظفر جنمسن سے کہہ رہا تھا..... ”یو رہائی نس..... ایسی عیاشی کبھی خواب میں بھی نصیب نہ ہوئی ہوگی۔“

”کیا ہم خواب نہیں دیکھ رہے.....!“

”آپ خواب ہی دیکھ رہے ہوں گے..... لیکن مجھے یقین ہے کہ میں الٹا لٹکا ہوا ہوں۔“

”اس دعویٰ کی دلیل.....؟“

”آسمان نہیں دکھائی دیتا.....!“

”تب تو ٹھیک ہی ہوگا.....!“

”کیا ٹھیک ہوگا.....!“ جنمسن کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

”خاموش..... لڑکی ادھر آ رہی ہے.....!“

عمران نے بھی اسے دیکھ لیا تھا..... وہ خرماں خرماں اس درخت کی طرف چلی آ رہی تھی۔

یہ دونوں ایسی جگہ چپے ہوئے تھے جہاں سے دیکھ لئے جانے کا امکان نہیں تھا.....!

”شام بڑی خوش گوار ہے!“ ظفر نے لڑکی کو مخاطب کیا.....!

لڑکی کچھ نہ بولی..... انہیں بغور دیکھتی رہی..... ظفر نے کہا ”مہمان نوازی کا بہت شکر یہ! ہم اپنے گھر پر بھی اسی طرح آرام کرتے ہیں!“

”ہوں..... تو تم جانتے ہو کہ تمہارے ساتھ ایسا برتاؤ کیوں کیا گیا ہے!“

”لڑکی تلخ لہجے میں بولی.....!“

”صرف میں جانتا ہوں.....!“ جیمسن بول پڑا۔

”کیا جانتے ہو.....؟“

”تاکہ تمہیں اوپر سے بھی دیکھ سکیں!“

دفعۃً ڈاکٹر الگھم کی چنگھاڑ سنائی دی ”تم وہاں کیا کر رہی ہو.....؟“

لڑکی اچھل پڑی..... اور مڑ کر عمارت کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی لیکن اس نے وہ اختیار نہیں کیا تھا جدھر سے ڈاکٹر نمودار ہوا تھا.....!

”ہوش آگیا تم دونوں کو.....!“ اس نے قریب پہنچ کر طعنے لہجے میں پوچھا۔

”تم دیکھ ہی رہے ہو.....!“ ظفر لاپرواہی سے بولا۔

”اور اب تم مجھے بتاؤ گے کہ نیلی سے ماضی میں تمہارا کیا تعلق رہا ہے!“

”نیلی سے تعلق.....!“ ظفر کے لہجے میں حیرت تھی۔!

”ہاں..... کیا تم اسی کے لئے رچرچہ ڈن کے گھر نہیں پہنچے تھے!“

”شاید تم نشے میں ہو..... کل رات سے پہلے میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا.....!“

”تم جھوٹے ہو..... تم دونوں جس طرح ایک دوسرے کو دیکھتے ہو اس میں شناسائی کا، جاتا ہے!“

”تم بہت زیادہ وہی معلوم ہوتے ہو ڈاکٹر.....!“ ظفر ہنس کر بولا۔

”جب تک تم اعتراف نہیں کر لو گے اسی طرح لکے رہو گے۔!“ ڈاکٹر نے کہا اور عمار

طرف مڑ گیا۔

”یہ تو دوسرا ہی چکر معلوم ہوتا ہے!“ یہی مراد بڑ بولایا۔

عمران چپ چاپ الگھم کو جاتے دیکھتا رہا۔!

اب اندھیرا پھیلنے لگا تھا.....!

”تم کیا سوچ رہے ہو.....!“ یہی عمران کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

”یہ لڑکی..... کیا نام لیا تھا اس نے نیلی..... بڑی حرافہ معلوم ہوتی ہے..... دوپہر کو میرے حسن کی تعریف کرتی رہی تھی..... اور اب یہ چکر.....!“

”سوال تو یہ ہے کہ انہیں کیسے بچایا جائے.....!“

”لکے رہنے دو.....!“ عمران نے لاپرواہی سے کہا..... ”میں تمہاری طرح قوم کلورڈ نہیں رکھتا!“

”تم عجیب آدمی ہو.....!“

”مجھے درخت پر چڑھنا نہیں آتا.....!“ عمران نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔!

”میں چڑھوں گا..... درخت پر..... تم نیچے کھڑے رہنا..... اس کا دھیان رکھنا کہ کہیں وہ مر کے بل نیچے نہ گر پڑیں!“

”میں بتاؤں.....!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”انہیں اتار کر تم مجھے لٹکا دینا.....!“

”کیا بات ہوئی.....!“

”وہی کرو..... جو میں کہہ رہا ہوں..... ورنہ تم بڑی مصیبت میں پھنسو گے..... ڈاکٹر کا کوئی ملازم اس کی جرات نہیں کر سکتا لہذا ان لوگوں کا خیال تمہاری ہی طرف جائے گا۔!“

”تم ٹھیک کہتے ہو..... لیکن پھر تمہارا کیا ہو گا.....؟“

”میری فکر نہ کرو..... لوگ یو قوف سمجھ کر معاف کر دیتے ہیں۔!“

پھر یہ کام بڑی پھرتی سے ہوا تھا..... عمران ان دونوں کو جھاز یوں کے پیچھے لے جا کر بولا تھا۔!

”یہ لیجئے..... میری گاڑی کی کنجی..... بس یہاں سے سیدھے چلے جائیے گا.....! آگے ایک عمارت ہے اس کی کپاؤنڈ میں کھڑی ملے گی..... اب نہ دکھائی دیجئے گا ان اطراف میں۔!“

وہ دونوں خاموشی سے رخصت ہو گئے تھے۔!



اس بار نیلی اور ڈاکٹر الگھم ساتھ آئے تھے..... عمران نے پیردوں کی چاپ سن کر ڈرے ڈرے سے انداز میں چیخیں مارنی شروع کر دی تھیں۔! لیکن شائد وہ دونوں اندھیرے میں یہ نہیں

دیکھ سکے تھے کہ اب صرف ایک ہی آدمی درخت سے الٹا لٹکا ہوا ہے۔!

اچانک اس پر نارنج کی روشنی پڑی اور وہ زور سے چیخا.....! ”ارے باپ رے۔!“

”ہائیں.....!“ یہ ڈاکٹر الٹھم کی آواز تھی..... ”تم کہاں.....!“

”خدا کے لئے مجھے بچاؤ.....!“ عمران گھٹکیا۔

”وہ دونوں کہاں ہیں.....!“ الٹھم دھاڑا۔

”اس مصیبت سے نجات دلاؤ تو بتاؤں.....!“

”نہیں.....!“ یہ لڑکی کی آواز تھی۔ ”پہلے تم بتاؤ.....!“

”میری گردن ٹوٹی جا رہی ہے..... اتارو..... مجھے..... مم..... میں مر رہا ہوں.....

عمران نے گھٹی گھٹی سی آواز میں کہا۔!

کچھ دیر بعد الٹھم کے ملازم اسے درخت سے نیچے اتار رہے تھے۔!

زمین پر قدم رکھتے ہی وہ لڑکھڑایا اور ڈھیر ہو گیا..... الٹھم اسے اٹھوا کر عمارت میں لایا۔

عمران نے اپنی ”بے ہوشی“ برقرار رکھی اور ان دونوں کی گفتگو سنتا رہا..... لڑکی کہہ رہی

”یہ بہت بُرا ہوا..... یہ کم بخت نہ جانے کون ہے..... اور کیا کرتا پھر رہا ہے۔!“

”ہوش میں آنے دو..... سب معلوم ہو جائے گا.....!“ الٹھم بولا۔! عمران نے اس

لہجے میں فکر مندی محسوس کی تھی۔!

کچھ دیر بعد وہ بوکھلا کر نہ صرف اٹھ بیٹھا بلکہ وہاں سے نکل بھاگنے کی کوشش

ڈالی..... الٹھم نے چھٹ کر اسے پکڑ لیا۔!

”مم..... مرا..... بچاؤ..... بچاؤ.....!“ عمران چیخنے لگا.....!

”اے اب ہوش میں آ جاؤ ورنہ جان سے مار دوں گا۔!“

”کیوں..... کیوں.....؟“ عمران ہونٹوں کی طرح اس کی شکل دیکھنے لگا۔!

”وہ دونوں چور کہاں گئے.....!“ الٹھم اسے جھنجھوڑ کر دھاڑا۔!

”چچ..... چور.....!“

”ہاں..... چور..... مہمان بن کر آئے تھے اور میرا پرس لے بھاگنے کی کوشش کی تھی

میں نے سزا کے طور پر انہیں الٹا لٹکا دیا تھا.....!“ الٹھم غرایا۔

”صرف چور ہی نہیں بلکہ وہ ڈاکو اور قاتل تھے.....!“ عمران خوف زدہ سی آواز میں بولا

”مگر تم کیوں لٹکے ہوئے تھے ان کی جگہ.....!“ لڑکی نے نرمی سے پوچھا۔

”پپ..... پانی..... ایک گلاس پانی..... میرا دم گھٹا جا رہا ہے۔!“

پانی منگوایا گیا..... عمران اب بھی بالکل اسی طرح چاروں طرف دیکھے جا رہا تھا..... جیسے اپنی

آنکھوں پر یقین نہ آ رہا ہو۔!

پانی پی کر وہ یکنفٹ بولنے لگا..... ”میری شامت ہی آئی تھی کہ شام کو ٹھہتا ہوا ادھر آنکلا

تھا..... ان دونوں کو درخت سے لٹکا دیکھ کر قریب سے ان کی خیریت معلوم کرنے کی

سوچھی..... وہ میری خوشامد کرنے لگے کہ انہیں اس مصیبت سے نجات دلاؤں..... میں نے

پوچھا.....! مصیبت آئی کیوں تو بولے یہ ڈاکٹر الٹھم پاگل معلوم ہوتا ہے یونہی خواہ مخواہ اپنے

نوکر کو حکم دے دیا کہ ہمیں باندھ کر لٹکا دیں..... مجھے ان پر ترس آیا..... اور میں درخت پر

چڑھ گیا..... رسی ڈھیل کر کے انہیں زمین پر پہنچایا اور جب درخت سے اترا تو دونوں مجھ پر ٹوٹ

پڑے اور میرا گلا گھونٹنا شروع کر دیا.....! بس اتنا ہی یاد ہے..... دوبارہ ہوش آیا تو خود میں الٹا

لٹکا ہوا تھا.....!“

”نہیں..... نہیں.....!“ لڑکی بولی..... ”یہ بے چارہ رحم کے قابل ہے۔!“

”مجھ پر رحم کیا تو خدا تم پر بھی رحم کرے گا.....!“ عمران روہانسا ہو کر بولا۔

”چلے جاؤ..... نکلو یہاں سے ورنہ جج مار ڈالوں گا.....!“

”اندھیرے میں اکیلے تو نہ جاسکوں گا.....!“ عمران نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔!

”واقعی بہت ڈر پوک ہو.....!“ لڑکی ہنس پڑی۔

”اندھیرا نہ ہو تو بالکل نہیں ڈرتا.....!“

”تم خواہ مخواہ اس کی طرف داری کر رہی ہو.....!“ الٹھم نے لڑکی کو گھورا۔!

”صورت ہی سے یتیم معلوم ہوتا ہے.....!“ لڑکی بولی۔

”دوبارہ یتیم ہو چکا ہوں.....!“

”دوبارہ کیسے.....؟“

”یہ نہ بتاؤں گا..... میرا ذاتی معاملہ ہے.....!“

”میں کہتا ہوں تم خاموش کیوں نہیں رہتیں.....!“ الٹھم نے پھر لڑکی کو ڈانٹا.....!

ہامیاں پاؤ گے۔“

”کبھی آدمیوں میں نہیں رہے۔۔۔۔!“ لڑکی بول پڑی۔

”آج تک کوئی ملا ہی نہیں۔۔۔۔!“

”تم ٹھیک کہتے ہو گے۔۔۔۔ مجھے بھی آج تک کوئی نہیں ملا۔“ پی مراد بولا۔

”اپنے جیسے رچھ تو ملے ہی ہوں گے۔۔۔۔!“ لڑکی نے ہنس کر کہا۔

”الکھم دروازے کے قریب کھڑا تھا۔۔۔۔ اچانک اس کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی اور وہ

اچھل کر دور جاگرا۔۔۔۔ عمران نے دروازے میں ایک بڑا سانپ رنگ کا ہاتھ دیکھا تھا۔۔۔۔!

وہ دروازے کی طرف چھٹا۔۔۔۔ ہی مراد ڈاکٹر الکھم کی جانب دوڑ پڑا تھا۔ لڑکی کھڑی چیخیں مارتی تھی۔!

”زندہ ہے۔۔۔۔ زندہ ہے۔۔۔۔!“ دفعتاً ہی مراد چیخا۔!

لڑکی اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔۔۔۔ ڈاکٹر فرش پر چٹ پڑا گہری گہری سانس لے رہا تھا۔!

اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ پلکیں جھپکائے بغیر چھت کو گھورے جا رہا تھا۔!

”ڈاکٹر۔۔۔۔ ڈاکٹر۔۔۔۔!“ لڑکی نے اس پر جھلکتے ہوئے آوازیں دیں۔!

ڈاکٹر نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔!

پی مراد اسے اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔!

”ارے وہ کہاں گیا۔۔۔۔!“ لڑکی یک یک چونک کر بولی۔!

”اس نے کچھ دیکھا تھا اسی کے پیچھے بھاگتا چلا گیا ہو گا۔۔۔۔!“ ہی نے کہا۔

”کیا دیکھا تھا۔۔۔۔؟“

”نپلا ہاتھ۔۔۔۔ کیا تم نے نہیں دیکھا تھا۔!“

”نہیں۔۔۔۔!“ لڑکی دوبارہ خوف زدہ نظر آنے لگی۔!

”ہاں وہی ہاتھ تھا۔۔۔۔ میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں۔!“

الکھم اٹھ بیٹھا تھا۔۔۔۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”اگر میں نے اسے دیکھ نہ لیا ہوتا تو

معاذ بھی وہی حشر ہوتا۔!“

وہ مزید کچھ کہنے والا تھا کہ باہر سے کسی گاڑی کے رکنے کی آواز آئی اور وہ استفہامیہ انداز میں

”اسے پال لو ڈاکٹر۔۔۔۔ جی پہلے گا۔!“ لڑکی اس کے لہجے کی پرواہ نہ کر کے اٹھلائی۔

”اوہ۔۔۔۔ میں یہ بھول ہی گیا تھا کہ یہ ایک اچھی پڑوسن کا مہمان ہے۔“ الکھم چونک کر

”اگر تم چاہو تو رات یہاں گزار سکتے ہو۔۔۔۔ میں مسز گوہن کو فون کر دوں گا۔!“

”بہت بہت شکریہ۔۔۔۔!“ عمران کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو چھلک آئے۔

لڑکی اس سے متاثر معلوم ہوتی تھی۔۔۔۔ اس نے کہا۔ ”رات کا کھانا ہمارے ساتھ کھاؤ

”بہت بہت شکریہ۔۔۔۔!“

اس کے بعد عمران نے چپ سادھ لی۔۔۔۔ الکھم وہاں سے چلا گیا تھا۔۔۔۔ لڑکی سانپ،

صوفے پر نیم دراز عمران کو ادھ کھلی آنکھوں سے دیکھے جا رہی تھی۔۔۔۔ اتنے میں ہی مراد داخل ہوا۔!

”تم کہاں تھے۔۔۔۔!“ لڑکی نے اس سے پوچھا۔!

”سکون کی تلاش میں دور تک نکل گیا تھا۔۔۔۔!“

”واپسی ہوئی یا نہیں۔۔۔۔!“ لڑکی نے ہنس کر سوال کیا۔!

”اب واپسی ناممکن ہے۔۔۔۔!“ وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا اور عمران کے قریب بیٹھ گیا

لڑکی اسے بتانے لگی کہ کس طرح دونوں قیدی فرار ہو گئے۔۔۔۔!

”ڈاکٹر نے غلطی کی۔۔۔۔ انہیں پولیس کے حوالے کر دینا تھا۔۔۔۔!“ ہی نے کہا۔

لڑکی کچھ نہ بولی۔۔۔۔ وہ پھر پہلے ہی کے سے انداز میں عمران کو دیکھنے لگی تھی۔۔۔۔!

بوکھلا کر کبھی چھت کی طرف دیکھتا اور کبھی ہی مراد کو دیکھنے لگتا۔۔۔۔!

”اسے اس طرح نہ دیکھو۔۔۔۔!“ ہی نے لڑکی سے کہا۔ ”یہ کیوڑی طرح معصوم ہے۔!

”جنگلی کمروں کی طرح حلق نہ پھاڑو۔۔۔۔!“ لڑکی نے غصیلے لہجے میں کہا اور اٹھ کر دو

کمرے میں چلی گئی۔

ہی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک ملازم نے آکر کھانے کے کمرے میں چلنے کو کہا۔

کھانے کے بعد ڈاکٹر الکھم نے پائپ سلگایا اور عمران کو گھورتا ہوا بولا۔

”تم تمباکو کیوں نہیں پیٹے۔۔۔۔!“

”والدین نے سکھایا ہی نہیں۔۔۔۔ میں بہت نالائق آدمی ہوں تم مجھ میں ایسی بہ

لڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔۔۔ اس کے بعد شاید پھر انجن اشارت ہوا تھا اور ایسا معلوم ہونے لگا جیسے وہ گاڑی سیدھی اسی کمرے میں گھسی چلی آ رہی ہو۔۔۔ اڈاکٹر بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔
اتنے میں دو ملازم عمران کو گھینٹے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے آٹو موبائیل انجن کی سی آدراصل عمران کے حلق سے نکل رہی تھی۔۔۔ پھر جیسے ہی ملازم رکے بریکوں کی سی چڑچڑاہمیں اس کے حلق سے نکلی۔!

”کیا ہے۔۔۔!“ ڈاکٹر انہیں گھورتا ہوا غرایا۔

”یہ جھاڑیوں میں گھسے ہوئے موٹر کی طرح گھر گھر رہے تھے۔!“ ایک نوکر بولا۔
اس اطلاع کے بعد عمران نے پھر وہی حرکت شروع کر دی۔۔۔ کبھی انجن کی آواز نکالتا کبھی ہارن کی۔۔۔ اس کے باوجود چہرے پر ہلاکی سنجیدگی طاری تھی۔!
”شاید خوف کی وجہ سے اس کا دماغ الٹ گیا ہے۔۔۔!“ ہی مراد نے ڈاکٹر سے کہا اور عمر کو ملازموں کی گرفت سے رہائی دلا کر ایک طرف بٹھادیا۔!
وہ اسے پر تشویش نظروں سے دیکھے جارہے تھے۔۔۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ڈاکٹر اپنی بھول گیا ہو۔!

”اسے چپ کر او۔۔۔ ورنہ میں بھی پاگل ہو جاؤں گا۔۔۔!“ ڈاکٹر نے خوف زدہ سے لہجہ ہی مراد سے کہا۔

ٹھیک اسی وقت تیسرے ملازم نے کمرے میں داخل ہو کر کسی خاتون کی آمد کی اطلاع دے کر اسے سٹنگ روم میں بٹھاؤ۔۔۔ لڑکی بولی۔۔۔ لیکن قبل اس کے کہ ملازم واپسی کے مڑتا روشنی اندر گھس آئی، عمران بدستور آٹو موبائیل انجن بنا ہوا تھا۔!
”یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ کیا ہے۔۔۔؟“ روشنی نے ان سبھوں کو گھورتے ہوئے کہا۔ ”مجھے معلوم تھا کہ یہاں میرے دوست کے ساتھ کوئی بُرا برتاؤ ہوا ہے۔!“

”خدا کے لئے اسے یہاں سے لے جاؤ۔۔۔!“ ڈاکٹر عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر بھرائی آواز میں بولا۔ ”ورنہ ہم سب پاگل ہو جائیں گے۔!“

”یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔ خاموش رہو۔۔۔!“ روشنی نے آگے بڑھ کر عمران کو جھنجھو ہوئے کہا۔!

”گھر۔۔۔ گھر۔۔۔ گھر۔۔۔ ہپ۔۔۔!“ عمران نے سختی سے ہونٹ بھیجنے لئے لیکن مری طرح کانپے جا رہا تھا۔

”ڈاکٹر۔۔۔!“ روشنی انکھم کی طرف مڑ کر بولی۔۔۔ ”تم نے اچھا نہیں کیا۔!“

”میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔۔۔ میں خود مرتے مرتے بچا ہوں۔!“

”پوری بات کیوں نہیں بتاتے۔!“

”مجھ پر بھی اس نیلے ہاتھ نے حملہ کیا تھا۔۔۔ یہ ڈر کر بھاگا۔۔۔ پھر میرے ملازموں نے

اسے جھاڑیوں سے نکالا جہاں چھپا ہوا یہ ایسی ہی آوازیں نکال رہا تھا۔!“

”نیلا ہاتھ۔۔۔!“ روشنی کے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آئے۔

”ہاں نیلا ہاتھ۔۔۔!“ ہی مراد بولا۔ ”تم براہ کرم اپنے ساتھی کو یہاں سے لے جاؤ۔۔۔ ہم

سب بہت پریشان ہیں۔!“

”نیلا ہاتھ تو ہم سب کی پریشانی ہے۔!“ روشنی نے خوف زدہ سی آواز میں کہا۔

”اس کی بات پر یقین نہ کرو۔۔۔!“ عمران انکھم کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”یہ مرچکا ہے

میں نے اسے مرتے دیکھا تھا۔!“

”اگر میں نے بے تحاشہ الٹی چھلانگ نہ لگائی ہوتی تو یقیناً اس وقت میرا جسم بے روح

ہوتا۔!“

”م۔۔۔ مجھے لے چلو یہاں سے۔۔۔!“ عمران روشنی کی طرف دیکھ کر گھکھکیلا۔

”چلو اٹھو۔۔۔!“

”اندھرے میں پیدل نہیں جاؤں گا۔!“

”گاڑی لائی ہوں۔۔۔!“

وہ دونوں تنہا باہر نکلے تھے کوئی انہیں رخصت کرنے کے لئے گاڑی تک نہیں آیا تھا۔!

واپسی پر روشنی نے پوچھا۔۔۔ ”کیا تم کسی درخت سے الٹے لٹکا دیئے گئے تھے۔!“

”تمہیں کیسے معلوم ہوا۔۔۔؟“

”مسز گوہن کے ایک ملازم نے بتایا تھا اسی لئے تو دوڑی چلی آئی تھی۔!“

”آہ۔۔۔ تم مجھے الٹا لٹکا دیکھنا چاہتی تھیں۔۔۔ اس لڑکی کے لئے میں سب کچھ کر سکتا ہوں۔!“

”اچھا.... تو یہ خود تمہاری حماقت تھی....!“ روشی نے غصیلے لہجے میں عمران سے کہا۔
 ”مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ مجھے ہی لٹکا کر بھاگ نکلیں گے۔!“
 ”اور پھر ہم سب نے دیکھا کہ اس منحوس ہاتھ نے ڈاکٹر کا خاتمہ کر دینے کی بھی کوشش کی....!“ لڑکی ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ ”ایسی صورت میں یہی تو سوچا جاسکتا ہے کہ ان دونوں کا اس ہاتھ سے ضرور کوئی تعلق تھا۔!“
 ”ڈاکٹر والے کارہا ہو گا.... دوسرا تو کافی خوبصورت تھا....!“ عمران نے اپنی رائے ظاہر کی۔!
 ”تم واقعی بالکل احمق ہو....!“ لڑکی جھنجھلا گئی۔
 ”خاموش رہو....!“ روشی نے عمران کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔!
 ”اور ہاں.... میں مسزگوہن سے بھی ملنا چاہتی ہوں....!“ لڑکی بولی۔
 وہ سنگ روم میں آئے.... مسزگوہن شاید روشی کی واپسی کی منتظر تھی انہیں دیکھتے ہی مومن سے اٹھ گئی۔
 فطری بات تھی کہ روشی سب سے پہلے ڈاکٹر الٹھم پر حملے ہی کا ذکر کرتی۔!
 مسزگوہن بہت زیادہ پریشان نظر آنے لگی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کچھ کہنا چاہتی ہو لیکن مناسب الفاظ نہ مل رہے ہوں۔
 روشی خاموش ہوئی تو الٹھم کی سیکریٹری نے کہا۔!“مسزگوہن ڈاکٹر نے کہا ہے.... اب میری زندگی کا کوئی اعتبار نہیں.... بچہ نہیں کون ہمارے پیچھے پڑ گیا ہے.... لہذا آپ کی امانت واپس کر رہا ہوں۔!“
 خاموش ہو کر اس نے اپنے پرس سے ایک متفحش چوہی ڈبہ نکالا تھا اور مسزگوہن کی طرف بڑھا دیا گیا۔
 ”اوہو.... اچھا....!“ مسزگوہن چونک کر ہاتھ بڑھاتی ہوئی بولی۔ ”میں تو بھول ہی گئی تھی....!“ اس نے ڈبہ لے کر میز پر رکھ دیا۔!
 ”اچھا اب میں جا رہی ہوں....!“ نیلی نے کہا اور دروازے کی طرف مڑنے لگی۔
 ”اکیلے ہی....!“ عمران بوکھلا کر بولا۔ ”اندھیرے میں....!“
 وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی اور آگے بڑھتی چلی گئی۔!

”کس لڑکی کے لئے....؟“
 ”الٹھم کی سیکریٹری....!“
 ”دماغ تو نہیں چل گیا....؟“
 ”آج رات اسے پار کر لائیں تو کیسی رہے....!“
 ”بکواس مت کرو.... نیلے ہاتھ کا کیا قصہ ہے....؟“
 ”الٹھم سنا چکا ہے.... اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتا.... ہاں تو وہ لڑکی....!“
 ”شٹ اپ.... میں تمہیں یہاں مسزگوہن کے لئے لائی ہوں۔!“
 ”ان سے کہو پہلے آئینے میں اپنی شکل دیکھیں.... الٹھم کی سیکریٹری سے زیادہ حسین ہیں۔!“
 ”اچھا اب کچھ نہ کہوں گی....!“ روشی جھنجھلا گئی۔!
 ”مسزگوہن کے چہرے کی کھال ڈھیلی ہو چکی ہے۔!“
 ”میں تمہارے جڑے ڈھیلے کر دوں گی ورنہ خاموش رہو۔!“
 ”اچھی بات ہے الٹھم اور رچرڈ سن کے کسی مشترکہ دشمن کا نام بتاؤ۔!“
 ”مسزگوہن ہی اس پر بھی روشنی ڈال سکے گی۔!“
 ”آہ.... ہمارے پیچھے بھی کوئی گاڑی ہے.... لیکن تم اسی رفتار سے چلتی رہو۔!“
 ”میرا خیال ہے کہ تم کسی خاص نتیجے پر پہنچ گئے ہو۔!“
 ”اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ نیلی مسزگوہن سے زیادہ خوبصورت ہے۔!“
 ”شٹ اپ....!“
 مسزگوہن کے فارم میں پہنچ کر روشی نے گاڑی روکی اور انجن بند کر دیا پھر وہ گاڑی ہی رہے تھے کہ دوسری گاڑی بھی وہیں آرکی۔!
 ”میں غلط فہمی رفع کرنے آئی ہوں....!“ دوسری گاڑی سے الٹھم کی سیکریٹری کو آواز آئی۔ اور پھر گاڑی سے اتر کر ان کے قریب اکھڑی ہوئی۔
 ”ہم نے تمہارے ساتھی سے کوئی بُرا بتاؤ نہیں کیا۔“ اس نے روشی کو مخاطب کر اور اگلے لٹکنے کی وہی داستان دہرا دی جو عمران سے سنی تھی۔!

”مجھے اس لڑکی پر ترس آرہا ہے....!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی....!

”کیوں....؟“ روشی نے اسے گھور کر پوچھا۔

”کچھ دیر بعد یہ بیچاری ڈاکٹر کی لاش کے پاس تنہا ہوگی۔!“

”خاموش رہو....!“ مسز گوہن خوف زدہ لہجے میں چپٹی۔!

”اس ڈبے میں کیا ہے....!“ روشی نے کچھ دیر بعد مسز گوہن سے پوچھا۔!

”گلوبند....!“

”مگر تم زیورات تو استعمال نہیں کرتیں۔!“

”نہیں کرتی لیکن.... یہ بہت مناسب وقت پر میرے پاس پہنچا ہے۔!“ مسز گوہن نے

اٹھا کر روشی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔!

ڈبے میں قدیم مشرقی طرز کا ایک طلائی گلوبند تھا....! عمران بھی دور بیٹھا اسے نکھیں۔

دیکھتا رہا۔

”دس سال پہلے کی بات ہے....!“ مسز گوہن ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ ”ایک جوگی

گوہن کو تحفہ دیا تھا اور کہا تھا کہ یہ گلوبند جادوئی اثرات رکھتا ہے.... اگر کسی عورت پر مصیبتوں

نزول ہو رہا ہو تو وہ اس گلوبند کو پہن لینے کے بعد ان سے محفوظ رہ سکتی ہے۔!“

”ارے مجھے پہنا دو....!“ عمران کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔ ”ڈر کے مارے میرا دم نکلا جا رہا۔

”اس سے کہو خاموش رہے....!“ مسز گوہن جھلا گئی اور عمران نے دونوں ہاتھوں سے

منہ دبا لیا۔

”پہلے بھی اسے کبھی آزمایا ہے....!“ روشی نے پوچھا۔

”نہیں.... میرے لئے تو یہ نواور میں سے تھا.... نواور اکٹھا کرنے کا شوق بھی،

ہوں.... لیکن اب سوچتی ہوں کہ مجھے اسے استعمال کرنا چاہئے۔!“

”ایک منٹ....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”یہ ڈاکٹر انکھم کے پاس کیسے پہنچا تھا۔!“

”میں کہتی ہوں تم دخل اندازی مت کرو....!“ مسز گوہن بھڑک اٹھی۔

”یہ کام کی بات پوچھی ہے اس نے....!“ روشی نے کہا۔ ”میں بھی یہی سوال کرتی۔!“

مسز گوہن کچھ دیر خاموش رہ کر بولی۔ ”ایک ماہ پہلے کی بات ہے.... انکھم اس کی نفی

کرانے کے لئے مجھ سے عاریتاً لے گیا تھا....!“

”کیا اسے یہ بھی معلوم تھا کہ یہ جادوئی اثرات کا حامل ہے....!“ عمران نے پوچھا۔

”ہاں.... جوگی کی کہی ہوئی بات میں سب کو بتاتی ہوں....!“

عمران نے ہونٹ بھیجنے کر روشی کی طرف دیکھا....!

”تو بہر حال اب تم اتنی پریشان ہو کہ اس کی جادوئی حیثیت کو آزماؤ گی....!“ روشی نے کہا۔

”کیا یہ فطری امر نہ ہوگا.... ایسے حالات میں آدمی موہوم سہاروں کی طرف بھی لپکتا ہے۔!“

”کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم کیوں پریشان ہو....!“

مسز گوہن پھر جھنجھلا کر کچھ کہنے ہی والی تھی کہ روشی ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”اب یہ ڈھنگ کے

سوالات کر رہا ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ تمہاری پریشانیاں رفع ہو جائیں۔!“

”کیا مطلب....؟“

”بس یہی سمجھ لو کہ یہ بھی مجھے کسی جادوگر سے تحفہ ملا تھا....!“

”میرا مذاق نہ اڑاؤ....!“ مسز گوہن مغموں لہجے میں بولی....!

”میں تمہیں دشواریوں سے نکالنا چاہتی ہوں اسی لئے اس کو ساتھ لائی تھی۔!“

مسز گوہن کے چہرے پر کشمکش کے آثار تھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ زبان کھولتے ہوئے

پچکاری ہی ہو....!

”یقین کرو.... ہم تمہارے لئے اپنی زندگیاں تک داؤ پر لگا دیں گے....!“ روشی نے کہا۔

عمران نے گلوبند روشی کے ہاتھ سے لے لیا تھا اور اسے الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً ایک

ملازم نے کمرے میں داخل ہو کر ہانپتے ہوئے کہا ”پولیس....!“ اس سے پہلے انہوں نے کسی

گلاڑی کی آواز سنی تھی.... ملازم عمران کی طرف متوجہ تھا۔!

”شاید وہ مجھے پوچھ رہے ہوں گے....!“ عمران نے گلوبند کو پتلون کی جیب میں ڈالتے

ہوئے کہا۔

”جی ہاں....!“ ملازم نے جواب دیا.... مسز گوہن بہت زیادہ بدحواس نظر آنے لگی تھی۔

ملازم نے اس بار مسز گوہن کو مخاطب کر کے کہا۔ ”پولیس آفیسر آپ سے ملنا چاہتا ہے۔!“

”اچھا.... اچھا.... اسے اندر لے آؤ....!“

عمران جانتا تھا کہ فیاض کے علاوہ اور کوئی نہ ہوگا.... رچرڈ سن کی موت کے سلسلے میں ظا اور جنسن کے نام بھی اس تک پہنچے ہوں گے اور وہ پہلے انکھم کے پاس گیا ہوگا.... اس کے باوہر کارخ کرنا لازمی ٹھہرا....!

”م.... میں ذرا ہاتھ روم....!“ عمران نے روشنی کی طرف دیکھ کر کہا اور کمرے سے نکا گیا...! ملازم باہر جا چکا تھا.... روشنی نے ذرا ہی دیر بعد کیپٹن فیاض کو کمرے میں داخل ہوتے ہو۔ دیکھا اور حیرت ظاہر کرنے کی بجائے زبردستی اپنے لہجے میں چکار پیدا کرتی ہوئی آگے بڑھی۔

”ہیلو کیپٹن.... ہاؤڈو یو ڈو....!“

”ہوں تو آپ بھی ہیں....!“ فیاض نے پھینکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہتے ہوئے مصا کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔!

روشنی نے مسز گوہن سے اس کا تعارف کرایا۔!

”میں ڈاکٹر انکھم کے پاس سے آرہا ہوں....!“ فیاض بولا۔

”م.... مجھے اطلاع ملی ہے کہ اس پر بھی اسی پر اسرار ہاتھ نے حملہ کیا تھا....!“ مسز گوہن کی آواز کا پ رہی تھی۔!

”مجھے صرف ان دو آدمیوں سے سروکار ہے جنہیں ڈاکٹر انکھم نے درخت سے الٹا لٹکا رہا تھا۔!“ فیاض روشنی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

”ڈاکٹر انکھم نے جسے الٹا لٹکا رکھا تھا وہ یہیں ہے۔!“ روشنی نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

”میں جنسن اور ظفر الملک کی بات کر رہا ہوں....!“

”میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔!“

”کیا یہ دونوں آپ کے پرانے شناسا ہیں مسز گوہن....!“ فیاض اس کی طرف مڑا۔

”میرے لئے دونوں نام نئے ہیں۔!“

”میں مس روشنی اور مسٹر علی عمران کی بات کر رہا ہوں۔!“

”روشنی سے پرانے تعلقات ہیں مسٹر علی عمران پہلی بار یہاں آئے ہیں۔!“

اتنے میں عمران ڈرائیونگ روم میں داخل ہوا۔ وہ لباس تبدیل کر چکا تھا.... اور ایک شریف آدمی کی طرح فلت ہیٹ بھی سر پر جمار کھی تھی۔ اندر پہنچ کر فلت ہیٹ اتارتا ہوا کسی قدر

ہوا.... اور پھر سیدھا کھڑا ہو کر اس اسٹینڈ کی طرف بڑھا جس پر ٹوپیاں لٹکائی جاتی تھیں.... فلت ہیٹ بڑے سلیقے سے لٹاکر فیاض کی طرف مڑا۔

”تم کیا کرتے پھر رہے ہو....!“ فیاض غریبا۔

”جس راستے پر تم نے ڈالا ہے آنکھ بند کر کے دوڑا جا رہا ہوں....!“

”کیا مطلب....؟“

”یہ پھر بتاؤں گا.... فی الحال تم یہاں اپنی آمد کا مقصد بتاؤ۔!“

”ظفر الملک اور جنسن....!“

”دوہ دونوں مجھے الٹا لٹکا کر فرار ہو گئے....!“ عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

”سوال یہ ہے کہ رچرڈ سن کے گھرانہ کی موجودگی کا کیا مقصد تھا....!“

”دوہ دونوں وہاں ہی مراد کی تلاش میں گئے تھے۔!“

”کیوں....؟“

”میں نے ان سے کہا تھا کہ وہ کسی ایسے آدمی کو تلاش کریں جس کی آواز کیپٹن فیاض کی آواز سے ملتی جلتی ہو اور اگر تم ڈاکٹر انکھم کے گھر سے آ رہے ہو تو تم نے محسوس کیا ہوگا کہ یہی مراد بالکل تمہاری ہی طرح بولتا ہے۔!“

”میں نے دھیان نہیں دیا....!“ فیاض نے براہ سامنے بنا کر کہا۔

”ڈاکٹر انکھم ان دونوں کو اپنے ساتھ یہاں کیوں لایا تھا.... اس نے انہیں پولیس کے حوالے کیوں نہیں کر دیا تھا۔!“

”میں نہیں جانتا....!“

”تو پھر یہاں کیوں آئے ہو....!“

”نیلے ہاتھ کی کہانی سننے اور ان دونوں سے متعلق معلومات حاصل کرنے۔!“

”نیلا ہاتھ ڈاکٹر انکھم کی طرف جھپٹا تھا اور وہ دونوں نالائق مجھے درخت سے الٹا لٹکا کر میری گاڑی لے بھاگے۔!“

”آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے....!“ مسز گوہن نے خوف زدہ لہجے میں دخل اندازی کی....!

”میں رچرڈ سن کی موت سے متعلق تفتیش کر رہا ہوں.... مجھے معلوم ہوا ہے، رچرڈ سن اور

متوفی فوجی اثاثی دونوں ہی آپ کے دوست تھے اور یہاں آتے رہتے تھے۔“

”جی ہاں..... وہ میرے دوست تھے۔“

”رینا ولیمز کے بارے میں آپ کیا جانتی ہیں۔“

”بس یہی کہ وہ کرئل کی سیکریٹری تھی.....“

”آخری بار آپ سے کب ملی تھیں.....“

”کوئی پندرہ دن پہلے دونوں ساتھ ہی یہاں آئے تھے اس کے بعد کسی سے بھی میرا

ملاقات نہیں ہوئی تھی۔“

”ہوں..... اب تم میرے ساتھ آؤ.....“ فیاض نے عمران سے کہا۔

”برآمدے سے آگے نہ جاسکوں گا۔“

”کیوں.....؟“

”میں یہاں چھٹیاں گزار رہا ہوں کیونکہ سلیمان کے مطالبات پورے کرنے کے قابل نہیں

رہا..... آج آنا ختم کل گئی ختم اور پرسوں موگ کی دال.....“

”میں تم سے صرف اس ہاتھ کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں..... تم اس وقت انکھم۔

پاس ہی موجود تھے جب اس پر حملہ ہوا تھا.....“

”اب کیسی طبیعت ہے اس کی.....؟“

”بری طرح زرد ہے.....“

”میں نے دیکھا تھا..... وہ صرف ایک ہاتھ تھا..... جو انکھم پر حملہ کرنے کے بعد فضا؛

تیرتا ہوا باہر پھیلے ہوئے اندھیرے میں گم ہو گیا تھا۔“

”صرف ہاتھ.....؟“

”صرف ہاتھ کیپٹن فیاض..... کہنی تک لمبا ہاتھ..... کوٹ کی آستین مبالغہ میں.....“

”کس سمت گیا تھا.....؟“

”برآمدے سے آگے میں اسے دیکھ ہی نہیں سکا تھا.....“

”کیا تم سچ اتنے خائف تھے کہ تمہارا دماغ الٹ گیا تھا۔“

”بہت ہی ذاتی قسم کا سوال ہے اس کا جواب تمہاری رپورٹ میں درج کرانے سے

مستقبل تباہ ہو سکتا ہے۔“

اچانک انہوں نے مسز گوہن کی چیخ سنی اور اس کی طرف متوجہ ہو گئے اس کی آنکھیں بند

تھیں اور ہاتھ اس اسٹینڈ کی طرف اٹھا ہوا تھا جس پر عمران نے فلت ہیٹ لٹکائی تھی وہ ادھر پلٹے

نپلا ہاتھ عمران کی فلت ہیٹ اپنے پنجے میں جکڑے ہوئے کھڑکی سے باہر جا رہا تھا۔

”چلو.....“ عمران فیاض کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا دروازے کی طرف چھٹا۔ وہ باہر پہنچے تھے

لیکن وہ ہاتھ کہیں نہ دکھائی دیا۔

”یعنی جلد ممکن ہوا انکھم تک پہنچو.....“ عمران فیاض کو جھنجھوڑ کر بولا۔

اب ان کی گاڑی تیز رفتاری سے انکھم کے فارم کی طرف جا رہی تھی..... عمارت کے پاس

پہنچ کر جیسے ہی فیاض نے بیک لگائے عمران سیٹ سے کود کر برآمدے کی طرف چھٹا..... فیاض

اور اس کے دونوں ماتحت بھی بالکل اسی کے سے انداز میں عمارت کی جانب بڑھے تھے۔

”ڈاکٹر..... ڈاکٹر.....“ عمران آوازیں دیتا ہوا اندر گھستا چلا گیا۔

”کیا ہے.....؟ تم پھر دکھائی دیئے.....“ ڈاکٹر سامنے آ کر دھاڑا۔

اتنے میں فیاض اور اس کے ماتحت بھی وہاں پہنچ گئے۔

”مم..... مسز..... گوہن.....“

”کیا ہوا مسز گوہن کو.....؟“

”نن..... نیلا ہاتھ.....“

”نہیں.....“ ڈاکٹر بوکھلائے ہوئے انداز میں چیخا..... پھر آگے بڑھ کر عمران کو جھنجھوڑتا

ہوا بولا۔ ”مجھے کوئی بری خبر نہ سنانا.....“

”نن..... نیلا..... ہاتھ.....“

”میرے خدا.....“ ڈاکٹر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کرسی پر گر گیا۔

فیاض تھیرا نہ نظروں سے دونوں کو دیکھے جا رہا تھا۔ اچانک عمران نے زور دار قہقہہ لگایا اور

ڈاکٹر اٹھل پڑا۔ پھر مٹھی بھیج کر عمران کی طرف بوہتا ہوا غریبا۔ ”چلے جاؤ یہاں سے پاگل آدمی

ورنہ ٹھوکریں مار مار کر ختم کر دوں گا۔“

”پوری بات تو سن لو..... نیلا ہاتھ میری فلت ہیٹ لے گیا مسز گوہن بالکل بخیریت ہے۔“

”یہ کیا کچھ اس کر رہا ہے.....!“ ڈاکٹر فیاض کی طرف دیکھ کر دھاڑا۔

”یہ ٹھیک کہہ رہا ہے.....!“ فیاض نے سر دلچھے میں کہا۔

”تو پھر میں کیا کروں.....؟“

”میں تمہیں صرف یہ بتانے آیا ہوں ڈاکٹر کہ جس طرح وہ تمہارا پاپ لے گیا تھا اسی طرح

اپنی فلت ہیٹ بھی لے گیا.....!“

”پپ..... پاپ کیا کچھ اس ہے.....!“

”میں نے دیکھا تھا ڈاکٹر..... وہ تمہارے منہ سے پاپ ہی نکال لے گیا تھا.....!“

اتنے میں ہی مراد بول پڑا۔ ”ہاں... ہاں... میرا خیال ہے کہ میں نے بھی یہی دیکھا تھا!“

”تم چپ رہو.....!“ ڈاکٹر اس پر الٹ پڑا۔

”نہیں اسے بولنے دو.....!“ عمران سر دلچھے میں بولا۔

”تم سب چلے جاؤ یہاں سے..... مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں!“

”تمہارا پاپ کیا جہنم میں.....!“ عمران جھلاہٹ کا مظاہرہ کرتا ہوا بولا۔ ”میری سمجھ میں

نہیں آتا کہ مزگوبہن کو کیسے منہ دکھاؤں گا!“

”کیا مطلب.....؟“

”تم نے اسے جو گلوبند بھجوایا تھا میں نے اپنی فلت ہیٹ کے چری استر میں رکھ دیا تھا!“

دفعۃً..... پشت سے ایک نسوانی آواز آئی۔ ”اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ!“

وہ چونک کر مڑے..... ڈاکٹر کی سیکریٹری کورنیلیا نامی گن سنبھالے کھڑی تھی..... ڈاکٹر کے

ناوا اور سب کے ہاتھ اٹھ گئے اور ڈاکٹر نے غصیلی آواز میں لڑکی سے کہا ”اتنی جلد بازی کی کیا

ضرورت تھی!“

”کھیل ختم ہو چکا ہے!“ لڑکی بولی۔ ”یہ بزدل چھپا سورا نکلا..... اب انہیں ختم ہی کر دینا بہتر

وگ!“

”نہیں..... بہتر طریقہ یہ ہو گا کہ ان کا علاج کر کے انہیں واپس کر دیا جائے ورنہ یہاں سے

ہٹانا پڑے گا.....!“ ڈاکٹر نے بے حد نرم دلچھے میں کہا۔

”یہ سب کیا ہو رہا ہے..... میں تو نہیں سمجھ سکتا.....!“ ہی مراد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

اس نے ابھی تک ہاتھ نہیں اٹھائے تھے۔

”تم بھی اپنے ہاتھ اٹھاؤ..... سب کا علاج ہو گا.....!“ ڈاکٹر نے ہنس کر کہا۔

اچانک پھر ایک نسوانی آواز آئی..... نامی گن زمین پر ڈال دو..... ورنہ ریوالور کی گولی

تمہارے دل میں سوراخ کر دے گی.....! کورنیلیا کے پیچھے روشنی کھڑی نظر آئی تھی..... اس کے

ہاتھ سے نامی گن چھوٹ پڑی لیکن دوسرے ہی لمحے میں ڈاکٹر انکھم نے اس پر قبضہ کرنے کے

لئے چھلانگ لگائی۔

عمران نے بھی دیر نہیں لگائی تھی..... مگر وہ بھی اس پر ہاتھ نہ ڈال سکا۔ کیونکہ دونوں کے

سر آپس میں ٹکرا کر رہ گئے تھے..... ادھر روشنی نے کورنیلیا کے بال مٹھی میں جکڑ کر جھٹکا جو دیا تو وہ

دور جا گری۔

فیاض اور اس کے ماتحت ڈاکٹر انکھم پر ٹوٹ پڑے تھے..... لیکن ٹھیک اسی وقت جب نامی

گن عمران کے ہاتھ میں آئی..... ڈاکٹر ان تینوں کو جھٹک کر دوسرے کمرے میں جا گھسا.....

دروازہ زوردار آواز کے ساتھ بند ہوا تھا..... اور بولٹ سرکنے کی بھی آواز آئی تھی..... عمران

نے بند دروازے پر نامی گن سے فائرنگ شروع کر دی..... دوسری طرف روشنی نے کورنیلیا کو

قابو میں کر کے اس کے منہ پر تھپڑوں کی بارش کر دی تھی۔

دروازے میں سورخ ہوتے رہے..... ادھر سے اس کمرے میں پہنچنے کے لئے اور کوئی راستہ

نہیں تھا.....! فیاض نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ وہ باہر نکل کر عمارت سے نکاسی کے راستوں کی

نگرانی کریں۔!

”تم اسے نہیں پاسکو گے.....!“ دفعۃً کورنیلیا چیخی ”وہ ذرا سی دیر میں تم سب کو فنا کر دے گا!“

روشنی اُسے بُری طرح رگڑے ڈال رہی تھی..... عمران نے اس سے کہا ”اس کے ہاتھ

پشت پر باندھ دو.....!“

”تمہاری مدد کے بغیر یہ ناممکن ہے.....!“ روشنی نے جواب دیا۔

”فیاض..... دیکھو.....!“ کہتا ہوا..... عمران باہر نکل گیا۔!

فیاض کی مدد سے روشنی نے کورنیلیا کے ہاتھ رومال سے باندھ دیئے۔!

”ہچنے جارہی تھی“ اگر مجھے کوئی گزند پہنچا تو ڈاکٹر پورے شہر کو اڑا دے گا۔ تم اب اسے نہیں

پاسکتے.....!“ پھر وہ پاگلوں کی طرح ہنسنے لگی تھی۔

فیاض نے روشی سے کہا۔ ”تم اسے مسزگوہن کے گھر لے جاؤ.....! ہم ابھی آرہے ہیں۔!“

”میں اس قسم کا کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتی کیپٹن..... بہتر ہوگا کہ اسے فی الحال اپنی گاڑی میں ڈالنے اور میں یہیں ٹھہر کر اس کی نگرانی کرتی رہوں گی۔ ویسے میرے پاس ریوالور نہیں ہے وہ فاؤنٹین پر تھا.....!“

”آخر اسی محظوظ الحواس کی تربیت کردہ ہو.....! اچھی بات ہے اسے گاڑی تک لے چلو.....!“

روشی اسے دھکیلتی ہوئی باہر لائی لیکن ابھی گاڑی کا دروازہ بھی نہیں کھول پائی تھی کہ کسی طرف سے اچانک فائر ہوا۔ گولی فیاض کی گاڑی پر پڑی تھی۔

”لیٹو..... لیٹ جاؤ.....!“ فیاض دونوں کو زمین پر گراتا ہوا بولا اور خود بھی ان کے قریب ہی گر گیا۔!

روشی نے لڑکی کا منہ دبا رکھا تھا..... اور وہ مری طرح پھل رہی تھی۔ فائر پھر ہوا۔ اس بار بھی گولی گاڑی ہی پر لگی تھی پھر نامی گن گڑ گرائی..... شاید عمران نے فائروں کے رخ کا اندازہ کر کے کسی طرف فائروں کی بوچھاڑ کی تھی اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔

”چپ چاپ پڑی رہنا.....!“ فیاض نے سرگوشی کی۔

یہ تینوں گہرے اندھیرے میں تھے۔ روشی نے عمارت سے نکلنے وقت برآمدے کی لائٹ آف کر دی تھی ورنہ اس جگہ قطعی محفوظ نہ ہوتے۔

ہپی مراد برآمدے میں کھڑا چیخ رہا تھا۔ ”ارے سب کہاں گئے۔!“ اور پھر شاید ڈاکٹر الٹھم کے ملازموں نے بھی چیخنا شروع کر دیا تھا۔

”بس اب نکل چلو.....!“ فیاض اٹھتا ہوا بولا۔ پھر دونوں نے لڑکی کو سمجھجھ کر پچھلی سیٹ ڈالا اور روشی بولی۔ ”بس تم جاؤ..... میں اسے یہاں تنہا نہیں چھوڑ سکتی۔!“

”بچوں کی سی باتیں نہ کرو..... بیٹھ جاؤ..... میں ڈرائیو کروں گا..... کہیں یہ کوئی خطرناک حرکت نہ کر بیٹھے صرف ہاتھ ہی تو بندھے ہوئے ہیں..... میں نہیں چاہتا کہ الٹھم کے خلاف شہادت بھی ضائع ہو جائے۔!“

”تم اس کے خلاف مجھ سے ایک لفظ بھی نہ کہلو اسکو گے.....!“ لڑکی چیخی۔

بالآخر روشی کو پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر دوبارہ اس کا منہ دبانا پڑا۔

کار اشارت ہو کر مسزگوہن کے فارم کی طرف مزی۔ شاید ابھی چوتھائی راستہ بھی طے نہ کیا ہوگا کہ بائیں جانب والی جھاڑیوں کے سلسلے میں ایک فائر ہوا اور گاڑی کا پچھلا ٹائر دھماکے کے ساتھ برسٹ ہو گیا..... گاڑی روک دینی پڑی ساتھ ہی فیاض بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکالتا ہوا دوسری طرف اتر گیا۔ روشی بھی اتنی احمق نہ تھی کہ بیٹھی ہی رہ جاتی..... لڑکی نے یہ احوال دیکھے تو پھر چیخنے لگی لیکن اس کے بعد کوئی فائر نہ ہوا..... روشی اور فیاض گاڑی سے کچھ اور دور کھسک کر جھاڑیوں میں جا چھپے تھے..... تاروں کی چھاؤں میں گاڑی نظر آرہی تھی اس کے آس پاس کوئی موجود ہو تا تو وہ بھی دکھائی دے جاتا لیکن روشی سوچ رہی تھی کہ اگر کوئی مخالف سمت سے گھٹنوں کے بل چلتا ہوا گاڑی تک پہنچے تو انہیں کانوں کان خبر نہ ہوگی..... اس نے آہستہ سے اپنا خیال فیاض پر بھی ظاہر کر دیا لیکن فیاض بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔



فائر اور ٹائر پھٹنے کی آواز ہی نے عمران کو اس طرف متوجہ کر دیا تھا..... اس نے اپنا رخ بدل دیا..... اس سے پہلے وہ گاڑی کے اشارت ہونے کی آواز بھی سن چکا تھا..... پھر وہ ٹھیک اس وقت وہاں پہنچا جب ایک متحرک سایہ جھکا ہوا فیاض کی گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عمران نامی گن کو صرف ایک ہاتھ سے سنبھالے ہوئے سینے کے بل ریٹکتا ہوا سائے کی طرف بڑھنے لگا۔

گاڑی سے سائے کا فاصلہ بمشکل ایک فٹ رہ گیا ہوگا کہ عمران نے اس کے سر پر نامی گن کے دستے سے وار کیا جو اندازے کی ذرا سی غلطی کی بنا پر خالی گیا..... سایہ الٹ کر اس سے لپٹ پڑا تھا۔ نامی گن عمران کے ہاتھ سے جھوٹ پڑی۔

”م لٹھم تم بچ نہیں سکتے.....! جدوجہد فضول ہے۔!“ عمران نے اس کی گرفت کا توڑ کرتے ہوئے کہا۔

”گھبرانا نہیں.....! میں موجود ہوں.....!“ دوسری طرف سے فیاض کی آواز آئی اور الٹھم کا حملہ پہلے سے بھی شدید ہو گیا..... یہ دونوں تو گتھے ہی ہوئے تھے۔ فیاض بھی الٹھم سے چٹ گیا۔

”تم ہٹ جاؤ فیاض.....!“ عمران بولا۔

”یو تو فی کی باتیں نہ کرو.....!“ فیاض نے کہا۔!

بجائے اپنے ساتھ یہاں لائی تھیں۔ کیا انکھم انہیں لٹکا کر بھی نہیں پوچھتا رہا تھا کہ کیا وہ تمہیں جانتے ہیں۔“

”اوہ.....!“ وہ مٹھیاں بھیج کر چیخی..... ”میں نہیں جانتی تھی کہ تم اتنے خبیث ہو..... ورنہ سب سے پہلے تمہارا ہی خاتمہ کر دیا جاتا۔!“

”جس طرح کر نل کا خاتمہ کیا تھا..... کیوں! بس ایک نضحی سی زہریلی سوئی کافی ہوتی۔!“

”یہ سب کیا ہو رہا ہے..... خدارا مجھے بتاؤ.....!“ مسز گوہن کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔

”کہانی کا پہلا حصہ تو تم ہی سناؤ گی مسز گوہن.....!“

”وہ..... وہ..... ہاتھ.....!“

”وہ ہاتھ میرا فلٹ ہیٹ اس لئے لے گیا کہ میں نے اس کے استر میں تمہارا طلسمی گلوبند چھپا دیا تھا..... اگر وہ تمہارے گلے میں پڑا ہوتا تو تم اس وقت فرش پر پڑی ہو تیں وہ ہاتھ جتنی قوت سے چیزوں کو گرفت میں لیتا ہے گلا گونٹنے کے لئے کافی ہوتی ہے۔!“

”کیا کہہ رہے ہو.....!“ فیاض اسے گھورتا ہوا بولا۔

”وہ ریڈیائی لہروں کے ذریعہ اپنے ریسور تک پہنچایا جاتا ہے اور ریسور کو گرفت میں لے کر اس سمیت اپنے مستقر کو روانہ ہو جاتا ہے..... انکھم کے پائپ میں کوئی نخصا سا ریسور موجود تھا۔ ویسا ہی ریسور اس نے مسز گوہن کے گوبند میں ٹانگ کر واپس کیا تھا..... وہ اچھی طرح جانتا تھا اس پریشانی کے عالم میں مسز گوہن اسے فوری طور پر پہن لے گی۔!“

عمران بل بھر کے لئے رک کر فیاض کو گلوبند کی طلسم بندی کی کہانی سنانے لگا پھر بولا ”انکھم نے اس ہاتھ کو آدمیوں پر آزمانے سے پہلے مسز گوہن کے بندروں پر آزمایا تھا۔ تجربے کی کامیابی کا یقین ہو جانے کے بعد رچرڈ سن کا نمبر آیا پھر چونکہ مسز گوہن خود انکھم کی طرف سے مشتبہ ہو گئی تھیں اس لئے اس نے انہیں ختم کر دینے سے پہلے وہ ہاتھ خود پر بھی آزمایا اس طرح کہ وہ صرف اس کا پائپ لے جاسکے یہ ڈرامہ میری اور ہی مراد کی موجودگی میں کھیلا گیا تاکہ سند رہے اور وقت ضرورت کام آئے۔ یہی مراد بے چارہ ان حالات سے بے خبر ہے اس کی آواز ضرور تمہاری ہی سی ہے، لیکن لہجہ بالکل مختلف رکھتا ہے۔ وہ خواہ مخواہ ہمارے شبہات کا شکار رہا۔

عمران کے خاموش ہوتے ہی فیاض مسز گوہن کی طرف مڑا۔

حالانکہ حماقت فیاض ہی سے سرزد ہوئی تھی۔ لپٹ پڑنے کی بجائے۔ اسے ریوالور کی دھمکی سے الگ کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تھی۔ لیکن فتح کا سہرا اپنے سر باندھنے کے جوش میں اس نے عقل ہی رخصت کر دی..... پھر وہی ہوا جیسا کہ ایسے حالات میں ہوتا ہے..... عمران کی گرفت کسی قدر ڈھیلی پڑی ہی تھی کہ وہ دونوں کی گرفت سے نکل گیا۔ روشنی نے اسے گاڑی کے پیچھے والی جھاڑیوں میں چھلانگ لگاتے دیکھا تھا۔ اس طرف جھاڑیوں کا سلسلہ دور تک پھیلتا ہوا گئے کے کھیتوں سے جا ملتا تھا..... ڈرا دیر تلاش جاری رہی پھر عمران نے گردن جھٹک کر کہا۔ ”جہنم میں جائے..... مجھے کیا میں تو صرف ظفر الملک کی صفائی پیش کرنا چاہتا تھا وہ کرچکا.....!“

کچھ دیر بعد وہ سب روشنی کی گاڑی میں مسز گوہن کی رہائش گاہ تک پہنچے تھے۔ فیاض کے دونوں ماتحت بھی ساتھ تھے..... یہی مراد بجائے کدھر نکل بھاگا تھا۔ کورنیلیا کے ہاتھ اب بھی پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ عمران نے اس کا بازو پکڑ کر فیاض کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ ”اب اس سے خود ہی پوچھ لو کہ یہ ظفر الملک اور جنیمسن کو کب سے جانتی ہے۔!“

”کیا مطلب.....؟“

”اسی کے لئے تم نے مجھے دھوکہ دیا تھا خود ہی شاہ آباد کے اسٹیشن انچارج کو فون پر ہدایت دی کہ دونوں کو چھوڑ دیا جائے اور پھر مکر گئے..... مقصد یہی تھا کہ ان دونوں کو کسی سازشی گروہ سے متعلق ثابت کر کے مجھے اس کیس میں پوری طرح دلچسپی لینے پر مجبور کر دو۔!“

”لیکن یہ ریٹا ولیمز تو نہیں ہے.....!“ فیاض بے ساختہ بولا۔

”دل کی آنکھوں سے دیکھو عزیز از جان کپتان.....!“ عمران بائیں آنکھ دبا کر بولا۔

”مت بکواس کرو.....!“

”اسے لیبارٹری میں لے جا کر اس کے بال کیمیکلز سے دھواؤ..... سیاہ خضاب اتر جائے گا اور آخروٹ کی رنگت کے سے بال نکل آئیں گے۔ پھر ناک کے نتھنوں پر چپکے ہوئے پلاسٹک کے ٹکڑوں پر بھی دھیان دینا..... میرا کام ختم... ریٹا ولیمز ہی کے لئے تو تم نے مجھے اس راہ پر ڈالا تھا۔“

گفتگو اردو میں ہو رہی تھی دفعتاً فیاض نے لڑکی سے پوچھا۔ ”تم ریٹا ولیمز ہو.....؟“

”نہیں.....!“ وہ طلق پھاڑ کر چیخی اور عمران بے تحاشہ ہنس پڑا۔ پھر بولا ”رچرڈ سن کے یہاں ان دونوں کو دیکھ کر تم چکر میں پڑ گئی تھیں۔ اسی لئے انہیں پولیس کے حوالے کر دینے کی

”نہیں.... مسزگوہن کو یہاں سے کوئی ہلا بھی نہیں سکتا.... اتنا یاد رکھو.... اگر میں تمہاری مدد نہ کرتا تو ریٹاویز تمہارے ہاتھ نہیں لگ سکتی تھی.... اسے لے جاؤ.... مسزگوہن کا ذکر تک تمہاری رپورٹ میں نہ آنا چاہئے۔ ریٹا سے اس کی تنظیم کے بارے میں تم بہت کچھ معلوم کر سکو گے۔“ عمران نے کہتے کہتے اچانک ریٹا پر چھلانگ لگائی ساتھ ہی ایک فائر بھی ہوا تھا.... گولی سامنے الماری کا شیشہ توڑ گئی۔

پھر وہ ریٹا پر اچھل کر دروازے کی طرف لپکاتے میں پھر ایک فائر ہوا.... اور باہر سے ایک چیخ سنائی دی۔ فیاض بھی بوکھلا کر باہر نکل آیا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر اس کا ایک ماتحت زخمی پڑا تھا اس کے دائیں بازو پر گولی لگی تھی اور دوسرا اسے اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

”اس نے کھڑکی سے اندر فائر کیا تھا....!“ دوسرا ماتحت اسے چھوڑ کر اٹھتا ہوا بولا ”ہم پوری طرح چوکس تھے جناب اسے پکڑنا چاہا لیکن وہ دوسرا فائر کر کے بھاگ گیا۔!“

فیاض بے بسی سے چاروں طرف اندھیرے میں گھورنے لگا۔ عمران کا کہیں پتہ نہ تھا.... روشی بھی باہر نکل آئی.... فیاض کا زخمی ماتحت اٹھ بیٹھا تھا!

”اس نے ریٹا پر فائر کیا تھا....!“ روشی بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ”وہ پاگل کسی دن اپنی جان ضرور گنوائے گا۔!“

”چلو... اندر چلو...!“ فیاض نے اپنے زخمی ماتحت کو سہارا دے کر آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”ابھی تک وہ فورس نہیں پہنچی تھی جس کے لئے اس نے مسزگوہن کے یہاں سے ہیڈ کوارٹر کو فون کیا تھا.... ریٹا فرش پر بیٹھی سسکیاں لے رہی تھی۔“

فیاض نے اس کی طرف توجہ دیئے بغیر ٹائی گن اٹھائی اور باہر نکل کر برآمدے کی لائٹ آف کر دی.... اس کے بعد وہ برآمدے ہی میں ٹھہرا رہا تھا۔

”اس نے تمہیں مرنے سے بچالیا....!“ روشی نے ریٹا کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ”کیا تم بتا سکو گی کہ ڈاکٹر الیکھم روپوشی کے لئے کہاں جائے گا۔!“

”میں نہیں جانتی.... جانتی ہوتی تب بھی نہ بتاتی۔ کیا تم ذرا دیر کے لئے میرے ہاتھ نہیں محسوس کرسکتیں۔!“

”ہرگز نہیں.... میں تمہیں خود کشی نہیں کرنے دوں گی۔!“

”آپ کو کس بات کا شبہ تھا اس پر....؟“

”میں.... میں مجبور ہوں.... اس سلسلے میں کچھ بھی نہ بتا سکوں گی۔!“

”تو گویا آپ ایک مجرم کا تحفظ کرنا چاہتی ہیں۔!“

”یہ بات نہیں.... میں اپنی تنظیم کے سربراہ کی اجازت کے بغیر ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکال سکتی۔!“

”اوہو....!“ عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔ ”تو الیکھم کسی دوسری تنظیم سے متعلق تھا۔!“

”یقیناً یہ تو اب ظاہر ہوا ہے ورنہ پہلے یہی سمجھا جاتا تھا کہ وہ ہم ہی میں سے ہے۔!“

”کرئل اور رچرڈسن آپ کی تنظیم سے متعلق تھے....؟“

”ہاں.... اس حد تک میں بتا سکتی ہوں کہ ریٹا اور الیکھم کی چوری چھپے ملاقاتوں سے میں۔“

یہی اندازہ لگایا تھا۔ میں نے کرئل کو اس سے مطلع کیا تھا اور وہ ریٹا پر کڑی نظر رکھنے لگا تھا۔ الیکھم نے یہی ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی کہ عورت اس کی کمزوری ہے لیکن وہ درپردہ کچھ اور تھا

ریٹا ویلیز حقیقتاً الیکھم ہی کی تنظیم سے تعلق رکھتی تھی۔ اچانک ایک دن یہ ہماری تنظیم سے متعلق کچھ اہم کاغذات کرئل کی تحویل سے اڑا کر غائب ہو گئی.... کرئل پہلے تو خود اسے تلاش کرتا رہا

پھر مقامی پولیس سے مدد کا طالب ہوا.... اس کے بعد کیا ہوا آپ جانتے ہی ہیں۔!“

”لیکن رچرڈسن اور آپ کیوں....؟“

”غالباً وہ یہاں کی تنظیم کے سارے ارکان کو اسی طرح ختم کر دینا چاہتا تھا۔!“

”بہر حال دو تنظیموں کے جھگڑے کی بنا پر یہاں دو قتل ہوئے ہیں۔ اس لئے دونوں ہی ملز گردانی جائیں گی۔!“ فیاض بول پڑا۔

”یقیناً کیجئے....! میں محبت و وطن عیسائی عورت ہوں.... یہاں کی شہریت رکھتی ہوں! یہی میرا وطن ہے.... میری تنظیم ملکی مفاد کے خلاف کچھ نہیں کر رہی۔!“

”لیکن.... یہ جھگڑا بھی غیر قانونی ہے۔!“

”کیپٹن فیاض....!“ دفعتاً عمران نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔ ”مزمزہ ریٹا یہاں موجود۔“

تم اسے لے جاسکتے ہو۔!“

”مسزگوہن....!“

”لیکن کوئی میری زبان بھی نہیں کھلوا سکے گا۔“ رینا ولیمز نے طویل سانس لے کر کہا۔
 مسز گوہن بیٹھی کچھ سوچ رہی تھی۔ اچانک چونک پڑی اور اٹھ کر فون پر کسی کے نمبر ڈائی
 کرنے لگی۔

”ہیلو.....!“ اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ”میں مسز گوہن بول رہی ہوں۔! انکھم ہی کا
 بھیڑ ثابت ہوا..... سب کو مطلع کر دو کہ اب کوئی ٹائی کی گرہ پر اشارہ نہ لگائے ورنہ رچرڈ سن ہی
 طرح موت کے گھاٹ اتر جائے گا۔ انکھم نکل بھاگا ہے..... پولیس اس کے پیچھے ہے بس تفصیلاً
 پھر بتائی جائے گی۔!“

ریسیور رکھ کر وہ پھر اپنی جگہ آ بیٹھی..... روشنی نے کہا۔ ”تمہیں پولیس کی موجودگی میں
 نہ کرنا چاہئے تھا۔ اب میں تفصیل معلوم کرنے پر مجبور ہوں۔!“

”ٹک..... کیوں..... تہہ ہارادہ پاگل دوست.....!“

”پاگل نہ کہو..... یہاں کا بہت بڑا دماغ ہے۔!“

”بے شک..... بے شک..... اسے تسلیم کرنا پڑے گا۔!“

”تفصیل مسز گوہن.....!“

”یہ تجویز انکھم ہی کی تھی کہ ہماری تنظیم سے تعلق رکھنے والے سارے مرد اپنی اپنی ٹائی
 گرہ پر پیتل کے اشار لگایا کریں تاکہ آپس میں پہچانے جاسکیں اور وہ اشار بھی خود اسی نے فرا
 کئے تھے۔ خود بھی لگا تھا۔ تمہارے دوست نے اس ہاتھ کے رسیورز کے بارے میں جو انکشاف
 کیا ہے اس کے مطابق وہ اشار ہی رچرڈ سن کی موت کا باعث بنا ہو گا۔!“

”تنظیم کے بارے میں کچھ نہ بتاؤ گی.....؟“

مسز گوہن نے اس سوال پر خاموشی اختیار کر لی۔!

رینا ولیمز اسے غصے اور نفرت سے گھورے جا رہی تھی۔

اتنے میں عمران کی آواز سنائی دی۔ ”میں آرہا ہوں..... کہیں فائزہ کر بیٹھنا کپتان صاحب۔

پھر وہ اندر آیا تھا..... کیپٹن فیاض ٹائی گن سنبالے اس کے پیچھے تھا۔

”مسز گوہن.....!“ عمران نے بڑے شرمیلے انداز میں کہا۔ ”کیا ہم کہیں الگ چل کر ذرا

گفتگو کر سکتے ہیں.....؟“

”اب نہیں ہو سکتا.....!“ فیاض جھنجھلا کر بولا۔

”دیکھو..... تمہارا ماتحت زخمی ہے..... اس کے لئے فرسٹ ایڈ ضروری ہے۔!“

”نہیں.....!“

”اچھا تو سنو..... کیپٹن فیاض..... میں بتاتا ہوں کہ مسز گوہن کفر مذہبی عیسائیوں کی اس
 ٹیم سے تعلق رکھتی ہے جو دنیا پر صیہونی غلبے کے خلاف جدوجہد کر رہی ہے۔!“

”تت..... تم کیا جانو.....!“ مسز گوہن بوکھلا کر بولی۔!

”تمہارا اتنا ہی کہنا کافی تھا..... کہ تم ایک محب وطن عیسائی ہو۔! صیہونیت ساری دنیا پر اپنی
 دوستی چاہتی ہے..... اس کے خلاف کام کرنے والی کوئی بھی تنظیم ہماری دشمن نہیں ہو سکتی۔!“
 ”لیکن یہ کشت و خون.....!“

”تم فی الحال صرف رینا ولیمز سے سروکار رکھو..... جب تک انکھم ہاتھ نہ آجائے تمہاری
 برٹ میں مسز گوہن کی طرف ہلکا سا اشارہ بھی نہ ہونا چاہئے۔!“

”ہوں..... اچھا..... لیکن تم علیحدگی میں کیا باتیں کرنا چاہتے تھے۔!“

”اب کچھ بھی نہیں..... جو مسز گوہن سے سننا چاہتا تھا خود کہہ چکا ہوں..... تمہاری وہ
 اس ابھی تک نہیں پہنچی۔!“

”پھر رنگ کرتا ہوں.....!“ فیاض کہتا ہوا فون کی طرف بڑھا ہی تھا..... کہ ہی مراد اندر
 ن آیا۔ اس کے سارے کپڑے پھٹے ہوئے تھے..... اور جگہ جگہ سے خون رس رہا تھا۔!

وہ سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے..... لیکن وہ صرف عمران کو گھورے جا رہا تھا۔!

”تت..... تم آخر ہو کیا بلا.....!“ وہ بلا آخر بولا۔

”اندر ونی پی..... تم اب تک کہاں تھے.....؟“

”جھڑیوں میں چھپتا پھرتا تھا..... اور باہر تاریکی میں جھینگر جھانگ جھانگ کئے جا رہے
 ۔!“

عمران سیریز نمبر 62

پیشرس

دست قضا

اس کتاب کا پیشرس لکھتے وقت کئی پڑھنے والوں کے خطوط میرے سامنے ہیں! ان کی خواہش ہے کہ میں حالات حاضرہ کے بارے میں کچھ لکھوں۔ میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں عرض کر سکتا کہ مایوسی کو پاس نہ پھٹکنے دیجئے۔ دنیا کی کئی قومیں اس وقت کڑے آزمائشی دور سے گزر رہی ہیں! ایسے حالات میں صرف ثابت قدمی اور قومی یک جہتی برقرار رکھنے کی کوشش ہی ہمیں سرخرو کر سکتی ہے! دشمن ایک بار پھر ہماری صفوں میں انتشار پیدا کرنے کی کوشش کرے گا لہذا ہوشیار رہئے، افواہوں پر کان نہ دھریئے۔ قومی تعمیر نو میں پوری پوری ایمان داری سے حصہ لیجئے اور اللہ سے دعا کرتے رہئے کہ وہ قوم کے معماروں کو فلاح کے راستے دکھاتا رہے!

ایک بار پھر گوش گزار کروں گا کہ دشمن کے ایجنٹوں کی پیشانیوں پر اُن کے آقا کی مہر نہیں ہوتی۔ وہ صرف گفتار اور کردار

(دوسرا حصہ)

ہی سے پہچانے جاسکتے ہیں مایوسی پھیلانے والوں پر کڑی نظر رکھئے!
 اب ڈاکٹر انکھم کی کہانی کی دوسری کڑی ملاحظہ فرمائیے۔ پچھلے
 دنوں فریدی کے سلسلے میں ایک کہانی دو کتابوں میں مکمل ہوئی تھی
 اس لئے عمران پسندوں کو طرہ آگیا۔ فرمائشات کے ڈھیر لگ گئے
 کہ عمران کی بھی ایک طویل داستان پیش کروں۔ اب میں اسے کیا
 کروں کہ اس کی طوالت مزید ایک کتاب کی خواہاں نظر آتی ہے۔ یہ
 پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ سستے کاغذ کے حصول میں آسانی پیدا
 ہوئے بغیر ”خاص نمبر“ پیش نہ کر سکوں گا۔ نہیں چاہتا کہ آپ کی
 جیب پر یکمشت مبلغ تین روپے کا بار پڑ جائے۔ میرے پڑھنے والوں
 کا حلقہ بھگدہد بہت وسیع ہے۔ اس میں ایسے افراد بھی ہیں جو میری
 کسی کتاب پر مبلغ تیس روپے بھی صرف کر سکتے ہیں۔ لیکن مجھے
 بہر حال اس بڑی تعداد کا خیال رکھنا ہے جس کے لئے ایک روپیہ
 پچاس پیسے بھی خاصی اہمیت رکھتے ہیں۔

ابن صفیر

۱۱ جنوری ۱۹۷۲ء



ظفر الملک اور جیمسن بھی ڈاکٹر انکھم کی تلاش میں سرگرداں تھے! وجہ یہ تھی کہ کیپٹن
 فیاض عمران کو ڈھونڈھ نکالنے میں ناکام رہا تھا لہذا چڑھ دوڑا، ان دونوں پر دھمکی دی کہ اگر
 انہوں نے اس کا ہاتھ نہ بنایا تو دونوں کو اس کیس میں نکلیں گے بغیر نہ رہے گا۔
 مسز گوہن اور اس کے تیس ساتھی کھل کر سامنے آگئے تھے۔ نہ صرف سامنے آگئے تھے بلکہ
 حکومت کے ذمہ داروں سے اپنے تحفظ کی درخواست بھی کر بیٹھے تھے!
 اب سوال یہ تھا کہ انہیں کس خانے میں فٹ کیا جائے۔ ہر چند کہ ان کے خلاف کوئی ثبوت
 نہیں مل سکا تھا۔ جس کی بنا پر انہیں ملک دشمن قرار دیا جاسکتا لیکن پھر بھی وہ اس کیس میں فریق کی
 حیثیت رکھتے تھے۔ فریق بھی ایسے جنہوں نے صیہونی تنظیم سے متعلق حکومت کو باخبر کر دینے
 کے بجائے خود اس سے پینے کی کوشش کی تھی۔ ظاہر ہے کہ قانون اس کی اجازت نہ دے سکتا۔
 بہر حال مقامی حکام بڑی دشواری میں پڑ گئے تھے۔ ریٹا ولیمز کو کسی طرح بھی بولنے پر
 آمادہ نہ کیا جاسکا۔ وہ یہی کہتی رہی کہ انکھم کے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتی تھی اور اب یہ بھی
 نہیں جانتی کہ وہ کہاں ہو گا!

عمران ہی کی ہدایت کے مطابق ظفر اور جیمسن نے فیاض کو یہ نہیں بتایا تھا کہ فوجی اتاشی ریٹا
 ولیمز ہی کے ہاتھوں مر تھا۔ بہر حال اب یہ دونوں شہر میں دھکے کھاتے پھر رہے تھے۔
 ایک پارک میں بیٹھ کر تھکن اتارتے ہوئے جیمسن نے کہا۔ ”اب کیوں نہ افلاطون صاحب
 کو تلاش کیا جائے!“

”بکواس مت کرو۔۔۔ اگر عمران صاحب مناسب سمجھتے تو ہم اس وقت اپنے بیڈ روم میں آرام کر رہے ہوتے۔!“

”یہیں کیا نہ رہے ہیں۔۔۔۔۔“ جیمسن نے لکھنے انداز میں کہا۔

ظفر کچھ نہ بولا۔ کاندھے سے مینڈولین اتار کر اس کے تاروں کو چھیڑنے لگا۔

”اب کیا بھیڑا کٹھا کیجئے گا۔۔۔۔۔؟“

”کیا برائی ہے زندہ دل لوگ مغربی طرز کا بھکاری سمجھ کر خاصی رقصیں دے جاتے ہیں۔

پچھلے ہفتے ایک شام ہم نے ستائیس روپے کمائے تھے۔!“

”ظہریئے۔۔۔۔۔ یورہائی نس۔۔۔۔۔ کیوں نہ ہم ہی مراد کو تلاش کریں۔!“

”بیکار۔۔۔۔۔ کیپٹن فیاض اسے پہلے ہی کھال چکا ہو گا۔۔۔۔۔!“

”طریق کار میں فرق ہوتا ہے۔!“

”تم چلنا چاہتے ہو۔۔۔۔۔؟“

”اُسے بھی آزمائیں۔۔۔۔۔ جان تو چھوٹے کسی طرح۔۔۔۔۔ آج کل میں کلیلہ و دمنہ پڑھ رہا

ہوں۔۔۔۔۔ وقت ہی نہیں ملتا۔!“

”تمہارا دماغ خراب ہو جائے گا۔!“

”کلاسیک ہمارا قومی سرمایہ ہے۔۔۔۔۔ یورہائی نس۔۔۔۔۔!“

”آپ ذرا اپنی قوم پر بھی توروشتی ڈالئے۔!“

”قوم بہر حال قوم ہوتی ہے چاہے روشنی میں ہو۔۔۔۔۔ چاہے اندھیرے میں۔!“

”اچھا بکواس بند۔۔۔۔۔ چلو اٹھو۔۔۔۔۔!“

دونوں پارک سے نکل کر گاڑی میں بیٹھے۔۔۔۔۔ دفعتاً جیمسن بولا۔ ”شائد ہمارا تعاقب کیا جا رہا

ہے۔!“

”کیسے معلوم ہوا۔۔۔۔۔؟“

”کسی سنسان سڑک پر نکل چلئے۔۔۔۔۔ میرے بیان کی تصدیق ہو جائے گی۔!“

لیکن اس کے بیان کی تصدیق نہ ہو سکی۔۔۔۔۔ وہ جدھر بھی جاتے متعدد گاڑیاں اپنے پیچھے

دیکھتے۔!

”کیا تم بہت زیادہ خائف ہو جیمسن۔۔۔۔۔؟“ ظفر الملک نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”میرا خیال ہے کہ مجھ سے زیادہ آپ خائف ہیں۔!“

”کیوں۔۔۔۔۔؟“

”میں عقب نما آئینے میں اُس لڑکی کو مسلسل دیکھے جا رہا ہوں جس پر مارے خوف کے آپ

توجہ نہیں دے رہے۔!“

”ہوں۔۔۔۔۔ کوئی لڑکی ہے کیا۔۔۔۔۔؟“

”آخر آپ کو یقین کیوں نہیں آتا کہ لڑکیاں آپ کا پیچھا کرتی ہیں۔!“

”میں یہاں خود کو اس یقین دہانی کے قابل نہیں سمجھتا۔!“

”واقعی۔۔۔۔۔ آپ یہاں آکر بہت ڈر پوک ہو گئے ہیں۔!“

”ایک بات آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی۔۔۔۔۔ جب تمہیں لڑکیوں سے کوئی دلچسپی

نہیں تو مجھے کیوں بور کرتے رہتے ہو۔!“

”میں دوسروں کو محبت کرتے دیکھ کر خوش ہونے کے لئے پیدا ہوا ہوں۔!“

ظفر نے گاڑی دوسری سڑک پر موڑتے ہوئے کہا۔ ”دیکھنا کیا اب بھی ہمارے پیچھے آتی

ہے؟“

”بالکل آ رہی ہے یورہائی نس۔۔۔۔۔!“

”غیر ملکی ہے۔۔۔۔۔؟“

”نہیں۔۔۔۔۔ ایسی ہی ہے۔۔۔۔۔ لیکن بلاؤڈ اور اسکرٹ میں معلوم ہوتی ہے۔!“

”میں ٹپ ٹاپ میں گاڑی روکوں گا۔۔۔۔۔ تم اس پر نظر رکھو۔۔۔۔۔!“

”لیکن ہم تو یہی مراد کے لئے روانہ ہوئے تھے۔!“

”تمہیں خوش ہونے کا موقع دینا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ خواہ کیپٹن فیاض مجھے گولی ہی کیوں نہ

مار دے۔!“

کلب کی کپاؤنڈ میں داخل ہو کر وہ گاڑی پارکنگ شیف کی طرف لیتا چلا گیا۔

”آ رہی ہے۔۔۔۔۔ سو فیصد۔۔۔۔۔ تھینک گاڈ۔۔۔۔۔“ جیمسن خوش ہو کر بولا۔

لڑکی کی گاڑی بھی پارکنگ شیف میں داخل ہوئی۔ چمپنی رنگ کی ایک خوش شکل لڑکی تھی۔

ظفر نے گاڑی سے اتر کر مینڈولن ڈسکے میں رکھ دیا تھا کہ وہ قریب آکر بولی ”اے بھ
ساتھ لے چلو....!“

جیمسن دانت نکال کر دوسری طرف دیکھنے لگا اور ظفر نے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ اس سے
قبل ہم کہیں نہیں ملے۔!“

”اس سے کیا فرق پڑتا ہے.... کچھ دیر پہلے تم جہانگیر پارک میں ایک بڑا ہی خوب صورت
نغمہ چھیڑے ہوئے تھے۔ اسی لئے تو میں تمہارے پیچھے آئی ہوں۔!“

”شکریہ....! میں اتنا اچھا نہیں بجاتا۔!“
”بہت اچھا بجاتے ہو....! لڑکی نے آنکھیں بند کر کے سسکی سی لی۔

”اچھی بات ہے.... میں اسے ساتھ لے چل رہا ہوں۔!“

”شکریہ....! میرا نام لوسی ہے۔!“

”میں ظفر.... یہ جیمسن....!“

”اؤ.... کے.... تو پھر کب تک یہاں کھڑے رہیں گے۔!“

”چلے....!“ ظفر ایک طرف ہٹا ہوا بولا۔ ”لیکن آپ ہال میں کس طرح سن سکیں گی؟“

”تو پھر پیچھے پارک میں چلے....!“

سورج غروب ہو چکا تھا.... دھند لکا پھیل رہا تھا.... وہ عقبی پارک میں آئے لڑکی نے ایک

بچہ کی طرف اشارہ کیا لیکن ابھی بیٹھے نہیں پائے تھے کہ عقب سے آواز آئی ”ٹھہرو۔!“

وہ چونک کر مڑے.... ایک قوی بیکل نوجوان اُن کی طرف بڑھا آ رہا تھا۔ نسلًا یوریشین

معلوم ہوتا تھا۔

قریب پہنچ کر رک گیا.... اور ظفر کو گھورتا ہوا بولا۔ ”تو وہ تم ہی ہو۔!“

”میں نہیں سمجھا....!“ ظفر نے متحیرانہ چپکائیں لیکن جیمسن مرنے مارنے پر آمادہ

نظر آنے لگا تھا۔

”تم ہی لوسی کو بہکا رہے ہو۔!“ اجنبی غرایا۔

”تم چلے جاؤ.... یہاں سے....!“ لڑکی حلق پھاڑ کر چیخی ”میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔!“

”دیکھا.... میں غلط تو نہیں کہہ رہا تھا۔!“ اجنبی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”لیکن ہم تو ابھی ملے ہیں....!“ ظفر بولا۔

”بکواس.... میں یقین نہیں کر سکتا۔!“

”میا تمہیں یقین دلا دوں....!“ جیمسن نے آگے بڑھ کر کہا۔

”ٹھہرو....!“ ظفر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”انہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔!“

”میں غلط فہمی رفع کرنے کا ماہر ہوں۔!“

”نہیں! بھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں! یہ اپنی لوسی کو لے جائیں۔!“

”تم بزدل ہو!“ لڑکی نے ظفر کا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑا لیا۔

”اب تم خوش کیوں نہیں ہو رہے....!“ ظفر نے جیمسن سے کہا۔

”مجھے باور کرانے کی کوشش نہ کرو کہ تم اس کے لئے اجنبی ہو....!“ اجنبی نے ظفر کو

مخاطب کیا۔

”اچھی بات ہے....! ہم بہت دنوں سے ایک دوسرے سے واقف ہیں۔!“ لڑکی نے ظفر کا

گریبان چھوڑ دیا۔

”تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا.... میں تمہیں زندہ نہ چھوڑوں گا۔!“

”اب ہوئی نا کوئی بات....!“ جیمسن نے ہنس کر کہا۔

دفعتاً لڑکی اجنبی پر ٹوٹ پڑی اور اس نے بوکھلا کر پیچھے ہٹنا چاہا لیکن جیمسن نے اُسے ایسا نہ

کرنے دیا۔ وہ اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا تھا۔

لڑکی اس پر دو ہتھوڑ چلاتی رہی۔

”لوسی.... لوسی.... ہوش میں آؤ....!“

”میں تمہیں مار ڈالوں گی.... خبیث.... سور.... کتے....!“ وہ پاگلوں کی طرح چیختی اور

اسے نوحتی کھسکتی رہی۔

جیمسن اپنی جگہ پر جم کر رہ گیا تھا شاید اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اسے بھاگنے نہیں دے گا۔

لڑکی پر دیوانگی سی طاری ہو گئی تھی.... اچانک وہ زمین پر گر گئی اور بے سدھ ہو گئی۔

اجنبی اسے جھنجھوڑ کر آوازیں دینے لگا.... لیکن اُس نے آنکھیں نہ کھولیں۔ وہ سیدھا کھڑا

ہو کر ہاتھ ملتا ہوا بے بسی سے بولا۔ ”اب میں کیا کروں....؟“

”ہم کیا جانیں.....!“ جیمن نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

”تم کوئی بھی ہو..... خدا را اسے گھریک پہنچانے میں میری مدد کرو.....!“ اجنبی نے بڑی لجاجت سے کہا۔ وہ بہت زیادہ نروس نظر آنے لگا تھا۔

”ہرگز نہیں.....!“ جیمن اڑ کر بولا۔ ”بیہوش لڑکیاں ہمارے لئے کوئی کشش نہیں رکھتیں۔!“

”نہیں ہم ان کی مدد کریں گے.....!“ ظفر نے آگے بڑھ کر کہا۔

”نہیں یورہائی نس.....! یہ خود ہی اٹھائے اپنی ذوروتھی کو.....!“ جیمن راہ میں حائل ہوتا ہوا بولا۔

”چلو ہٹو.....!“ ظفر نے جیمن کو دھکا دیا۔

”مجھے پہلے قتل کر دیجئے پھر اس لڑکی کو ہاتھ لگائیے گا۔!“ جیمن اڑ گیا۔

”یہ کیا بکواس ہے.....؟“

”ڈاڑھی ضرور ہے میرے چہرے پر مگر اتنا زیادہ بد صورت نہیں ہوں۔!“

”تم آخر چاہتے کیا ہو.....؟“

”مناسب یہی ہے کہ ہم انہیں اسی حال میں چھوڑ کر چل دیں۔!“

”کیا مطلب.....؟“

جیمن کچھ کہنے ہی والا تھا کہ لڑکی اٹھ کھڑی ہوئی..... چند لمبے خاموشی سے انہیں گھورتی

رہی پھر ظفر کا بازو پکڑ کر کھینچتی ہوئی بولی ”چلو میرے ساتھ..... میں دیکھتی ہوں یہ کیا کر لیتا ہے۔!“

اجنبی نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے پھر سختی سے بھیجنے لئے۔ وہ ظفر کو کھینچنے لئے جاری تھی۔ جیمن اور اجنبی وہیں کھڑے رہے۔ دفعتاً جیمن اس کے شانے پر ہاتھ مار کر ہنس پڑا۔

”میرا مذاق نہ اڑاؤ.....!“ اجنبی بھنا گیا۔

جیمن اسے وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گیا اور ظفر کے قریب پہنچ کر بولا۔ ”سوال تو یہ ہے کہ

یہ گل محبوبی و پیکر حسن و خوبی آپ کو کہاں لے جائے گی.....؟“

”اس بیہودہ آدمی کو یہاں سے بھگا دو.....!“ لوسی نے ظفر سے کہا۔

”بھاگ اے بیہودہ آدمی.....!“ ظفر جیمن سے بولا۔

”عمرو عیار بُرا نہیں مانتا..... لیکن اے صاحبِ قرآن زماں خواہ آپ کتنا ہی بنیں..... عورت آپ کی کمزوری ہے۔!“

”بکواس مت کرو.....!“

”یہ کون ہے.....؟“ لڑکی نے ظفر سے پوچھا۔

”میرا ساتھی.....!“

”بالکل ریچھ معلوم ہوتا ہے۔!“

”اس کے باوجود میں ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔!“ جیمن بولا۔

”میں اپنے گھر میں اس کا داخلہ پسند نہیں کروں گی۔!“

”تو پھر ہمارے گھر چلو.....!“ جیمن نے ظفر کا دوسرا بازو پکڑ کر روکتے ہوئے کہا۔

”نہیں میرے ہی گھر چلنا پڑے گا۔!“ لڑکی جھلا کر بولی۔ ”میں اس مردود کو سبق دینا چاہتی

ہوں۔ دوستی کے یہ معنی تو نہیں ہوتے کہ میں اُس کے باپ کی جاگیر ہو گئی ہوں۔!“

”تم اُسے ضرور سبق دو.....!“ جیمن نے ہنس کر کہا۔ ”لیکن ہمیں اپنے کتب میں داخل نہ

کرو تو بہتر ہے۔!“

”آخر یہ کیا بکواس کر رہا ہے.....!“ لڑکی ظفر کو جھنجھوڑ کر بولی۔

جیمن نے مڑ کر دیکھا۔ اجنبی کا اب کہیں پتا نہ تھا۔ اس نے ٹھنڈی سانس لی اور بڑے ادب

سے بولا۔ ”یورہائی نس! صرف آپ تشریف لے جایئے لیکن گاڑی میرے لئے چھوڑ دیجئے۔!“

”میں اپنی گاڑی میں لے جاؤں گی۔!“ لڑکی نے جھلاہٹ میں پیر پٹ کر کہا۔

”ضرور..... ضرور.....!“ جیمن نے کہا اور دانت نکال کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

پھر یہی ہوا..... ظفر لڑکی کی گاڑی میں جا بیٹھا اور جیمن نے ظفر کی کار سنبھالی!



عمران ڈاکٹر داور کی تجربہ گاہ میں داخل ہوا۔ میک اپ میں تھا..... اس لئے ڈاکٹر داور تک

پہنچنے میں خاصی دشواری پیش آئی تھی۔

”فرمائیے..... میں کیا خدمت کر سکتا ہوں.....!“ ڈاکٹر داور نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”اب اتنا انکسار بھی نہ برتنے کہ بعد میں پچھتانا پڑے۔!“

”کیا مطلب.....؟“ ڈاکٹر داور کا لہجہ ناخوش گوار تھا۔
”میں عمران ہوں.....!“

”اوہ..... بد معاش.....!“ ڈاکٹر داور نے بیٹھتے ہوئے طویل سانس لی ”یہ کیا خبیثوں کی شکل بنا رکھی ہے!“
”نہ صرف ڈاکٹر انکھم بلکہ کیپٹن فیاض بھی میری تلاش میں ہے۔!“
”اوہو..... تو کیا انکھم والے معاملے سے تمہارا بھی تعلق تھا.....!“
”نیلہ ہاتھ کا طلسم میں نے ہی توڑا تھا۔!“
”بہت اچھے..... تم نے بہت اچھا کیا کہ یہاں چلے آئے..... مجھے ابھی تک اس ہاتھ کے بارے میں تفصیلات کا علم نہیں ہو سکا۔!“

عمران اُسے بتانے لگا کہ کس طرح اُس نے مسز گوہن کے گلوبند پر تجربہ کیا تھا اور اس نیت پر پہنچا تھا کہ وہ ہاتھ ایک برقی نظام کے تحت کارآمد ہوتا ہے۔!
”فوراً ہی دور کی کوڑی لاتے ہو..... اس کا میں عرصے سے قائل ہوں۔!“ ڈاکٹر داور مسکرائے پھر فوراً ہی سنجیدہ ہو کر بولے۔ ”چلو میرے آپریشن روم میں تمہیں ایسا آپریشن دکھاؤں گا جس میں سو میل کے اندر کی کوئی لاسکی تحریک خواہ کسی دیو پر ہوئی ہو فوراً ڈھلک ہو جاتی ہے۔!“

وہ عمران کو آپریشن روم میں لائے..... اور ایک جانب بڑھتے ہوئے بولے۔ ”یہاں جتنی فریکوئنسیز پر لاسکی تحریکات ہوتی ہیں اسی آپریشن کی وجہ سے میرے علم میں آ جاتی ہیں..... لیکن ادھر کچھ دنوں سے ایک ایسی فریکوئنسی پر لاسکی تحریکات نظر آتی رہی ہیں جو کم از کم اس شہر میں تو کبھی استعمال نہیں کی گئی۔!“

ڈاکٹر داور نے ایک سوچ آن کیا اور آپریشن کے متعدد ڈائریل روشن ہو گئے۔!

”یہ میڈیم ویو سکشن ہے..... یہ شارٹ ون سکشن..... یہ شارٹ ٹو..... یہ شارٹ تھری..... اور یہ مائیکرو ویو سکشن..... دراصل وہ ایکٹیوٹی مائیکرو ویو ہی پر نظر آئی تھی۔ اب دیکھو میں تمہیں بتاتا ہوں..... فرض کرو میڈیم ویو ہی پر اس وقت ہمارا ریڈیو اسٹیشن کمرنگل سروس نشر کر رہا ہے..... یہاں سے ریڈیو اسٹیشن کا کتنا فاصلہ ہوگا.....؟“

”بارہ تیرہ میل.....!“ عمران نے جواب دیا۔
”سمت.....؟“

”غالباً مشرق.....!“

”ہوں..... اب تم بالکل صحیح فاصلہ اور سمت معلوم کر دو گے۔!“ ڈاکٹر داور نے دوسرا سوچ آن کرتے ہوئے کہا۔ ”اس ڈائریل پر فاصلہ دیکھو.....!“
”گیارہ میل.....!“ عمران بڑبڑایا۔
”اور اس ڈائریل پر سمت دیکھو.....!“
”جنوب مشرق.....!“ عمران نے طویل سانس لی۔

”اس میں سرسوفرق نہ پاؤ گے.....!“ ڈاکٹر داور نے دونوں سوچ آن کرتے ہوئے کہا۔
”مائیکرو ویو پر کسی قسم کی تحریک یہاں کے لئے بالکل نئی چیز تھی..... اس لئے میرے ایک اسسٹنٹ نے اس کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا ہے..... میں تمہیں وہ بھی دکھاؤں گا۔!“
ڈاکٹر داور عمران کو پھر اپنے آفس میں واپس لائے اور اس اسسٹنٹ کو طلب کیا جس کا ذکر آپریشن روم میں کر چکے تھے۔
اُس سے مائیکرو ویو ایکٹیوٹی کے بارے میں سوال کیا۔

”یہاں سے فاصلہ ساٹھ میل تھا.....!“ اسسٹنٹ نے جواب دیا۔ ”اور سمت شمال مغرب۔!“
”اسسٹنٹ کے چلے جانے پر عمران بولا۔ ”سمت اور فاصلہ بالکل درست معلوم ہوتے ہیں۔ ملٹی پرنٹرز فارمز کی چویش بھی ہے..... لیکن ڈاکٹر صاحب ہمیں..... ڈاکٹر انکھم کی عمارات میں کوئی ایسی جگہ نہیں مل سکی جس پر کنٹرول روم کا اطلاق ہو سکتا۔!“
”انہیں اطراف میں کہیں اور تلاش کرو۔!“

”تلاش جاری ہے لیکن اب آپ کو یہ تکلیف کرنی پڑے گی کہ مائیکرو ویو سیکشن ہر وقت دیکھا جاتا ہے۔!“

”یقیناً..... یقیناً..... تم بالکل بے فکر ہو.....!“ ڈاکٹر داور سر ہلا کر بولے۔

”کیا یہ ممکن ہے کہ اس ہاتھ کی نقل و حرکت کے بارے میں بھی کچھ معلوم ہو سکے.....؟“
”نہیں.....! صرف اس کے مستقر کا یہاں سے فاصلہ اور سمت ہی معلوم ہو سکے گی..... وہ

بھی اگر سو میل کے اندر واقع ہو۔“

عمران کئی سوچ میں پڑ گیا۔

ڈاکٹر داور بولے۔ ”اگر وہ کوئی صیہونی تنظیم ہے تو اس کا قلع قمع ہونا ضروری ہے۔ یوں تو دنیا کا ایک بہت بڑا حصہ اس وقت صیہونی گرفت میں ہے.... لیکن پھر بھی ہم سے جتنا کچھ ہو سکے اس کے خلاف ضرور کریں۔!“

عمران کچھ نہ بولا۔

ڈاکٹر داور کی تجربہ گاہ سے نکلا تو دھند کا پھیل چکا تھا۔ گاڑی میں بیٹھنے ہی والا تھا کہ جیبی ٹرانس میٹر پر اشارہ موصول ہوا۔

”ہلو.... ہلو.... صفدر اسپیکنگ....!“

”ہلو....! اٹ از آئی....!“

”ایک لڑکی ظفر سے مل بیٹھی ہے....!“ دوسری طرف سے آواز آئی ”وہ اُسے کہیں لے جا رہی ہے اپنی گاڑی میں جسٹین تنہا ان کا تعاقب کر رہا ہے.... اس وقت ہم بریو روڈ پر ہیں.... اُدور۔!“

”تعاقب جاری رکھو.... اور مجھے مطلع کرتے رہو.... اُدور....!“ عمران نے ٹرانس میٹر جیب میں ڈال کر گاڑی اشارت کی اور تجربہ گاہ کا پورا چکر لگا کر سڑک پر ہو گیا۔

کچھ دور چلنے کے بعد صفدر نے پھر رابطہ قائم کیا تھا.... اور اسے بتاتا رہا تھا کہ اب وہ کن راستوں سے گزر رہے ہیں۔!

بالآخر عمران شہر پہنچ گیا۔



لڑکی نے گاڑی ایک عمارت کے سامنے روک دی اور ظفر سے بولی۔ ”چلو اترو.... مگر تمہارا وہ رپچھ ساتھی باہر ہی ٹھہرے گا۔!“

جسٹین نے گاڑی قریب ہی روکی تھی وہ دونوں اترے تو اس نے بھی سیٹ سے چھلانگ لگائی۔

”تم یہیں ٹھہرو....!“ ظفر نے اس سے کہا۔

”کیا آپ سو رہے ہیں یورہائی نس....؟“

”فکر مت کرو....!“

جسٹین نے اسے غصیلی نظروں سے دیکھا تھا لیکن پھر کچھ نہیں بولا تھا۔

ظفر لڑکی کے ساتھ عمارت میں داخل ہوا۔ ذی حیثیت لوگوں کی رہائش گاہ معلوم ہوتی تھی۔

”تمہارا ساتھی یورہائی نس کیوں کہتا ہے....!“ لڑکی نے ظفر سے پوچھا۔

”اس لئے کہ میں نواب زادہ ہوں....!“

”کہاں کے نواب زادے ہو....؟“

”بیکار نگری ہماری ریاست کا نام ہے۔ کیوں....؟“

”جانتے ہو میں یہاں کیوں لائی ہوں....!“

”جانتا ہوں....!“

”کیا جانتے ہو....؟“

”بور کرو گی....!“

”نہیں تل کر کھاؤں گی....!“ وہ مسکرائی۔

”کھا چکو جلدی سے تاکہ میں دوسرا کام دیکھوں....!“

”میں محض اس کی ضد میں لائی ہوں.... چلو بجاؤ مینڈولن....!“

”وہ کون تھا....؟“

”ایک احق.... مجھے ایسے لوگ ذرا پسند نہیں کہ اُن سے اخلاق سے پیش آؤ تو فوراً غلط فہمی

میں مبتلا ہو جاتے۔!“

”اور جسے پسند کر لیتی ہو اسے تل کر کھا جاتی ہو۔!“

لڑکی ہنس کر بولی۔ ”دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو۔!“

”بے حد دلچسپ.... اب اجازت دو....!“

”مینڈولن سناؤ.... سچ سچ تھوڑا ہی تل کر کھاؤں گی۔!“

ظفر نے طویل سانس لے کر کاندھے سے مینڈولن اتارا اور ایک دھن چھیڑ دی۔ وہ اس

سے دو فٹ کے فاصلے پر کھڑی تھری تھی۔

دفعتاً کوئی ٹھنڈی سی چیز ظفر کی گردن سے آگئی۔ اُس کا ہاتھ رک گیا۔

پشت سے آواز آئی۔ ”مینڈولن رکھ کر اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔“

ظفر نے چپ چاپ تعمیل کی۔ لڑکی سامنے کھڑی اسے گھورے جارہی تھی۔ بولنے والا بڑی بھرتی سے سامنے آگیا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ یہ وہی آدمی تھا جس سے ٹپ ٹاپ کے عقبی پارک میں لڑکی کا جھگڑا ہوا تھا۔

”یقین کرو میرے دوست.....!“ ظفر ہاتھ اٹھاتے ہوئے نرم لہجے میں بولا ”ہم دونوں آج ہی ملے ہیں۔!“

”تم اسے کھا جاؤ..... مجھے تو عمران کا پتا چاہئے.....!“ اجنبی مسکرا کر بولا اور ظفر نے طویل سانس لی۔

لڑکی اب اس کے برابر کھڑی تھی اس نے اجنبی سے کہا۔ ”اس کا ساتھی باہر موجود ہے۔!“

”اس کا انتظام بھی ہو گیا ہے.....!“ اجنبی بولا۔

”وہ سب کچھ ہو گیا ہو گا.....!“ ظفر نے لاپرواہی سے کہا۔ ”لیکن میں نہیں جانتا کہ عمران کہاں ہے۔!“

”بڑی سفاکی سے قتل کر دیئے جاؤ گے۔!“

”میں واقعی بڑی دشواری میں پڑ گیا ہوں.....!“ ظفر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

”سمجھدار معلوم ہوتے ہو.....!“

”لیکن کیا فائدہ.....؟ اگر تم سفاکی سے قتل نہ کرو گے تو پولیس دھر لے گی۔!“

”کیا مطلب.....؟“

”پولیس بھی مجھ پر دباؤ ڈال رہی ہے کہ عمران کو تلاش کرو..... ورنہ میں بھی ڈاکٹر انگھم والے کیس میں پھانس لیا جاؤں گا۔!“

”تم اس کے ہاتھ پشت پر باندھ دو.....!“ اجنبی نے لڑکی سے کہا۔

وہ کمرے سے چلی گئی اور اجنبی نے ظفر سے پوچھا ”کیا تمہارا تعلق پولیس سے نہیں ہے؟“

”ہرگز نہیں..... تصور صرف اتنا ہے کہ عمران سے میری جان پہچان ہے۔!“

”عمران کیا کرتا ہے.....؟“

”بلیک میلنگ..... کبھی پولیس افسروں پر ہاتھ صاف کرتا ہے اور کبھی بھرموں کو بلیک میل کرتا ہے۔!“

”اور تم اس کے اس بزنس میں حصے دار ہو.....؟“

”یہ غلط ہے.....!“

”پھر تم اس معاملے میں کیوں آکودے تھے.....؟“

”مجھے صرف یہی مراد کی تلاش تھی۔!“

”کیا عمران ہمارے لئے کام کرنا پسند کرے گا.....؟“

”میں اس کا جواب کیونکر دے سکتا ہوں.....!“

اتنے میں لڑکی واپس آگئی..... اس کے ہاتھ میں ریشم کی ڈور کا لپٹھا تھا۔

اجنبی نے ظفر کو ہاتھ پیچھے لے جانے کا حکم دیا..... ظفر نے ہاتھ گرائے اور انہیں پشت پر لے جا کر لڑکی کے قریب پہنچنے کا منتظر رہا۔

اچانک اجنبی نے لڑکی سے کہا۔ ”ٹھہرو..... تم ریوالور سنبھالو..... میں باندھتا ہوں..... اگر یہ کوئی حرکت کرے تو فائر کر دیتا۔!“

پھر اس نے جیب سے سائیلنسر نکال کر ریوالور کی نال پر فٹ کیا اور اسے لڑکی کے حوالے کرتا ہوا ظفر کی طرف مڑا..... لیکن لڑکی ابھی ریوالور کو اچھی طرح سنبھال بھی نہیں سکی تھی کہ

ظفر نے اجنبی پر چھلانگ لگا دی۔ دونوں گتھے ہوئے فرش پر آئے۔

حریف خاصا طاقت ور ثابت ہوا تھا..... ظفر کو دانتوں پسینہ آگیا۔ ادھر لڑکی کا یہ حال تھا کہ چاروں طرف تاج تاج کر ظفر پر فائر کر دینے کا موقع تلاش کر رہی تھی۔

ظفر نے حواس بجا رکھے تھے۔ اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر حریف کو اپنی آڑ نہ بنا سکے تو وہ بے دریغ فائر کر دے گی، لہذا فی الحال اسے زیر کرنے کی کوشش کی بجائے اپنے بچاؤ کا ذریعہ بنائے

رکھنے پر مجبور تھا۔ دفعتاً ”چٹک“ کی آواز کے ساتھ ہی اُس نے اپنے حریف کی کراہ سنی اس کی گرفت بھی ڈھیلی پڑ گئی تھی۔

اُس نے اسے دوسری طرف دھکادے کر لڑکی پر چھلانگ لگائی۔ شاید اُسے بھی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا لہذا اندوس ہو گئی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ریوالور اُس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا کر اوروہ خود اب ظفر کی گرفت میں تھی۔ اجنبی تڑپ تڑپ کر سرد ہو چکا تھا۔۔۔ گولی اُس کے بائیں پہلو پر لگ کر شائد دل کو چیر گئی تھی۔

”مجھے چھوڑ دو۔۔۔ مجھے چھوڑ دو۔۔۔!“ لڑکی سسکیاں لیتی ہوئی بولی۔

”تم نے اُسے مار ڈالا۔۔۔!“

”مم۔۔۔ میں۔۔۔ غلطی۔۔۔ اب کیا ہو گا۔۔۔!“

”اگر اس کی جگہ میں لینا ہوتا۔۔۔ تو کیا ہوتا۔۔۔؟“

”خدا کے لئے مجھے بچاؤ۔۔۔!“ وہ ظفر سے چٹ کر رو پڑی۔

”اچھا تو پھر یہاں سے نکل کر بھاگو۔۔۔!“

”بب۔۔۔ باہر دوسرے لوگ موجود ہوں گے۔!“

”کون لوگ۔۔۔؟“

”اُس کے ساتھی۔۔۔!“ لڑکی لاش کی طرف دیکھ کر بولی وہ اب بھی روئے جاری تھی۔

”کیا عمارت کی پشت پر کوئی راستہ نہیں ہے۔!“

”کچھ لوگ ادھر بھی موجود ہوں گے۔۔۔ کیونکہ تمہیں ادھر ہی سے لے جایا جاتا۔!“

”اچھی بات ہے تو سارے دروازے اور کھڑکیاں اندر سے بند کر لو۔۔۔!“

”میں اب اس کمرے میں نہیں رکنا چاہتی۔!“



عمران نے سڑک کی دوسری جانب گاڑی پارک کی اور عمارت کی طرف دیکھنے لگا۔ کوئی کھڑکی روشن نہیں تھی۔

دفعتاً ٹرانس میٹر پر اشارہ موصول ہوا۔

پھر صفدر ہی کی آواز تھی۔۔۔ وہ کہہ رہا تھا ”وہ لوگ جیمسن کو بیہوش کر کے کہیں۔“

جار ہے ہیں۔۔۔ میں اس وقت کنگ اسٹریٹ ہوں۔۔۔!“

”یہاں عمارت تاریک پڑی ہے۔۔۔ اور۔۔۔!“ عمران نے کہا۔

”وہ ظفر کو اندر لے گئی ہے۔۔۔ اور۔۔۔!“

”خیر۔۔۔ میں دیکھوں گا۔۔۔ تم تعاقب جاری رکھو۔۔۔ اور۔۔۔!“

وہ سوچ رہا تھا کہ اب عمارت کی پشت پر چلنا چاہئے۔ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا اور عمارت سے تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر انجن بند کر دیا۔

گاڑی سے اتر کر پیدل اس عمارت کی پشت پر پہنچا۔۔۔ ادھر تاریکی تھی۔

لیکن وہ عمارت کے عقبی دروازے کے قریب کچھ لوگوں کی آوازیں سن رہا تھا۔

دیوار سے لگ کر آہستہ آہستہ آوازوں کی طرف بڑھتا رہا۔

”بہت دیر ہو گئی!“ ایک آواز آئی۔

”کچھ گڑبڑ تو نہیں ہوئی۔۔۔!“ دوسری آواز۔

”دروازہ پٹو۔۔۔!“ تیسری آواز آئی۔

عمران اُن سے زیادہ دور نہیں تھا۔۔۔ اس نے دروازہ پٹنے کی آواز بھی سنی۔

”یقیناً کوئی گڑبڑ ہے۔۔۔!“ کسی نے کہا۔

”تو پھر اب کیا کرنا چاہئے۔۔۔؟“

”میرے خیال میں دروازہ کھولنے کی کوشش کرو۔۔۔!“

عمران نے ٹرانس میٹر کے سگنل والا سوئچ آف کر دیا۔۔۔ ورنہ سناٹے میں اس کی آواز اُن لوگوں تک ضرور پہنچتی اور وہ چوکنے ہو جاتے۔

اب وہ کچھ اس قسم کی آوازیں سن رہا تھا جیسے وہ دروازہ توڑ دینے کے لئے زور لگا رہے ہوں۔

”بہت مضبوط ہے۔۔۔!“ کوئی بولا۔

”پھر بٹاؤ کیا کریں۔۔۔؟“

”انتظار۔۔۔! خواہ صبح ہو جائے اور ہمیں اسی طرح ٹھہرنا ہے۔!“

”کیا یہ ضروری ہے۔۔۔؟“

”ہاں۔۔۔ ہمیں سڑک کی طرف جانے کا حکم نہیں ملا۔!“

”اچھا تو پھر بیٹھو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر....!“

”کچھ بھی ہو....!“

عمران نے سر کو خفیف سی جنبش دی اور واپسی کے لئے کھسکے لگا۔

سڑک کی طرف اُسے پہلے بھی کوئی نظر نہیں آیا تھا.... اب وہ سوچ رہا تھا کہ اسی طرف سے عمارت میں داخل ہونے کی کوئی راہ نکالنی چاہئے۔

صدر دروازہ بند تھا.... کھڑکیاں بھی ایسی نہیں تھیں کہ شیشے توڑ کر کام چلایا جاسکتا کیونکہ اُن میں لوہے کی جالیاں لگی ہوئی تھیں۔ دفعتاً اُسے صدر دروازے کے پیچھے کسی قسم کی آواز سنائی دی.... شاید قفل میں کنجی گھمائی گئی تھی۔

عمران ایک طرف دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ دروازہ تھوڑا سا کھلا اور کوئی باہر جھانکنے لگا۔ اتنا ہی کافی تھا.... عمران دروازے پر پل پڑا.... اور پھر وہ دوبارہ بند نہ کیا جاسکا۔ دروازے کی دوسری طرف والا آدمی راہداری میں دور جاگرا تھا۔

عمران نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کیا.... اور پھر اپنے شکار کی طرف متوجہ ہوا تو اسے خود پر حملے کے لئے تیار پایا.... یہ ظفر الملک تھا۔

”بس.... بس....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”مزید مارنے کی ضرورت نہیں....!“

”خدا لیا....!“ ظفر متحیر رہ گیا.... ”یہ آپ ہیں....؟“

”آپ کیا فرما رہے ہیں یہاں....؟“

ظفر جلدی جلدی اُسے اپنی کہانی سنا کر بولا۔ ”میں نے لڑکی کو ایک کمرے میں بند کر دیا ہے۔!“

”اور پچھوڑے پر لوگ انتظار کر کے بور ہوئے جا رہے ہیں.... چلو مجھے لاش دکھاؤ....!“

ظفر اُسے لاش والے کمرے میں لایا.... عمران پر تشویش نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

”اسکیم یہ تھی....!“ ظفر بولا ”مجھ سے آپ کا پتہ پوچھا جاتا.... نہ بتانے پر بیہوش کر کے

کہیں اور پہنچا دیا جاتا.... اس کام کے لئے ایک بہت بڑا تھیلا بھی یہاں موجود ہے۔!“

”اور آپ ایسے عقل کے دشمن ہیں کہ ان آسانوں کے باوجود بھی ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے

ہیں....؟“

”میں کیا کرتا....؟“

”لڑکی کے عوض خود کمرے میں بند ہو کر بیٹھ رہتے....!“

”بتائیے تاکیا کرتا....؟“

”لڑکی اب ان لوگوں میں جانے پر رضا مند نہیں.... اس سے بہتر موقع اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ لاش کو تھیلے میں بھرتے اور کھینچ کر عقبی دروازے تک لے جاتے لڑکی کو دروازے کے قریب چھوڑ کر خود اندر چلے جاتے۔ لڑکی تھیلا اُن لوگوں کے حوالے کر کے کہتی اسے لے جاؤ ہم دونوں بعد میں آئیں گے۔!“

”استاد پھر اُستاد ہے....!“ ظفر خوش ہو کر بولا۔

”چاپلوسی نہیں.... چلو کام کرو.... ابھی تو یہ دیکھنا ہے کہ خون تھیلے کے اوپر نہ پھوٹنے پائے.... خیر تھیلا لاؤ.... میں لاش کا انتظام کرتا ہوں اور تم لڑکی کو اس کام پر آمادہ کرو....!“

ظفر کمرے سے چلا گیا.... عمران لاش کا خون صاف کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اُسے تھیلے میں ٹھونس رہے تھے۔

”لڑکی آمادہ ہو گئی....!“ ظفر بولا۔ ”تجوڑ اُسے پسند آئی ہے.... یہ ضروری نہیں تھا میرے ساتھ وہ دونوں بھی جاتے۔!“

”ٹھیک ہے....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”میرا کام ختم....!“ میں تو چلا تم لڑکی کو سائیکو مینشن پہنچا دینا.... اور خود بھی رات بھر وہیں قیام کرنا.... واپسی پر بتاؤں گا کہ تمہیں کیا کرنا ہے.... وہ لوگ جیمسن کو لے گئے ہیں اسے بھی دیکھنا ہے۔!“

”نہیں....!“ ظفر چونک پڑا۔

”وہ تم سے زیادہ بڑا گدھا ہے.... اچھا نا نا....!“ وہ صدر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔



جیمسن کو ہوش آیا تو اس نے خود کو ایک ستون سے بندھا کھڑا پایا اور اس طرح پلکیں جھپکائیں جیسے خواب دیکھ رہا ہو۔

”کیا کوئی کلاسیکل حرکت ہو گئی ہے....؟“ وہ آہستہ سے بڑبڑا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

کسی عمارت کے اندر رونی برآمدے کا ستون تھا صحن کے آگے چار دیواری تھی اور وہاں ایک

زیادہ قوت کا بلب روشن تھا۔

”یا مظہر العجائب میں تو..... وہاں تھا..... گاڑی....!“ وہ پھر بڑبڑایا۔ ”کہیں میں خواب میں طلسم ہو شر بات تو نہیں دیکھ رہا!“

لیکن جلد ہی یہ طلسم بھی ٹوٹ گیا..... دو آدمی بائیں جانب والے دروازے سے برآمدے میں داخل ہوئے۔

”عمران کہاں ہے.....؟“ ایک نے اُسے مخاطب کیا۔

”مجھے اپنے ہی بارے میں کچھ نہیں معلوم عمران کے متعلق کیا بتا سکوں گا!“

”ہڈیاں تو زدی جائیں گی!“

”کس کی.....؟“

”تمہاری.....!“

”خیر.....! میں سمجھا تھا عمران کی..... مجھے یونہی بندھا رہنے دو لیکن میرے ہاتھ آزاد کر کے ان میں کوئی کتاب تھما دو..... پھر میں تم سے کچھ نہیں پوچھوں گا!“

دوسرے نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر لٹا ہاتھ مارا۔

”سبق سنے بغیر ہی.....؟“ جیمسن نے بڑے سکون سے اعتراض کیا۔

”شت اپ.....!“

”یا انگریزی میں بات کر لو یا اردو میں..... سخت جاہل معلوم ہوتے ہو۔!“

ایک ہاتھ پھر پڑا اور ساتھ ہی کہا گیا۔

”عنقریب تمہارا ساتھی پہنچنے والا ہے.....!“

”یہ بڑی اچھی بات ہے۔!“ جیمسن کے لہجے کا سکون بدستور قائم رہا۔

”کیا خیال ہے.....؟ وہ عمران کے ٹھکانے سے واقف ہو گا۔!“

”ہونا تو چاہئے.....!“ جیمسن نے جواب دیا۔

دفعۃً تین آدمی ایک بڑا تھیلا اٹھائے بائیں جانب کے دروازے سے اندر داخل ہوئے۔

تھیلا فرش پر رکھ دیا گیا۔

”اُسے بھی تھیلے سے نکال کر برابر والے ستون سے باندھ دو.....!“ ایک آدمی بولا۔

لیکن تھیلے کا منہ کھلتے ہی جیمسن پر تشدد کرنے والے دونوں آدمی بُری طرح بوکھلا گئے۔

جیمسن نے بھی اُسے دیکھا..... یہ تو وہی تھا جس نے ڈور و تھی کے سلسلے میں ان سے جھگڑا کیا تھا لیکن اب زندہ نہیں معلوم ہوتا تھا۔

لاش تھیلے سے نکالی گئی۔ تھیلا لانے والے بھی بدحواس نظر آنے لگے تھے۔

”یہ تو..... باس ہے.....!“ اُن میں سے ایک کی زبان سے بمشکل نکلا۔

اچانک کوئی دیوار سے صحن میں کودا اور وہ سب اچھل پڑے..... کودنے والے کے ہاتھ میں اعشاریہ چار پانچ کا ریوالمور تھا۔

وہ انہیں کور کرتا ہوا بولا۔ ”اُسے کھول دو..... اور بقیہ لوگ اپنے ہاتھ اٹھائے رہیں۔!“

جیمسن آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس خدائی فوجدار کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن یاد نہ آسکا کہ پہلے بھی کہیں

دیکھا تھا۔

”یہ بھی کلاسیکل ہی ہوئی ہے.....!“ وہ اُس وقت بڑبڑایا جب ایک آدمی اُسے ستون سے کھول رہا تھا۔

جیمسن کے آزاد ہوتے ہی نووارد نے اس سے کہا۔ ”اب تم اسی رسی کے چھوٹے چھوٹے

نکڑے کرو..... اور ان سبھوں کے ہاتھ پشت پر باندھ دو.....!“

اس کام میں پندرہ بیس منٹ صرف ہوئے تھے..... اس کے بعد جیمسن نے نووارد سے

پوچھا۔ ”مجھے کس طرح لے چلو گے۔!“

”گدھے کی پشت سے باندھ کر.....!“ جواب ملا..... اس بار جیمسن نے عمران کی آواز پہچان

لی تھی۔

”واقعی کلاسیکل.....!“ وہ دانت نکال کر بولا۔

”باہر تمہاری گاڑی موجود ہے..... رفو چکر ہو جاؤ.....!“

”کلو کیٹل لیتکوئج بولتے ہیں آپ..... سبحان اللہ.....!“

”لینکوئج کے بچے اب کھسکو..... مگر نہیں..... میں جا رہا ہوں.....!“

”کیا بات ہوئی جناب عالی.....؟“

”ایک منٹ ٹھہرو..... میں ابھی آیا.....!“

وہ چلا گیا.... تھوڑی دیر بعد واپس آیا.... اور قیدیوں سے ڈاکٹر الٹھم کے بارے میں پوچھنے لگا۔

”ہم کسی ڈاکٹر الٹھم کو نہیں جانتے!“ ایک آدمی نے کہا اور لاش کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ”ہم تو فلپ صاحب کے ملازم تھے اور انہیں عمران نامی کسی آدمی کی تلاش تھی!“

”کیا یہ یہیں رہتا تھا!“

”جی نہیں.... اُن کی کوٹھی عالم گیر روڈ پر ہے.... اور ریگل لاج کہلاتی ہے!“

”تو سی سے اس کا کیا رشتہ ہے....؟“

”ہم نہیں جانتے....!“

وہ جیمن کو ایک طرف لے جا کر بولا۔ ”اب تم چلتے پھرتے نظر آؤ.... میں نے اس مال غنیمت کے لئے کیپٹن فیاض کو فون کر دیا ہے۔“

”یہ تو اچھا نہیں کیا آپ نے جناب عالی....!“ جیمن نے پر تشویش لہجے میں کہا۔

”کیوں....؟“

”اب ہم پر ان کا دباؤ بڑھ جائے گا.... دراصل ہم دونوں آپ ہی کو تلاش کرتے پھر رہے تھے پکٹان صاحب نے فرمایا تھا کہ اگر ہم نے آپ کو نہ ڈھونڈ نکالا تو ہم بھی اس کیس میں نتھی کر لئے جائیں گے۔“

”نتھی ہو جانا....!“ عمران نے لا پرواہی سے کہا۔

”یعنی کہ ہم دونوں جیل چلے جائیں گے۔“

”کیا فرق پڑتا ہے.... اب دفع ہو جاؤ.... میں نہیں چاہتا کہ فیاض تمہارے نکل جانے سے پہلے یہاں پہنچے....!“

”او کے سر....!“ جیمن پیشانی کو ہاتھ لگا کر وہاں سے نکل بھاگا۔

گازی موجود تھی.... پھر بھاگا ہے تو مزہ کر دیکھنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کی لیکن اب وہ گھر نہیں جانا چاہتا تھا جلدی میں عمران سے ظفر کے بارے میں بھی کچھ نہیں پوچھ سکا تھا.... اس سے متعلق اُسے تشویش تھی۔

پھر گازی ایک جگہ ایک جام کی دوکان کے سامنے روکی اور ڈانڈھی مونچھوں کی صفائی کا

منصوبہ بنا کر دوکان میں داخل ہو گیا۔



کیپٹن فیاض.... تنہا ہی روانہ ہوا تھا.... کیونکہ عمران نے فون پر اُس سے صرف اتنا کہا تھا کہ وہ فلاں مقام پر موجود ہے.... اور اُس سے ملنا چاہتا ہے۔ فیاض نے بتائی ہوئی جگہ پر پہنچ کر گازی روکی.... مکان کا دروازہ کھلا ہوا ملا تھا۔ اندر داخل ہوا.... کمرے روشن تھے.... لیکن کہیں بھی کوئی نہ دکھائی دیا.... کمروں سے نکل کر بیرونی برآمدے میں پہنچا۔

چھ آدمی فرش پر پڑے نظر آئے.... لیکن اُن میں ایک لاش بھی تو تھی کسی سفید فام غیر ملکی کی لاش.... پانچ آدمی دیسی تھے.... جن کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔

”اس کو کس نے قتل کیا ہے....؟“ کچھ دیر بعد اُس نے سوال کیا۔

”ہم نہیں جانتے....!“ جواب ملا....!

”یہ کون ہے....؟“

”فلپ صاحب....!“

فیاض کسی سوچ میں پڑ گیا.... پھر انہیں وہیں چھوڑ کر اُس کمرے میں آیا جہاں فون رکھا تھا۔ اُس علاقے کے تھانے کے نمبر ڈائل کئے اور انچارج کو جمیعت کے ساتھ وہاں پہنچنے کی ہدایت دی۔

واپسی پر اس نے قیدیوں سے پوچھ گچھ شروع کی۔

”ہم فلپ صاحب کے ملازم تھے....!“ ایک نے جواب دیا۔ ”انہیں عمران نامی کسی شخص کی تلاش تھی۔ اس کے لئے وہ ظفر اور جیمن نامی دو آدمیوں کے پیچھے لگے تھے۔ ظفر کو وہ خود لے گئے تھے اور جیمن کو ہم یہاں اٹھالائے تھے۔!“

”ظفر کو وہ کہاں لے گیا تھا....؟“

”عالم گیر روڈ پر ریگل لاج ہے.... فلپ صاحب کی کوٹھی.... ہمارے تین آدمی ریگل لاج کی پشت پر اس تھیلے کے منتظر تھے.... اس میں ظفر کو بحالت بیہوشی لانا تھا.... تھیلہ آیا تو اس میں ظفر کی بجائے باس کی لاش نکلی....!“

”جیمن کہاں گیا....؟“

”دیوار سے ایک خوف ناک شکل والا آدمی کو دیکھا تھا.... اُس نے جنسن کو کھول کر بھگا دیا اور ہم کو باندھ کر ڈال دیا۔“

”خوف ناک شکل والا....؟“

”جی ہاں.... بڑی ڈراؤنی شکل تھی....!“

فیاض دانت پس کر رہ گیا.... کیونکہ فون پر تو اُس نے عمران ہی کی آواز سنی تھی۔

”کیا فلپ ڈاکٹر الیکھم کا ساتھی تھا....؟“ فیاض نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”ہمیں نہیں معلوم صاحب.... خوف ناک شکل والے نے بھی ہم سے کسی ڈاکٹر الیکھم کے

بارے میں پوچھا تھا ہم اس نام کے کسی آدمی کو نہیں جانتے۔!“

اتنے میں باہر سے پولیس کار کے سائرن کی آواز آئی اور فیاض انہیں دہیں چھوڑ کر صدر دروازے کی طرف آیا۔ علاقے کا اسٹیشن انچارج گاڑی سے اتر رہا تھا.... فیاض اُسے ہدایات دینے کے لئے باہر نکلا ہی تھا کہ مکان کے اندر زبردست قسم کے دھماکے کی آواز سنی۔

فیاض جھپٹ کر پولیس کار کے قریب پہنچا اور مسلح جوانوں نے رائفلیں کاندھوں سے اتار کر پوزیشن لے لی.... انچارج نے بھی ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا تھا۔

انہوں نے کھلے ہوئے دروازے سے گہرے دھوئیں کا بادل باہر نکلتے دیکھا۔

اچانک فیاض نے مکان کے عقبی دروازے کی طرف دوڑ لگائی.... لیکن اس کے وہاں پہنچنے سے قبل ہی دروازے کے قریب کھڑی ہوئی جیپ فرائے بھرتی آگے بڑھتی چلی گئی۔

”ٹھہرو....! ورنہ گولی مار دوں گا....!“ فیاض حلق پھاڑ کر دھاڑا لیکن فوراً ہی کھانسنے لگا کیونکہ ادھر بھی دھواں ہی دھواں تھا۔

جیپ جس کی عقبی سرخ روشنیاں بھیجی ہوئی تھیں اندھیرے میں غائب ہو چکی تھی۔

تھوڑی دیر بعد جب دھوئیں کے بادل چھٹ گئے تو وہ لوگ مکان کے اندر پہنچے.... پانچوں قیدی بیہوش پڑے تھے۔ لیکن لاش غائب تھی۔

فیاض نے دل ہی دل میں عمران کو ایک گندی سی گالی دی اور سوچنے لگا۔ اگر مردود نے فون

پر ڈھنگ کی بات کی ہوتی تو وہ تنہا کیوں آتا.... اتنی دیر کیوں لگتی کہ لاش کوئی اور اٹھالے جاتا۔

اُس نے وہیں سے اپنے ایک ماتحت ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کو فون پر ہدایت دی کہ ریگیل لاج کو

فوری طور پر گھیرے میں لے کر اس کا انتظار کیا جائے۔

ان پانچوں قیدیوں کو علاقے کے اسٹیشن انچارج کے حوالے کرتے ہوئے کہا ”میں نہیں حوالات میں رکھا جائے.... ان سے کسی قسم کی پوچھ گچھ نہ کی جائے۔!“

”بہت بہتر جناب....!“

وہاں سے سیدھا ریگیل لاج پہنچا اس کی ہدایت کے مطابق عمارت پولیس کے نرنے میں تھی۔ صدر دروازہ مقفل تھا.... وہ چار ماتحتوں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ عمارت کی تلاشی شروع ہوئی لیکن کہیں بھی کوئی ایسی علامت نظر نہ آئی جس کی بناء پر کچھ دیر قبل کئے جانے والے قتل کا ثبوت فراہم ہو سکتا۔ کوئی ایسی دستاویز بھی ہاتھ نہ لگی جس سے فلپ کی شخصیت پر روشنی پڑ سکتی۔

تلاش جاری ہی تھی کہ برابر والے کمرے میں فون کی کھنی بجی۔!

فیاض جھپٹ کر وہاں پہنچا تھا.... ریسور اٹھا کر خالص انگریزی لہجے میں ”ہلو“ کہی۔

”انگریز بننے کی کوشش نہ کرو....!“ دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔

”خدا تمہیں عارت کرے....!“ فیاض دانت پس کر بولا۔ ”تم کہاں ہو....؟“

”اب بیواؤں کی طرح کون سے بیٹھ گئے۔!“

”کیوں مجھے ذلیل کر رہے ہو....؟“ فیاض نے بے بسی سے کہا۔

”ظفر اور جنسن محض تمہاری وجہ سے دشواری میں پڑے ہیں....!“

”وہ دونوں اب کہاں ہیں....؟“

”میں نہیں جانتا....!“

”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ ظفر ہی نے وہ لاش تھیلے میں ٹھونس کر وہاں بھجوائی تھی....؟“

”خدا جانے.... میں تو جنسن کو اغوا کرنے والوں کا تعاقب کرتا ہوں وہاں پہنچا تھا....!“

”مجھ سے فوراً ملو ورنہ اچھا نہیں ہوگا....!“

”آخر کیوں....؟“

”الیکھم کی طرف سے دھمکی موصول ہوئی ہے کہ اگر ریٹا ولیمز کو رہانہ کر دیا گیا تو پورے شہر

کو جہنم بنا کر رکھ دے گا۔!“

”میں نے آج تک جہنم نہیں دیکھا....!“ عمران کی چہکار سنائی دی.... ”ہر گز رہانہ نہ کرنا۔!“

جاری رکھو۔۔۔ اس طرح تمہارے روزنامے کا پیٹ بھی بھرتا رہے گا۔“

”خدا سمجھے تم سے۔۔۔!“

”ہائے اتنی نسوانیت کیوں سوار ہے تم پر۔۔۔؟“ عمران نے چمک کر کہا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر فیاض نے بھی زبیسور رکھ دیا۔



لوسی سائیکو میشن کے ایک کمرے میں آرام کرسی پر نیم دراز تھی۔!

سرشام چہرے پر پائی جانے والی تازگی گہرے اضمحلال میں تبدیل ہو کر نقوش کا تیکھا پن ختم کر چکی تھی۔ آنکھیں ویران سی لگ رہی تھیں۔۔۔ دفعتاً وہ سیدھی ہو بیٹھی۔۔۔ کوئی دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔

دروازہ کھلا اور ایک آدمی کھانے کی ٹرالی دھکیلتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

”مم۔۔۔ مسٹر ظفر کہاں ہیں۔۔۔؟“ لوسی نے مردہ سی آواز میں اُس سے پوچھا۔

”میں کسی مسٹر ظفر کو نہیں جانتا۔۔۔ آپ کھانا کھائیے۔۔۔!“

”مم۔۔۔ میں۔۔۔ انہی کے ساتھ آئی تھی۔!“

”یہاں کوئی کسی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔۔۔ سب اپنی اپنی ڈیوٹی انجام دیتے ہیں۔!“

”یہاں کا مالک کون ہے۔۔۔؟“

نوادار نے کوئی جواب نہ دیا۔۔۔ کھانے کی ٹرالی وہیں چھوڑ کر باہر چلا گیا۔ ظفر نے اُسے ہدایت کر دی تھی کہ کمرے ہی تک محدود رہے۔ دروازہ کھول کر دوسری جانب دیکھنے کی بھی اجازت نہیں دی تھی۔

اس نے اٹھ کر تھوڑا سا کھانا کھایا اور پھر آرام کرسی پر جالیٹی۔۔۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس قسم کے لوگوں میں آ پھنسی ہے۔ کچھ دیر بعد نیند کے غلبے کا مقابلہ نہ کر سکی۔۔۔ پتا نہیں کب تک سوتی رہی پھر جھنجھوڑے جانے پر جاگی تھی۔

وہ سمجھی تھی ظفر ہو گا۔۔۔ لیکن اُس کی بجائے کوئی اور تھا۔

اُس نے بو کھلائے ہوئے لہجے میں لوسی سے کہا۔ ”چپ چاپ یہاں سے نکل چلو۔۔۔!“

”کہاں۔۔۔؟ تم کون ہو۔۔۔!“

”رحمان صاحب۔۔۔ تم سے ملنا چاہتے ہیں۔!“

”ان سے کہہ دو۔۔۔ اگر ابھی ملاقات ہو گئی تو پھر دوسری ملاقات بروز قیامت ہی ہوئے گی۔ الا ماشاء اللہ۔۔۔!“

”جنہم میں جاؤ۔۔۔!“

”چلا جاؤں گا۔۔۔ لیکن یہ بتاؤ۔۔۔ وہاں کوئی خاص چیز ہاتھ لگی۔!“

”کچھ بھی نہیں۔۔۔!“

”اچھا تو سنو فیاض۔۔۔ لاش کا علم تمہارے اور اُن پانچوں آدمیوں کے علاوہ اور کسی کو بھی نہیں لہذا گول کر جاؤ۔۔۔!“

”کیا تمہیں علم ہے کہ کس نے وہاں سے لاش اٹھائی تھی۔۔۔؟“

”ہاں۔۔۔! میں جانتا ہوں۔۔۔ اور ان کی اسی حرکت کی بناء پر یہ جان گیا ہوں کہ لاش کہاں لے جانی گئی ہے۔!“

”تب تو ٹھیک ہے۔۔۔!“

”ان پانچوں کو اس دھمکی کے ساتھ رہا کر دو کہ اگر انہوں نے کسی سے بھی فلپ کی لاش

تذکرہ کیا تو سیدھے پھانسی کے تختے ہی تک پہنچیں گے۔!“

”آخر کیوں۔۔۔؟“

”اچھا تو پھر انہیں گلے کا ہار بنائے فلپ کی لاش ڈھونڈتے پھر دو۔۔۔!“

”تم تو جانتے ہی ہو کہ لاش کہاں ہے۔!“

”جان من۔۔۔ وہاں تو اب اس کی راکھ بھی نہ ملے گی۔۔۔ بجلی گھر کی ایٹمی بھٹی اسے ہضم

کر گئی۔!“

”تو کیا بجلی گھر۔۔۔؟“

”بس خاموش۔۔۔ دوسرا لفظ زبان سے نہ نکلے۔۔۔ اپنے کام سے کام رکھو۔۔۔ یہ سر سلطان

کے محکمے کا کیس ہے۔!“

”لیکن مجھ پر میرے محکمے کا دباؤ ہے۔!“

”اسی دباؤ کے تلے چادر اوڑھ کر چین سے سو جاؤ۔۔۔ یا پھر ظفر الملک اور جیمسن کی تلاثر

”کوئی دوست ہی یہاں اس قسم کا خطرہ مول لے سکتا ہے۔!“

”ظفر کہاں ہے.....؟“

”اُسے جہنم میں جھونک دو دوست نہیں ہو سکتا۔!“

”تم میرے لئے بالکل اجنبی ہو.....!“

”اچھی بات ہے تو پھر پولیس ہی تمہاری مزاج پر سی کرے گی۔ ظفر گرفتار کیا جا چکا ہے۔

قلب کی لاش پولیس کے ہاتھ لگ گئی ہے۔!“

”تمہیں کس نے بھیجا.....؟“

”کیا اب بھی یہ بتانے کی ضرورت باقی رہتی ہے۔!“ نودار نے بے حد تلخ لہجے میں کہا۔

لوسی نے اُسے غور سے دیکھا..... صورت سے اول درجے کا احمق معلوم ہوتا تھا۔

”اچھا..... چلو!“ وہ اٹھتی ہوئی بولی۔

نودار نے کہا۔ ”میرا ہاتھ پکڑ لو میں لاسٹ آف کرنے جا رہا ہوں۔ باہر بھی اندھیرا ہے۔“

اس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے تاریکی میں دیر تک چلنا پڑا۔ پھر وہ کھلے آسمان کے نیچے آگئے تھے۔

یہاں وہ ایک بند گاڑی میں بیٹھے..... گاڑی کوئی اور ڈرائیو کر رہا تھا۔ گاڑی کا یہ حصہ

ایئر کنڈیشنڈ معلوم ہوتا تھا اور پوری طرح روشن تھا۔ وہ حیرت سے نودار کو دیکھے جا رہی تھی۔

”اب تم مجھے کہاں لے جاؤ گے.....؟“

”کسی محفوظ جگہ پر.....!“

”کیا ظفر سے پولیس نے سب کچھ اگلا لیا ہے.....؟“

”ہاں..... اُس نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ قلب تمہاری چلائی ہوئی گولی کا شکار ہوا تھا۔!“

”میرے خدا میں کیا کروں.....!“

”خدا اس سوال کا جواب دینے نہیں آئے گا..... لہذا میری بات پر کان دھرو.....!“

”کہو..... کیا کہنا چاہتے ہو.....؟“

”کچھ بھی نہیں.....!“

”کیا بات ہوئی.....؟“

”سب کچھ بھول جاؤ..... جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہوا۔“

”تم آخر ہو کون.....؟“

”وہی جس کی تلاش تھی تم دونوں کو.....!“

”نہیں.....!“ لوسی بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

”یقین کرو.....!“

”تم عمران نہیں ہو سکتے..... وہ شاید کوئی بہت ہی خون خوار آدمی ہے۔!“

”خواہ مخواہ.....!“

”جس سے اس قسم کے لوگ خائف ہوں وہ خود کیا ہوگا..... کبھی تم نے اپنی شکل بھی

دیکھی ہے آئینے میں.....!“ لوسی ہنس پڑی۔

”روز دیکھتا ہوں..... کوئی اور تھوڑا ہی شیو کر جاتا ہے.....!“ نودار نے احمقانہ انداز میں ہنس

کر کہا۔

گاڑی کسی جگہ رکی اور ان کے لئے عقبی دروازہ کھولا گیا..... اس سے قبل ہی اجنبی نے اندر

کی روشنی بجھادی تھی۔

”چلو اترو.....!“ اس نے لوسی سے کہا۔

دونوں نیچے اترے گاڑی کا دروازہ بند کیا گیا..... اور پھر دوبارہ اشارت ہو کر آگے بڑھ گئی۔

وہ گہری تاریکی میں کھڑے تھے۔

”ہم کہاں ہیں.....؟“ لوسی نے پوچھا۔

”کیا تم سمندر کی لہروں کا شور نہیں سن رہیں.....؟“

”اوہو..... لیکن کیوں.....؟“

”شہر کے ہنگاموں سے دور ہم زیادہ خوش رہ سکیں گے۔!“

”جی ہاں..... تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو.....؟“

”میں عمران ہوں..... اور آج تک خود میری سمجھ میں نہیں آ سکا کہ میں کیا چاہتا ہوں۔!“

”فضول باتیں مت کرو..... تم عمران نہیں ہو سکتے۔!“

”مارو گولی..... کیا رکھا ہے..... ان باتوں میں..... مقصد تو یہ ہے کہ تم پولیس کے ہتھے نہ

پڑھنے پاؤ..... اور بلیک میلرز کی ایک تنظیم سے بھی تمہارا چھکارا ہو جائے۔!“

”کیا عمران کسی تنظیم کا سربراہ ہے.....؟“

”بلیک میلرز کی بہت بڑی تنظیم کا سربراہ..... اور ظفر الملک اس کا آلہ کار ہے۔!“

”تو تم عمران نہیں ہو.....!“

عمران نے ہنس کر کہا۔ ”میں تو مذاق کر رہا تھا۔!“

”پھر تم کون ہو.....؟“

”ڈھمپ.....!“

”یہ کیسا نام ہے.....؟“

”ایک بے معنی نام ہے..... لیکن ہے زور دار..... جیسے پہاڑ سر پر آگرا ہو.....!“

”تو کیا اب ہم یہیں کھڑے رہیں گے۔!“

”نہیں چلو.....!“ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھتا ہوا بولا۔

لوسی کو محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ نشیب سے اوپر جا رہے ہوں۔!

ذرا ہی سی دیر میں سانس پھول گیا اور وہ ہانپتی ہوئی بولی۔ ”کیا بات چیت کے لئے سطح سمندر

سے کوئی مخصوص بلندی درکار ہے.....؟“

”بس..... بس..... ٹیلے کے ادھر ہمیں پناہ مل جائے گی۔!“ اجنبی ہنس کر بولا۔

اوپر پہنچ کر دوسری طرف نشیب میں کہیں کہیں مدھم سی روشنیاں نظر آئیں۔

”اوہ..... شاید ہم ڈائنمنڈ بیچ کے آس پاس ہیں۔!“ لوسی بول پڑی۔

”اندھیرے میں بھی پہچان لیا..... کمال ہے.....!“

”یہاں فلپ کا بھی ایک ہٹ ہے..... اکثر ادھر آئی ہوں۔!“

”ہوگا.....!“ اجنبی نے لا پراہی سے کہا۔ ”میں تو تمہیں اپنے ہٹ میں لے چل رہا ہوں۔!“

لوسی کچھ نہ بولی..... ٹیلے سے اتر کر وہ روشنیوں کی طرف بڑھتے رہے۔ بلاآخر ”ہٹوں“ کی

بستی میں پہنچ کر اجنبی نے ایک ہٹ کا قفل کھولا۔

کچھ دیر بعد کیروسین لمپ کی مدھم روشنی میں وہ دونوں ایک دوسرے کو گھورے جا رہے

تھے۔ دفعتاً لوسی مسکرائی اور اجنبی کے چہرے پر چھائی ہوئی حماقت کچھ اور زیادہ گہری ہو گئی۔

”سچ بتاؤ..... کیوں لائے ہو یہاں.....!“ لوسی نے سوال کیا۔

”کیا تم کر سچین ہو.....؟“ اجنبی پوچھ بیٹھا۔

”میرا نام لوسی ہے..... نام ہی سے کر سچین معلوم ہوتی ہوں۔!“

”لیکن افسوس کا مقام ہے کہ صیہونیوں کا آلہ کار بنی ہو.....!“

”کیا مطلب.....؟“

”فلپ کون تھا.....؟“

”وہ بھی کر سچین تھا۔!“

”ہرگز نہیں..... یہودی تھا۔!“

”تم کیا جانو.....؟“

”اچھا یہی بتاؤ کہ عمران کو کیوں تلاش کرتی پھر رہی تھیں۔!“

”وہ بلیک میلر ہے.....! فلپ کے کچھ دوستوں کو بلیک میل کرنا چاہتا تھا.....!“

”اور فلپ کے دوست بڑے خطرناک ہیں..... تم نے کچھ دیر پہلے اسی انداز میں ان کا ذکر

کیا تھا۔!“

”ہاں..... یہ درست ہے.....!“

”تم انہیں جانتی ہو گی.....؟“

”صرف ایک کو.....!“

”اوہ..... خیر..... ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ تم فلپ کی دوستی میں ملک دشمنی کی مرتکب

ہوتی رہی ہو۔!“

”نہیں.....!“ لوسی چونک پڑی۔

”یقین کرو یہی بات ہے۔!“

”آخر تم ہو کون.....؟“

”ڈھمپ.....!“

”مجھ سے کیا چاہتے ہو.....؟“

”فلپ کے ان دوستوں کے پتے جنہیں عمران بلیک میل کرنا چاہتا ہے۔!“

”میں صرف ایک کو جانتی ہوں اور وہ خون خوار آدمی ہے۔!“

”اسی کا نام اور پتہ بتاؤ.....!“

”مارک ابولن..... میں ایک بار فلپ ہی کے ساتھ اس سے ملی تھی۔ گینڈے کی طرح مضبوط اور پاگل کتے کی طرح کنگھنا ہے..... مکمل پتہ نہیں جانتی..... بس ایک دن فلپ کو کہتے سنا تھا کہ وہ جزیرہ موبار میں کہیں رہتا ہے۔!“

”فلپ نے یہ بھی بتایا ہو گا کہ عمران اسی کے ڈر سے چھپا پھرتا ہے۔!“

”ہاں..... آں..... شاید کہا تھا اُس نے.....!“

”ظفر اور جیمسن کے بارے میں کیا بتایا تھا۔!“

”یہی کہ عمران انہی دونوں کے توسط سے ہاتھ آسکے گا۔!“

”فلپ سے تمہاری دوستی کتنی پرانی تھی۔!“

”وہ پچھلے مہینے مجھے ملا تھا.....!“

”تم خود کہاں رہتی ہو اور کیا کرتی ہو.....!“

”جیمبر آف کامرس میں ٹائپسٹ ہوں۔!“

”تب پھر تمہاری ملازمت بھی گئی۔!“

”میں ایک ماہ کی چھٹی پر ہوں..... دیے تم نے مجھے بڑی الجھن میں ڈال دیا ہے۔!“

”میں نے ڈال دیا ہے..... یا تم خود پڑی ہو۔!“

”میں اس کی بات نہیں کر رہی..... آخر مجھ سے وطن دشمنی کیونکر سرزد ہوئی۔!“

”آہستہ آہستہ خود ہی سمجھ جاؤ گی..... اب سو جاؤ.....!“

”تم مجھے کب تک پولیس سے بچائے رکھ سکو گے۔!“

”اُس الجھن میں نہ پڑو..... سو جاؤ.....!“

”ایسے حالات میں مجھے نیند نہ آسکے گی..... میرا خیال ہے کہ وہاں کھانے میں مجھے کوئی خواب آور چیز دی گئی تھی۔!“

اجنبی کچھ نہ بولا۔ لوسی نے محسوس کیا کہ خود اُس کی پلکیں نیند سے بوجھل ہوئی جا رہی ہیں۔

پھر وہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے ہی سو گیا تھا۔

لوسی نے اٹھ کر لیپ کی لو کچھ اور تیز کردی اور اس کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگی نہ جانے

کیوں اُسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کوئی ننھا سا بچہ ہو اور اپنی معصوم شرارتوں کی بناء پر پٹ جانے کے بعد رو دھو کر سو گیا ہو۔ کتنی معصومیت تھی اس کے چہرے پر وہ کوئی بُرا آدمی نہیں ہو سکتا۔ لیکن نام عجیب تھا ڈھمپ۔ پہلے اُس نے اپنا نام عمران بتایا تھا..... آخر کیوں.....؟ ہو سکتا ہے عمران کا کوئی ساتھی.....؟ جسے بلیک میل کر کے غلط راستوں پر ڈالا گیا ہو..... بہر حال کوئی بھی ہو اُسے اس کی ہم نشینی سے وحشت نہیں ہوئی تھی بلکہ وہ تو ایک طرح کی طمانیت محسوس کر رہی تھی۔ اچانک اُسے فلپ کی موت یاد آئی اور وہ کانپ گئی۔

ڈھمپ سوتے میں مسکرا رہا تھا..... وہ خود بھی غیر ارادی طور پر مسکرا پڑی..... ڈھمپ کے خوابیدہ چہرے کی معصومیت کچھ اور بڑھ گئی تھی..... اسے دیکھتے دیکھتے خود اس کی آنکھیں بھی نیند کے کہر میں ڈوبتی چلی گئیں۔

پھر جاگی تو ڈھمپ کی کرسی خالی تھی..... اور کھڑکی سے سورج کی اولین شعاع کمرے میں در آئی تھیں۔ وہ طویل انگڑائی لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

”ڈھمپ.....!“ اس نے مسکرا کر ہانک لگائی۔

”ادھر..... ادھر کچن میں ہوں.....!“ کچھ فاصلے سے آواز آئی۔

ساتھ ہی اُس نے تلے جانے والے انڈوں کی مہک بھی محسوس کی اور اسی سمت بڑھتی چلی گئی جدھر سے آواز آئی تھی۔ اُس نے اسے فرائننگ پین میں انڈے توڑتے دیکھا۔

”باتھ روم..... بیڈ روم میں ہے.....!“ اس نے اس کی طرف توجہ دیئے بغیر کہا۔

”مگر تم..... یہ کیا کر رہے ہو..... مجھے جگادیا ہوتا۔!“

”تم مہمان ہو..... جاؤ.....!“

وہ چند لمحے اسے غور سے دیکھتی رہی اور پھر وہاں سے چلی گئی۔

پندرہ بیس منٹ بعد وہ ناشتے کی میز پر تھے۔ ڈھمپ اس سے کہہ رہا تھا ”کافی تیار کرنا ہر ایک کے بس کا روگ نہیں۔!“

”تم کچن کے بھی ماہر معلوم ہوتے ہو.....!“ لوسی مسکرائی۔

”کیا کروں..... مجبوری..... میں اپنے والدین کے بچپن ہی میں مر گیا تھا۔!“

”غالباً تم الٹی بات کہہ گئے ہو.....!“

”ہاں شاید.....!“ وہ نوالہ چباتا ہوا بولا۔ ”پھر جسے تم عمران کہتی ہو اس نے مجھے پال پوس کر جو ان کیا اور اس راستے پر ڈال دیا۔!“

”کس راستے پر.....؟“

”میں اس کے لئے کام کرتا ہوں..... وہ بلیک میلر ہے.....! کبھی راشی پولیس آفیسروں کو بلیک میل کرتا ہے اور کبھی مجرموں کو..... لیکن ایسے مجرموں کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے جن پر ملک دشمنی کا شبہ ہو جائے..... اس نے تمہیں اسی لئے پولیس کے ہتھے نہیں چڑھنے دیا کہ تم نے ایک غیر ملکی جاسوس کو قتل کیا ہے۔!“

”تو کیا سچ..... فلپ.....؟“

”ہاں..... وہ ایک ایسی تنظیم کا فرد تھا جو مختلف حیلوں سے ساری دنیا کی دولت پر خود قابض رہنا چاہتی ہے۔!“

”بچھلی رات تم یہودیوں کی بات کر رہے تھے۔!“

”ہاں..... وہ صیہونی تھا..... تمہارا فلپ.....!“

”میرا فلپ نہ کہو..... ہم صرف دوست تھے۔ بڑا ہنسوز آدمی تھا..... یہی چیز دوستی کا باعث بنی تھی..... اور کچھ بھی نہیں۔!“

”خیر بہر حال..... صیہونی تنظیم عیسائیوں اور مسلمانوں کو نیست و نابود کر دینا چاہتی ہے..... آنکھیں پھیلا کر دیکھو تو تمہیں دنیا کا بڑا حصہ صیہونی سرمائے میں جکڑا ہوا نظر آئے گا۔ اس کے بہترین دماغ آئے دن طرح طرح کے فلسفے تراش کر غیر صیہونی دماغوں کو پرانگندہ کرتے رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر موجودہ ”ہبی ازم“ صیہونیوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔!“

”تم ان معاملات پر بڑی ذہانت سے گفتگو کر سکتے ہو..... لیکن صورت سے تو ایسے نہیں معلوم ہوتے۔!“

”شاید میں بہت زیادہ بے وقوفی کی باتیں کر رہا ہوں.....!“ اس نے مغموم لہجے میں کہا اور بہت زیادہ اداس نظر آنے لگا۔

”نہیں..... ایسی کوئی بات نہیں..... بہت پیارے آدمی ہو۔!“

”اب اتنا بھی بیوقوف نہ سمجھو کہ اسے سچ سمجھ لوں گا۔ آج تک کسی لڑکی نے مجھے منہ نہیں

”گیا۔!“

”لڑکیاں احمق ہیں.....! وہ شخصی جوہر کو پرکھنا کیا جانیں.....!“

”تم پر کھ سکتی ہو.....؟“ اس نے احمقانہ لہجے میں پوچھا۔

”ہوں..... ہوں..... چلو کافی پیو ٹھنڈی ہو رہی ہے۔!“

وہ پیالی اٹھا کر جلدی جلدی گھونٹ لینے لگا..... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اپنی آنکھوں سے ڈھلکنے والے موٹے موٹے قطروں سے بالکل ہی بے خبر ہو۔!

لوسی اسے حیرت سے دیکھتی رہی لیکن کچھ بولی نہیں۔

ناشتے کے بعد ڈھپ نے کہا۔ ”آج ہم موبار چلیں گے۔!“

”کیوں شامت آئی ہے.....!“ لوسی نے کہا۔ ”موبار کوئی بہت بڑا جزیہ نہیں ہے۔! اور

نارک ایولن مجھے پہچانتا ہے۔!“

”تم کسی فکر نہ کرو.....! عمران کا شاگرد ہوں..... اس طرح تمہاری شکل تبدیل کر دوں گا

کہ تمہارے والدین بھی نہ پہچان سکیں۔!“

”سچ.....!“

”یقین کرو..... ابھی دیکھ لینا.....!“



اسی شام کو ظفر چہرے پر گھنی ڈاڑھی لگائے جیمسن کو تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ گھر مقفل ملا..... گاڑی کا بھی کہیں پتا نہیں تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہیں جیمسن دوبارہ نہ ان کے ہتھے چڑھ گیا ہو۔!

پھر اس نے اُسے ان جگہوں پر تلاش کرنا شروع کیا جہاں اس کے ملنے کے امکانات ہو سکتے تھے..... پبلک لائبریری بھی ایسے ہی مقامات میں سے تھی۔! اگر اس نے گھر کا رخ نہیں کیا تھا تو

کلاسکس کی بھوک مٹانے کے لئے پبلک لائبریری ضرور پہنچا ہو گا۔!

پبلک لائبریری خاصی آباد تھی..... ظفر چاروں طرف نظر دوڑانے لگا لیکن کہیں بھی کوئی

بے مرمت ڈاڑھی والا نہ دکھائی دیا۔ تھک گیا تھا لہذا اس نے سوچا کیوں نہ کچھ دیر یہیں بیٹھا

جائے..... ایک اخبار اٹھا کر وقت ضائع کرنے لگا۔

ایک کمرے کا قفل کھولتے وقت جیمسن نے کہا۔ ”بڑی پرسکون جگہ ہے۔!“
 ”ہو سکتا ہے تھوڑی دیر بعد پرسکون جگہ نہ رہ جائے....!“ ظفر کا لہجہ بڑا غصیلا تھا۔
 دونوں کمرے میں داخل ہوئے اور جیمسن نے کہا۔ ”میں جانتا تھا کہ ایک نہ ایک دن آپ
 سے ملاقات ضرور ہوگی اسی لئے میں نے دو آدمیوں کی رہائش والا کمرہ انگیج کیا تھا۔!“
 ”اب اپنی اس بے پناہ دولت مندی کے راز سے بھی آگاہ کر دو....!“ ظفر نے اس کی
 آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”آپ کی صحبت میں رہ کر تھوڑا بہت ذہین بھی ہو گیا ہوں۔!“
 ”تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں....!“ ظفر گھونسا تان کر بولا۔
 ”میں نے سوچا اگر گاڑی میرے پاس رہی تو یقینی طور پر پولیس کے ہتھے چڑھوں گا۔!“
 ”اچھا تو پھر....!“
 ”گاڑی میں نے فروخت کر دی۔!“
 ”کیا....؟“

”جی ہاں.... اور نہیں تو کیا نے ماڈل کی ٹویوٹا پر بیٹھ کر بھیک مانگتا پھرتا۔ میری جیب میں تو
 ایک پائی بھی نہیں تھی۔!“
 ظفر نیم مردہ سا ہو کر کرسی میں ڈھیر ہو گیا۔
 ”اکیس ہزار کی گاڑی پندرہ ہزار میں کھڑے گھاٹ بک گئی۔ ایک ہزار دلال کو دیئے اور چھ
 ہزار کی پانی گاڑی خرید لی.... آٹھ ہزار محفوظ ہیں۔!“ جیمسن فخریہ لہجے میں کہتا رہا۔ ”آپ جیسے
 ذہین اور عالی مرتبت مالک کے ملازم میں اتنی سوجھ بوجھ تو ہونی ہی چاہئے۔!“
 ”آج سے میں تیرا ملازم.... اور تو میرا مالک....!“ وہ کرسی سے اٹھتا ہوا کہا اور ایک زور
 دار گھونسا جیمسن کے جہزے پر رسید کر دیا۔

وہ مسہری پر جاگرا تھا.... جہزادوں ہاتھوں سے دبائے اٹھا اور بولا ”اب ہم رات کا کھانا
 کھائیں گے.... آپ کیا پسند فرمائیں گے.... یور ہائی نس....؟“
 ”زہر....!“ ظفر دانت پیس کر بولا۔

”پھر یہ باقی بچے ہوئے آٹھ ہزار کون خرچ کرے گا.... میں خود کو اتنی بڑی ذمہ داری کا

اچانک کسی کی کھانسی سن کر چو نکا اور تھوڑے فاصلے پر بیٹھے ہوئے کھانسنے والے کو گھور
 لگا۔ یہ ایک خوشرد و نوجوان تھا.... ڈاڑھی موٹھیں صاف تھیں اور سر کے بال بڑی نفاست
 تراشے گئے تھے۔ آنکھوں پر ریم لیس فریم کی ہلکی پھلکی عینک تھی۔
 ظفر نے ہونٹ سکڑے لیکن کچھ بولا نہیں.... یہ صد فیصد جیمسن تھا جس کے ہاتھوں میں
 ایک موٹی سی اور کسی قدر کرم خوردہ کتاب تھی۔!

ظفر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب والی کرسی پر جا بیٹھا.... اور آہستہ سے بولا۔ ”وؤ
 رہے ہو.... کیا چاند سی صورت نکل آئی ہے۔!“

جیمسن کسی وحشت زدہ جانور کی طرح بھڑکا کیونکہ ظفر نے آواز بدلنے کی کوشش کی تھی۔
 ”کیا اب اٹھ کر بھاگے گا....؟“ ظفر نے آواز بدلنے کی کوشش ترک کرتے ہوئے پوچھا۔
 ”اؤہ....!“ جیمسن نے طویل سانس لے کر کتاب بند کر دی اور بولا۔ ”مجھے اتنی جلد مل
 بیٹھنے کی توقع نہیں تھی ورنہ آج کا دن اور جیسے تیسے نکال دینے کی کوشش کرتا۔!“
 ”کیا مطلب....؟“

”یہاں سے اٹھتے تبتاؤں....!“ جیمسن اٹھتا ہوا بولا۔
 اس نے کتاب کاؤنٹر کلرک کے حوالے کی اور ظفر کے ساتھ باہر نکلا اور ایک سیکنڈ ہینڈ
 دوس ویگن کا دروازہ کھول کر نہایت ادب سے کھڑا ہو گیا۔

”یہ گاڑی کہاں سے ہاتھ لگی....؟“ ظفر نے حیرت سے پوچھا۔
 ”آپ بیٹھے تو سہی.... ٹھکانے پر پہنچ کر بتاؤں گا....!“
 ظفر گاڑی میں بیٹھ گیا اور جیمسن نے اسٹیرنگ سنبھالتے ہوئے کہا۔ ”بالوں سے نجات پانے
 کے بعد ایسا محسوس کر رہا ہوں جیسے کل پارسوں پیدا ہوا ہوں۔“
 ”ٹھکانے پر پہنچ کر ہی فیصلہ کر سکوں گا کہ تم نے پیدا ہو کر غلطی تو نہیں کی۔!“ ظفر الملک
 نے خشک لہجے میں کہا۔

کچھ دیر بعد گاڑی ایک ہوٹل کی کپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔ ظفر نے پھر ہونٹ سکڑے اور
 جیمسن کو گھورنے لگا۔ گاڑی سے اتر کر وہ عمارت میں آئے.... جیمسن نے کاؤنٹر سے کنبی لی اور وہ
 لفٹ کے ذریعے تیسری منزل پر پہنچے۔!

اہل نہیں سمجھتا۔“

”مردود.... تو نے چھ ہزار کے نقصان پر نئی ٹیوٹا بیچ دی جب کہ پورا سال گزرنے پر ہزار سے زیادہ کاڈ پر سیٹیشن نہیں ہوتا۔“

”یہ دیکھنے بیٹھتا تو وہ گھٹے بھر میں نہ فروخت ہو سکتی۔“

”میں اس چمکڑے پر نہیں بیٹھ سکتا۔“

”فکر نہ کیجئے.... کروڑ پتی عمران صاحب آپ کو نئی امپالا خرید دیں گے۔“

”اب بکواس بند کر.... اور مجھے چین سے مرنے دے۔“ ظفر نے کہا اور جوتوں سمیٹ مسہری پر ”قلیت“ ہو گیا۔



موبار کے فلیٹیز ہوٹل میں انہوں نے قیام کیا تھا.... لوسی بار بار آئینے میں حیرت سے اس شکل دیکھتی۔

ڈھمپ نے کہا تھا کہ بدلی ہوئی صورت میں اس کے والدین کو بھی پہچاننے میں پس و پیش ہوگا۔ وہ سوچ رہی تھی اُس نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ جب بھی آئینے کی طرف نظر جاتی وہ خود چوہا پڑتی۔ ڈھمپ نے بھی اپنی شکل میں خاصی تبدیلی کر لی تھی اور تاریک شیشوں کی عینک لگانے لگا تھا آٹھ بجے انہوں نے رات کا کھانا کھایا اور چہل قدمی کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔

”تمہارے والدین کو تمہاری غیر حاضری پر تشویش ہوگی....؟“ ڈھمپ بولا۔

”میں شہر میں تمہارا ہتی ہوں.... میرے والدین سردار گڈھ میں ہیں۔“

”یہ بڑی اچھی بات ہے۔“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم مارک کو کہاں تلاش کرتے پھریں گے۔“ لوسی نے کہا۔

”مقصود تو تمہیں پولیس سے بچائے رکھنا ہے.... مارک جائے جہنم میں دیے لگے ہاتھ

بھی کہیں نظر آگیا تو دیکھا جائے گا۔“

ہوا میں خنکی تھی لیکن ناخوش گوار نہیں تھی۔ سر پر تاروں بھرا آسمان صدیوں پرانی کہا:

دھرا ہاتھ۔ وہ چلتے چلتے ایک جگہ بیٹھ گئے۔

”میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ کبھی ایسے حالات سے گزرنا ہوگا۔“ لوسی تھکی تھکی

آواز میں بولی۔

”ہیہا تمہیں ان حالات میں دلچسپی کی کوئی چیز نہیں ملی....؟“

”تم یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ میرے ہاتھوں ایک خون ہوا ہے۔“

”تمہیں بھی بھول جانا چاہئے۔“

”میرے لئے ناممکن ہے۔“

”تم نے نادانستہ طور پر صیہونی کو مار کر عیسائیت کے لئے ایک بڑا کارنامہ انجام دیا ہے اور

اپنے وطن کی خدمت کی ہے۔“

”خدا جانے....“

”اچھا تو سنو....! میں تمہیں بتاتا ہوں تم نے پچھلے دنوں اخبارات میں کسی نیلے ہاتھ کی

کہانی پڑھی تھی۔“

”ہاں.... ہاں....! لوسی چونک پڑی۔

”وہ ان ہی لوگوں کا کارنامہ تھا جن کی آلہ کار تم نادانستہ طور پر بنی رہی ہو۔ نیلے ہاتھ کا پہلا

شکار رچرڈسن عیسائیوں کی تحریک آزادی بیت المقدس کا سرگرم کارکن تھا۔ دوسری شکار مسز

گوہن کو عمران نے اپنی حکمت عملی سے بچالیا تھا۔“

”اوہو.... تو اسی لئے وہ لوگ عمران کی تلاش میں ہیں۔“

”ہاں.... یہی وجہ ہے۔“

”تو کیا عمران بھی کسی تحریک سے تعلق رکھتا ہے....؟“

”نہیں.... لیکن بیت المقدس پر یہودیوں کا تسلط اسے بھی گوارا نہیں۔“

”تب تو اُسے نیک بد معاش کہنا چاہئے....! لوسی ہنس کر بولی۔

”مجرم پولیس سے اتنے خائف نہیں ہیں جتنے عمران سے ہیں۔“

”اچھا تو اٹھو.... ہم اس کی تلاش جاری رکھیں.... یہاں کے ریسٹورانوں یا کسی نہ کسی بار

میں وہ ہمیں ضرور دکھائی دے گا۔“

”فلپ نے اس کے پیشے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا....؟“ ڈھمپ نے پوچھا۔

”کچھ بتایا تو تھا لیکن مجھے یاد نہیں آ رہا۔“

وہ اٹھ کر ٹپکتے ہوئے ایک قریبی بار میں داخل ہوئے۔

”میں لیمنو نیڈ پی لوں گی..... تمہیں جو پینا ہو پیو.....“ لوسی نے کہا۔

”میں کوکا کولا کے علاوہ اور کچھ نہیں پیتا۔!“

”کیا واقعی اتنے ہی پارسا ہو.....؟“ لوسی اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

”اس بھینس سے تمہیں کبھی ملاؤں گا جس کا دودھ پی پی کر جوان ہوا ہوں۔!“

کاؤنٹر پر رک کر انہوں نے لیمنو نیڈ اور کوکا کولا کی فرمائش کی۔

”کیا مسٹر مارک ایولن آج نہیں آئے.....؟“ لوسی نے بار ٹنڈر سے پوچھا۔

یہ ایک زرد چہرے والا یوریشین تھا..... اس نے لوسی کو گھور کر دیکھا اور سر کو منفی جنبش دیتا

ہوا اُنس باکس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

پھر کاؤنٹر پر بوتلیں رکھتا ہوا آہستہ سے بولا ”تم لوگ شاید یہاں اجنبی ہو۔!“

”ہاں..... آں..... شہر میں ایک بار مسٹر ایولن سے ملاقات ہوئی تھی..... انہوں نے اسی

بار کا پتا بتایا تھا.....“ ڈھمپ نے کہا۔

”شاید وہ اب بھی شہر ہی میں ہے۔!“ بار ٹنڈر نے خشک لہجے میں کہا اور دوسرے گاہک کی

طرف متوجہ ہو گیا۔

وہ لیمنو نیڈ اور کوکا کولا کی چسکیاں لیتے رہے۔ بار ٹنڈر گاہک سے نپٹ کر پھر ان کے پاس آکھڑا

ہوا اور لوسی کو مخاطب کر کے بولا۔ ”اگر تم سے ایک بار ہی اس کی ملاقات ہوئی ہے تو دوسری بار

ملنے کی کوشش نہ کرو۔!“

”کیوں.....؟“

”شاید تم اُسے اچھی طرح نہیں جانتیں۔ موبار کی عورتیں اسکے تصور سے بھی کانپتی ہیں۔“

”ہمارا تعلق ایک اخبار سے ہے.....“ ڈھمپ بولا۔ ”مسٹر مارک ایولن کے پاس ہمارے لئے

کچھ مواد تھا۔!“

وہ اسے الگ لے جا کر آہستہ سے بولا۔ ”اس کی رہائش گاہ پر تنہا جانا..... لڑکی کو ہر گز نہ لے

جانا ورنہ وہ تمہیں تو اٹھوا کر باہر پھینکوا دے گا اور لڑکی کو جب تک چاہے گا اپنا مہمان رکھے گا۔“

”کیا..... یہاں..... اس جزیرے پر قانون کی حکومت نہیں ہے۔!“ ڈھمپ نے برا سمانہ بنا

کر پوچھا۔

”قانون کے محافظ اس کی جیب میں پڑے رہتے ہیں۔!“

”اُوہ..... تو وہ یہاں اتنا ہی بااثر ہے..... میرے اخبار کے لئے اچھا خاصا موضوع.....!“

”وہ اس اخبار ہی کو بند کر دینے کی قوت رکھتا ہے جس میں اس کے خلاف کچھ چھاپا جائے۔!“

”اُوہ..... اچھی بات ہے..... میں اس سے تنہا ہی ملوں گا..... مجھے پتہ بتا دو.....!“

”اگر وہ شہر سے واپس آگیا ہو گا تو مشرقی ساحل کی عمارت ایولن ہاؤز میں ملے گا آج کل وہیں

مقیم ہے۔!“

”کیا یہاں اس کی کئی عمارتیں ہیں.....؟“

”آدھے جزیرے کا مالک وہی ہے..... تم کیسے اخبار نویس ہو کہ اتنا بھی نہیں جانتے۔!“

”جب تو میں اس سے ہر گز نہیں ملوں گا۔!“ ڈھمپ نے خوف زدہ لہجے میں کہا اور وہاں سے

ٹھک کر لوسی کے پاس آکھڑا ہوا۔

جب وہ بار سے باہر نکلے تو لوسی نے پوچھا۔ ”الگ لے جا کر کیا کہہ رہا تھا.....؟“

”تمہارے سننے کی بات نہیں.....!“

”تم عجیب آدمی ہو..... بتاؤ نا.....!“

”مجھے عجیب ہی رہنے دو.....!“

لوسی خاموش ہو گئی..... اور پھر وہ فلیپز کی طرف واپسی کے لئے مڑ گئے..... کچھ ہی دور چلے

ہوں گے کہ ایک جیب اُن کے برابر کی اور اس پر سے دو آدمیوں نے کود کر ان کا راستہ روک لیا۔

”گاڑی پر بیٹھ جاؤ.....!“ ایک بولا۔

”کھ..... کیوں.....؟“ ڈھمپ کی آواز کانپ رہی تھی۔

”اگر کوئی اجنبی یہاں اس کا نام لیتا ہے تو اُسے اس کا مہمان بننا پڑتا ہے۔!“ جواب ملا۔

”لُل..... لیکن.....!“

”چلو بیٹھ جاؤ..... ورنہ زبردستی بٹھا دیے جاؤ گے۔!“

”نن..... نہیں زبردستی نہ کرو..... ہم بیٹھے جاتے ہیں۔!“ ڈھمپ گڑ گڑایا۔

لوسی کو اُس آدمی کا لہجہ اچھا نہیں لگا تھا۔ دل شدت سے دھڑکنے لگا۔

”چہ نہیں تم کیا کرنا چاہتے ہو.....!“

”ایولن کو اس جزیرے پر اپنی موجودگی کا یقین دلانا چاہتا ہوں!“

دونوں نے مل کر گاڑی کو دھکا دیا اور وہ سچ پہلے ہی دھکے میں غائب ہو گئی..... لوسی نے اس کے پانی میں گرنے کی آواز سنی تھی..... دراصل وہ ایک نیلے پر سے سمندر میں گرانی گئی تھی۔

”اب پیدل چلیں گے..... ہوٹل تک.....!“ لوسی بھنا کر بولی۔

”شارٹ کٹ سے چلوں گا..... فکر نہ کرو!“

ہوٹل پہنچ کر ایک بیک اس نے خوف زدہ انداز میں اچھلتا کودنا شروع کر دیا۔ ڈری ڈری سی آوازیں بھی اس کے حلق سے نکل رہی تھیں۔

”کیا ہوا.....؟“ لوسی بوکھلا کر اس کی طرف جھٹی۔

”مم..... میری پشت پر قمیض کے نیچے کوئی چیز ہے.....!“ وہ خوف زدہ لہجے میں بولا اور پھر اچھلنے لگا۔ لوسی نے قمیض کھینچ کر پتلون سے نکال لی اور پچھلا دامن جھٹکنے لگی۔ ایک اُدھ مرا پتنگا نکل کر فرش پر ریٹکنے لگا تھا۔

لوسی بے تحاشہ ہنس پڑی اور اس نے بُرا مان کر کہا۔ ”ہنس رہی ہو!“

پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھتا ہوا بولا۔ ”دیکھو دل کتنی تیزی سے دھڑک رہا ہے۔“

لوسی ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہوئی جا رہی تھی..... اور وہ کھسیانے انداز میں اُسے بُرا بھلا کہہ رہی تھا۔

”تمہارا بھی جواب نہیں ہے.....!“ وہ ہنسی روکنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔ ”یا اتنے بڑے

بڑے کارنامے انجام دو گے یا ایک بے حقیقت پتنگا تمہیں دہلا کر رکھ دے گا۔!“

”کٹ لیتا تو.....؟“ ڈھمپ نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”بزرگوں نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ

عورت کو سمجھنا بہت مشکل کام ہے..... یا ہمدردی کی حد کر دیں گی یا اتنی بے دردی سے مذاق

اڑائیں گی۔!“

لہجہ ایسا تھا کہ لوسی پھر ہنس پڑی۔



دوسری صبح ظفر نے جنیسن سے بقیہ آٹھ ہزار وصول کر لئے اور اُسے گھونسا دکھاتا ہوا بولا۔

وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ڈھمپ اتنا بودا ثابت ہو گا..... اُس نے اُسے جیب کی طر مڑتے دیکھا پھر اچانک وہ پلٹ پڑا..... اس کا مچا پیچھے کھڑے ہوئے آدمی کے جڑے پر پڑ چکا تھا لوسی اچھل کر دور جا کھڑی ہوئی..... جس کے جڑے پر مکا پڑا تھا کئی گز کے فاصلے پر لیٹا آیا..... دوسرے نے ڈھمپ پر چھلانگ لگائی تھی۔ پہلا اٹھ ہی رہا تھا کہ ڈھمپ نے دوسرے کو سے بلند کر کے اس پر پھینک مارا۔

اس کے بعد دونوں پھر نہ اٹھ سکے..... لوسی جھپٹ کر ڈھمپ کے پاس پہنچی۔ یہاں دھ سی روشنی تھی اور آس پاس اور کوئی موجود نہیں تھا۔

”اب کھڑے کیا کر رہے ہو..... چلو یہاں سے.....!“ لوسی نے اس کا بازو پکڑ کر کہا۔

”میں سوچ رہا ہوں.....!“ وہ اونچی آواز میں بولا۔ ”جیب اشارت کر کے ان دونوں پر دوں۔!“

اچانک وہ دونوں اٹھ کر مخالف سمت میں بھاگ نکلے اور ڈھمپ نے ایک زوردار تہقہہ لگا۔ اس نے گاڑی کے اگلے حصے کی طرف جا کر ڈیش بورڈ ٹولا۔ کنجی اکینشن میں موجود تھی۔

”آؤ بیٹھو.....!“ اس نے اسٹیرنگ کے سامنے بیٹھتے ہوئے لوسی کو آواز دی۔

”یہ کیا کر رہے ہو.....؟ نکل چلو یہاں سے.....!“

”مارک ایولن کو معلوم ہو جانا چاہئے کہ ڈھمپ اس کے جزیرے میں پہنچ چکا ہے۔!“

طوعاً و کرہ ڈھمپ اس کے برابر بیٹھ گئی۔

”موبار میرے لئے نئی جگہ نہیں ہے! میں اس کے چپے چپے سے واقف ہوں۔!“ ڈھمپ بولا

جیب اشارت ہو کر آگے بڑھی۔

لوسی خوف زدہ تھی..... اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ ”اب کہاں جا رہے ہو۔!“

”جیب غائب کرنے.....!“

تھوڑی دیر بعد ایک جگہ گاڑی روک کر وہ اتر پڑا اور لوسی سے بھی اترنے کو کہا۔

وہ نیچے اتری تو کہا..... ”چلو دھکا لگاؤ.....!“

”کیوں.....؟“ اس نے بوکھلا کر پوچھا۔

”ایک ہی دھکے میں غائب ہو جائے گی۔!“

”آخری بار تجھے معاف کر رہا ہوں.... آئندہ اگر ایسی کوئی حرکت کی تو شوٹ کر دوں گا!“
 ”کردیجئے گا!...“ جیمسن نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔
 ”اگر اس شخص کو پولیس نے پریشان کیا تو، جس نے گاڑی خریدی ہے۔!“
 ”میں بتاؤں.... آپ اپنی گاڑی کی چوری کی رپورٹ درج کرو دیجئے....!“
 ”فضول بکواس مت کرو!...“

”اس طرح اس شخص کے خلاف کیس اور مضبوط ہو جائے گا جس سے آپ کی گاڑی خریدنے کی حماقت سرزد ہوئی ہے۔ پکڑا جائے گا.... رسید پیش کرے گا لیکن آپ کی تحریر بدست جیمسن ہوگی۔ ظاہر ہے کہ آپ کے دستخط میں نے ہی تو کئے تھے!“
 ”اس بکواس کا مقصد کیا ہے....؟“

”شرمندگی دور کر رہا ہوں.... دراصل مجھے یہ چاہئے تھا کہ گاڑی کسی سڑک پر کھڑی کر کے یہ شہر ہی چھوڑ دیتا!“

”اب ختم بھی کرو گاڑی کا قصہ....!“ ظفر دانت پیس کر بولا۔
 ”آپ کہتے ہیں تو ختم کئے دیتا ہوں ورنہ مجھے بے حد افسوس ہے کہ اتنی سستی بک گئی!“
 ”شٹ اپ!...“

”اوکے.... یورہائی نس!...“
 ”وہ اخبار اٹھاؤ.... اور ناشتے کے لئے فون کر دو....!“
 جیمسن نے اخبار اٹھا کر اس کے سامنے رکھ دیا اور کاؤنٹر کلرک کو ناشتے کے لئے فون کرنے لگا۔ سرخی پر نظر پڑتے ہی ظفر چونک پڑا۔
 ”پراسرار ہاتھ میں خنجر“

جلدی جلدی خبر پڑھنے لگا جس کے مطابق پچھلی رات پر اسرار ہاتھ نے جیل کے ایک پہرے دار کا خاتمہ کر دیا.... دوسرے سنتری نے بیان دیا تھا کہ وہ اور اس کا مقتول ساتھی پہرے دے رہے تھے۔ اچانک وہ ہاتھ کسی طرف سے نمودار ہوا اور اس کے بائیں پہلو پر عین دل کے مقام پر وار کر کے آناٹا غائب ہو گیا۔ اس بار اس ہاتھ میں خنجر تھا۔

”حت.... تم نے یہ خبر پڑھی....؟“ ظفر نے سر اٹھا کر جیمسن سے پوچھا۔

”کون سی خبر....؟“

”سنتری کے قتل والی!...“

”پڑھی تھی....!“ جیمسن نے لاپرواہی سے کہا۔

”آخر سنتری کیوں....؟“

”مر گیا.... ورنہ اسی سے پوچھ کر بتاتا... سنئے.... یورہائی نس! کیوں نہ ہم الگ الگ رہیں۔“
 ”کیوں....؟“ ظفر نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔
 ”میں نے تو اپنی ڈاڑھی صاف کرا دی ہے لیکن آپ کی مصنوعی ڈاڑھی کی وجہ سے ضرور پکڑے جائیں گے!“

”اچھا تو سن....! میں تجھ پر عورت کا میک اپ کئے دیتا ہوں!“

”صاحب....؟ آپ مجھے یہاں ایک گوشے میں پزارہنے دیجئے!“

”بہت زیادہ ڈر گیا ہے شائد....!“

”دست قضا میں خنجر کا اضافہ ہو گیا!“

”اونہہ.... ریسپور کے بغیر وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا.... ہم اگر محتاط رہیں تو ریسپور ہم تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ رچرڈسن کی نائی کی گرہ پر ایک اشارہ کیا ہوا تھا.... ریسپور اسی اشارے میں پوشیدہ تھا.... لہذا اس کی گردن اس کی گرفت میں آگئی تھی!“

”ایک مخصوص آدمی کی کوششوں نے دوسرے مخصوص آدمی کی جان لی تھی.... پچارا جیل کا سنتری کس شمار و قطار میں تھا۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ ہر کس و ناکس دست قضا کا شکار ہو سکے گا!“

”موت سے ڈرتے ہو....؟“

”آپ مار ڈالئے.... مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا!“

”خنجر ختم کرو.... اس قصے کو.... کیا میں یہاں سے چلا جاؤں....؟“ ظفر نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

”جائیے یا نہ جائیے.... لیکن براہ کرم گاڑی کی نمبر پلیٹ ضرور تبدیل کر دیجئے کیونکہ جس دلال کے توسط سے میں نے گاڑی بیچی تھی اسی کے توسط سے خریدی بھی تھی۔ اگر خریدنے والا

صفر ہنس رہا تھا.... کہانی کے اختتام پر بولا۔ ”میں سمجھا تھا شاید عمران صاحب کی صحبت میں تم ایسے ہو گئے ہو لیکن جیمن کو تو تم نے پہلے ہی سے پال رکھا تھا۔!“

”وہاں جان ہو گیا ہے کبخت....!“

”اچھا تو پھر اب تم اس گاڑی سے بھی ہاتھ دھو رکھو جو اُس نے چھ ہزار میں خریدی ہے اُسے کسی جگہ سے فون پر ہدایت دو کہ ہوٹل فور اچھوڑ دے اور گاڑی وہیں کھڑی رہنے دے۔ عمران صاحب نہیں چاہتے کہ فی الحال تم دونوں کیپٹن فیاض کے ہاتھ لگو....!“

”میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ دلال کے توسط سے پولیس اس گاڑی کا سراغ بھی پالے گی۔!“

صفر نے ایک ٹیلی فون بوتھ کے قریب گاڑی روکی اور ظفر نے فون پر جیمن سے رابطہ قائم کرنا چاہا۔ کاؤنٹر کلرک نے اُسے بتایا کہ روم نمبر سترہ کالمین کاؤنٹر ہی پر موجود ہے ظفر کے کہنے پر اُس نے ریسپور جیمن کو دے دیا تھا۔

”ہیلو.... جیمن.... میں ظفر ہوں.... ہوٹل فوری طور پر چھوڑ دو.... گاڑی جہاں کھڑی ہے وہیں چھوڑ دو....!“

”میں اس وقت کاؤنٹر پر یہی کر رہا ہوں....!“ دوسری طرف سے جیمن کی آواز آئی۔

”لیکن حساب کر دینے کے بعد میرے پاس صرف ساڑھے سات روپے باقی بچیں گے اور اب فی الحال میرے قبضے میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو میرے معیار کے مطابق میری کفالت کر سکے۔!“

”اچھا.... مردود وہاں سے نکل کر سیدھے جہا نگیر پارک پہنچو.... میں سنگ بنیاد کے قریب تمہارا منتظر ہوں گا۔!“

سلسلہ منقطع کر کے وہ بوتھ سے باہر آیا اور صفر کو بتایا کہ ”اُسے جہا نگیر پارک پہنچنے کو کہہ آیا ہے۔!“

صفر نے کہا۔ ”یہ زیادہ اچھا ہے.... دراصل ہمیں اس وقت جزیرہ موبار پہنچنا ہے.... اور فلیکٹر ہوٹل میں قیام کریں گے.... عمران صاحب کی ہدایت کے مطابق انہوں نے صرف تمہارے لئے کہا تھا لیکن میری دانست میں جیمن کو تنہا چھوڑنا بہتر نہ ہوگا۔!“

پکڑا گیا تو پولیس دلال تک ضرور پہنچے گی اور دلال اسے اس گاڑی کے نمبر سے مطلع کر دے گا۔!“

”میں سمجھا تھا کہ تم یہ حرکت کر بھی چکے ہو گے۔!“

”مجھے موقع ہی نہیں مل سکا۔!“

”یہ بے حد ضروری ہے....! اور نہ ضرور پکڑے جائیں گے۔!“ ظفر اُسے گھورتا ہوا بولا۔

”سوال تو یہ ہے کہ ہم کب تک خانہ بدوشی کی زندگی بسر کریں گے.... یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ پولیس اس طرح ہمیں گھیرتی پھرے جیسے ہم مجرم ہوں.... حالانکہ ہم پولیس سے زیادہ اہم ہیں۔!“

”ہر محکمے کا طریق کار الگ ہوتا ہے۔!“

دفعتاً کسی نے دروازے پر دستک دی.... جیمن نے اٹھ کر دروازہ تھوڑا سا کھولا.... پھر باہر جھانک کر پورا کھول دیا۔

ویٹر ناشتہ لایا تھا۔ ناشتے کے بعد ظفر نے پیدل ہی نکل جانے کی ٹھانی اور جیمن کو ہدایت کر دی کہ اس کی عدم موجودگی میں کسی نہ کسی طرح گاڑی کے نمبر ضرور بدل دے۔

رچرڈ سن کا گھر انا بھی اسی عمارت میں مقیم تھا جس میں رچرڈ سن نیلے ہاتھ کا شکار ہوا تھا۔ اس نے سوچا اسی طرف چلنا چاہئے۔ ملٹی فارم انٹرپرائز کی زمینوں پر تو پولیس کا قبضہ تھا۔ لہذا مسز گوہن سے رابطہ قائم کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!

موجودہ میک اپ میں اُسے جیمن اور صفر کے علاوہ اور کوئی نہیں پہچان سکتا تھا۔ یہ میک اپ اس نے سائیکو مینشن میں صفر کے سامنے ہی کیا تھا۔ بلکہ صفر نے اس سلسلے میں اس کی کسی قدر مدد بھی کی تھی۔

ابھی وہ تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ ایک گاڑی اُس کے قریب رکی.... اسٹیرنگ کے سامنے صفر نظر آیا۔ اُس نے اسے گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ اگلی ہی سیٹ کا دروازہ کھول کر اُس کے برابر بیٹھ گیا۔ گاڑی آگے بڑھ گئی۔

صفر نے وڈ اسکرین پر نظر جمائے ہوئے کہا۔ ”تمہاری گاڑی فیاض کے ماتحتوں نے ایک آدمی سمیت پکڑ لی ہے.... کیا قصہ ہے....؟“

ظفر الملک نے جھلائے ہوئے انداز میں جیمن کی کہانی دہرا دی۔



صبح کے اخبارات دس بجے سے پہلے موبار نہیں پہنچتے تھے۔

عمران نے ہاتھ اور خنجر والی خبر دیکھی اور سناٹے میں آگیا۔ لوسی قریب ہی بیٹھی تھی۔ اس کے شانے پر جھک کر وہ بھی سرخیوں پر نظر ڈالنے لگی تھی۔

”اوہو..... پھر وہی قصہ.....!“ اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اور اس بار خنجر کی کہانی.....!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

”ڈھمپ..... اب کیا ہوگا.....؟“

”اتنی بے تکلفی ہو جانے کے بعد بھی تم مجھے ”ڈھمپی“ نہیں کہہ سکتیں۔ ڈھمپ ہی کہتی رہو گی۔!“

”میں اس وقت بہت سنجیدہ ہوں.....!“

”ارے..... جاؤ..... بس..... دس ہزار ہاتھ اور دس ہزار خنجر بھی مجھے متفکر نہیں کر سکتے۔

جتنے لوگوں کو مرنا ہے مرتے رہیں گے۔ کیا فرق پڑتا ہے۔!“

”تم عجیب ہو.....!“

”جب میں اپنے بارے میں سوچتا ہوں کہ کسی دن مر جاؤں گا تو بے حد خوشی محسوس کرتا ہوں۔!“

”مجھے اس جنجال سے نکالنے کے بعد مرنا..... ابھی سے مرنے کی نہ سوچو.....!“

”اپنے سوچنے سے مر سکا ہوتا تو اس وقت تم مجھے یہاں نہ دیکھتیں۔!“

”اب بتاؤ..... تم کیا کرو گے.....؟“

”میں تو اپنے کمرے سے نکلنے کی بھی ہمت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ پچھلی رات اُن دونوں نے ہمیں بارہی میں دیکھا ہوگا..... اور وہیں سے پیچھے لگے ہوں گے ہو سکتا ہے اس وقت پورے جزیرے میں ہم دونوں کی تلاش جاری ہو۔!“

”ارے جاؤ..... میں تمہیں اتنا بزدل نہیں سمجھتی۔ پچھلی رات تم نے مجھے متحیر کر دیا تھا۔!“

”وہ تو ایک قسم کا دورہ پڑتا ہے..... لیکن وقوعے کے بعد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کبھی ڈر کے

مارے میرا ہارٹ فیل ہو جائے۔“

”میں یقین نہیں کر سکتی۔!“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

”میں تو مر چکا ہوں گا تم یقین کر دیا نہ کرو۔!“

”مرنے کی باتیں کیوں کرتے ہو۔!“

”جینے اور مرنے کے علاوہ اس دنیا میں اور رکھائی کیا ہے۔!“

”بس خاموش.....!“ وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔

دفعتاً کسی نے دروازے پر دستک دی اور عمران نے لوسی کو ہاتھ روم میں چلے جانے کا اشارہ

کرتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ ”جب تک میں آواز نہ دوں باہر نہ آنا۔!“

اس نے خاموشی سے اس ہدایت پر عمل کیا تھا۔ عمران نے ریڈی میڈ میک اپ ناک پر

چسپاں کرتے ہوئے دروازہ کھولا..... اس کا اندازہ غلط نہیں نکلا تھا۔ دوا جیبی سامنے کھڑے تھے۔

”معاف کیجئے گا.....!“ ایک نے بڑی لباحت سے کہا۔ ”کیا ہم اندر آ سکتے ہیں۔!“

”ضرور..... ضرور.....!“ عمران پیچھے ہٹا ہوا بولا۔

وہ کمرے میں داخل ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگے۔

”چھت ٹپکتی نہیں ہے.....!“ عمران نے خوشی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

”آپ یہاں تنہا مقیم ہیں.....؟“

”جی نہیں..... میری خالہ بھی ساتھ ہیں۔!“

”کہاں ہیں.....؟“

”باہر تشریف لے گئی ہیں لیکن آپ کو اس سے کیا۔!“

”دراصل ہمارا تعلق موبار کی پولیس سے ہے۔ ہمیں دو مجرموں کی تلاش ہے ایک عورت

اور ایک مرد.....!“

”میری شکل ہی ایسی ہے.....!“ عمران نے مغموم لہجے میں کہا۔

”کیا مطلب.....؟“

”صورت ہی سے مجرم معلوم ہوتا ہوں..... پکڑ لے چلے.....!“

”جی نہیں..... ایسی کوئی بات نہیں..... ہمیں جس کی تلاش ہے وہ آپ نہیں ہو سکتے.....

اچھا تکلیف دہی کی معافی چاہتے ہیں۔!“

صفر نے جلدی جلدی ظفر الملک کی پتادہرائی اور عمران گھنی مونچھوں کے پیچھے مسکرا کر بولا۔ ”اب وہ بہ آسانی پہچانا نہ جاسکے گا۔ خیر انہیں سمجھا دینا جزیرے میں سیر سپاٹا نہ فرمائیں گے۔ تم نے لانچ کس ساحل پر چھوڑی ہے۔!“

”جہاں کے لئے آپ نے ہدایت دی تھی۔!“

”ٹھیک ہے....! میں تو چلا.... میری واپسی تک تم ہوٹل ہی میں ٹھہر کر لوسی کی حفاظت کرو گے۔!“

”آپ مطمئن رہئے۔!“

پھر عمران اس ساحل پر پہنچا تھا.... صفر والی لانچ لنگر انداز تھی۔ کچھ دیر بعد لانچ شہری ساحل کی طرف بڑھ رہی تھی.... عمران خود ہی اُسے اسٹیئر کر رہا تھا۔

دو گھنٹے بعد وہ ڈاکٹر داور کی تجربہ گاہ میں نظر آیا.... یہاں ریڈی میڈ میک اپ کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی.... اس لئے تجربہ گاہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی اُسے چہرے سے الگ کر دیا تھا۔ لیکن اب بھی تھا میک اپ ہی میں۔

”تم آخر کتنی شکلیں بدل سکتے ہو۔ اُس دن کسی دوسری شکل میں آئے تھے۔“ ڈاکٹر داور نے کہا۔ ”بہر حال میں تمہارا منتظر تھا.... پچھلی رات دس بج کر پندرہ منٹ پر.... لیکن یہ بڑی عجیب بات ہے کہ مستقر کے فاصلے میں حیرت انگیز طوڑ پر کی ہوئی ہے۔!“

”کتنی کمی....؟“ عمران نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

”پہلے فاصلہ یہاں سے ساٹھ میل تھا لیکن پچھلی شب صرف گیارہ میل مشرق کی طرف۔!“

”یہ تو جیل کے آس پاس ہی کی بات ٹھہری۔!“ عمران نے متفکرانہ لہجے میں کہا۔

”اور ہاں سنو.... اُس دن میرے اسٹنٹ نے تمہیں جو ریکارڈ دکھایا تھا اس میں تم ایک صفحہ روروی میں نظر انداز کر گئے تھے۔ اس دوران میں بھی ایک دن فاصلہ ساٹھ میل سے کم ہو گیا تھا اور سمت بھی مختلف تھی۔!“

عمران نے ریکارڈ کے اس صفحے پر نظر ڈالی.... تاریخ وہی تھی.... جس میں رچرڈ سن قتل ہوا تھا فاصلہ چودہ میل سمت جنوب....!

اُس کے اندازے کے مطابق ڈاکٹر داور کی تجربہ گاہ سے رچرڈ سن کی کوٹھی کم از کم چودہ میل

وہ دونوں کمرے سے باہر چلے گئے.... عمران اُن کے ساتھ ہی ساتھ راہداری میں نکل آیا.... اُس نے انہیں برابر والے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹاتے دیکھا اور چپ چاپ کمرے میں آکر دروازہ بولٹ کر دیا۔ ریڈی میڈ میک اپ چہرے سے الگ کر کے جیب میں ڈال لیا.... اُس نے سوچا کہیں لوسی اس کو اس شکل میں دیکھ کر چیخنا نہ شروع کر دے۔

اس کے بعد اس نے ہینڈل گھا کر ہاتھ روم کا دروازہ کھولا تھا۔

لوسی کا چہرہ فٹ تھا.... اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا.... ”کیا ہوا....؟“

”کچھ بھی نہیں.... چلے گئے.... جزیرے کی پولیس کے دو آدمی تھے انہیں ایک عورت اور ایک مرد کی تلاش تھی۔!“ عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

”میں سن رہی تھی.... اور یقین کرو کہ جو تم سے گفتگو کر رہا تھا اسی کی آواز میں نے رات بھی سنی تھی۔!“

”میں پہلے ہی یقین کر چکا ہوں....!“

”لیکن میں نے تمہاری آواز حیرت انگیز طور پر بدلی ہوئی محسوس کی تھی۔!“

”اصل آواز میں تمہیں خالہ کیونکر کہہ سکتا۔!“

”بہت سوز ہو....!“

”اچھا....!“ عمران نے خوش ہو کر پوچھا۔ ”کیا سوری میری ہی طرح خالہ کہتے ہیں۔!“

”شٹ اپ....!“ وہ اٹھلائی۔

عمران فی الحال اُس سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا کسی نہ کسی طرح ڈاکٹر داور سے رابطہ قائم کرنا ضروری تھا۔ فون استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا.... صفر کا منتظر تھا۔

وہ لوگ بارہ بجے سے قبل نہیں پہنچ سکے تھے۔ عمران ریڈی میڈ میک اپ میں کمرے سے باہر نکلا تھا۔

ظفر اور جیمسن اُسے نہ پہچان سکے.... لیکن صفر اس میک اپ سے واقف تھا۔ عمران اشارے سے اُسے اُن دونوں سے الگ لے جا کر بولا۔ ”روم نمبر گیارہ کی کڑی نگرانی کرنا.... لوسی ہے.... میں نے اُسے ہدایت کر دی ہے کہ میری واپسی تک کمرے سے باہر نہ نکلے.... لیکن میں نے جیمسن کو ساتھ لانے کے لئے تو نہیں کہا تھا۔!“

ضرور رہی ہوگی.... اور سمت بھی جنوب ہی ہو سکتی تھی!۔

اس نے دوسرا صفحہ الٹا یہ اس رات کی رپورٹ تھی جب وہ ہاتھ دوبارہ حرکت میں آیا تھا۔ ایک بار ڈاکٹر الٹھم کے سلسلے میں اور دوسری بار عمران کی فلت ہیٹ لے گیا تھا۔ اس صفحے پر اس کے متفرق کا فاصلہ ساٹھ میل درج کیا گیا تھا۔

عمران طویل سانس لے کر ڈاکٹر داور کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”تو پھر....؟“ وہ آہستہ سے بولا۔ ”اس کا کنٹرول سسٹم اتنا مختصر معلوم ہوتا ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بہ آسانی منتقل کیا جاسکے!“

”یقیناً.... اب اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے!“ ڈاکٹر داور پر تشویش لہجے میں بولے۔
”لہذا فی الحال.... یہ توقع بھی ختم ہو گئی کہ اس کا متفرق معلوم کر کے اُسے تباہ کیا جاسکے گا....!“ عمران بڑبڑایا۔

”تم کیا کرتے پھر رہے ہو....؟“

”کچھ بھی نہیں.... سوال تو یہ ہے کہ اُسے کہاں تلاش کیا جائے!“

”سنو....!“ ڈاکٹر داور عمران کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولے۔ ”میں اس دوران میں کسی ایسے حربے کے امکانات پر غور کرتا رہا ہوں جو اسے تباہ کر سکے!“

”یہ تو بڑی اچھی بات ہوگی.... کم از کم کچھ لوگوں کی زندگیاں تو محفوظ رہیں گی!“

”لیکن....!“ ڈاکٹر داور متفکرانہ لہجے میں بولے۔ ”ایک دشواری پر قابو پانا میرے لئے ممکن نہیں۔ میرا حربہ اس کا تعاقب کر کے اُسے تباہ ضرور کر دے گا لیکن اس کے سگلتے ہوئے ٹکڑے اوپر سے گر کر عمارتوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں!“

عمران کچھ نہ بولا.... وہ ڈاکٹر داور کے میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کو گھورے جا رہا تھا۔

”کیا میں.... آپ کا فون استعمال کر سکتا ہوں....؟“ عمران نے ڈاکٹر داور سے پوچھا۔

”ضرور.... ضرور....!“

اس نے کیپٹن فیاض کے نمبر ڈائل کئے.... دوسری طرف سے فوراً جواب ملا۔

”بیل کے سنتری کی موت کا مطلب سمجھتے ہو....؟“ عمران نے طنزیہ لہجے میں سوال کیا۔

”اوہ.... تم....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”کیوں مجھے پریشان کر رہے ہو!“

”سنو....!“ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ مزید پریشانیاں تم پر نازل نہ ہوں تو فی الحال مجھ سے ملنے کی کوشش نہ کرو.... اس آدمی کو چھوڑ دو جس نے ظفر کی گاڑی خریدی ہے.... ظفر اور جیمسن کے سلسلے میں بھی اپنی تنگ و دو ختم کر دو.... ڈاکٹر الٹھم کو تلاش کرو.... یا اس لاش کو تفتیش کا مرکز بناؤ جو تمہاری موجودگی میں غائب کر دی گئی تھی!“

”اچھی بات ہے....!“ دوسری طرف سے فیاض کی مردہ سی آواز آئی۔ ”لیکن ابھی تم نے سنتری کے قتل سے متعلق کیا کہا تھا!“

”رینا دلیر کی رہائی کے مطالبے میں مزید زور پیدا کرنے کے لئے اُسے قتل کیا گیا ہے!“

”لیکن اس کی رہائی ناممکن ہے....!“

”یہ تمہارا اپنا معاملہ ہے.... ہو سکتا ہے دوسرا شکار تمہارا ہی کوئی ماتحت ہو.... انہیں اچھی طرح سمجھا دو کہ کسی سے بھی کسی قسم کے تحفہ جات قبول نہ کریں!“

”اچھا.... اور کچھ.... لیکن تم کیا کرتے پھر رہے ہو....!“

”فی الحال تو الٹھم کی طرف سے کسی حملے کے خوف کی بناء پر چھاپچھاپ رہا ہوں۔ اچھی بات ہے دوست خدا حافظ!“

عمران سلسلہ منقطع کر کے ڈاکٹر داور کی طرف متوجہ ہوا تو انہیں اپنی ہی جانب گمراہ پایا۔

”ڈاکٹر صاحب....!“ وہ ان کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ”کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ

اپنے حربے میں کسی قدر تبدیلی کر دیں!“

”کس طرح....؟“

”یقیناً.... وہ کوئی خود کار حربہ ہوگا.... جسے آپ دائرِ لیس سے کنٹرول کریں گے!“

”ہاں.... ہاں....!“

”اس کے دو حصے ہوں گے، ایک وہ جو الٹھم کے حربے کا تعاقب کرے گا اور دوسرا وہ جو اس

کے مقابل پہنچ کر اُسے تباہ کرے گا!“

”ظاہر ہے....!“

”آپ صرف وہ حصہ تیار کرائیے جس کا تعلق تعاقب سے ہو اور اس سے میرا ایک حربہ اُچ

کرنا بیچئے....!“

”اس سے کیا ہوگا....؟“

”وہ حربہ اُسے اس طرح تباہ کرے گا کہ اس کے ریزے بھی نظر نہ آسکیں گے۔ بس ایسا معلوم ہو گا جیسے اس کا شکار فضا میں تحلیل ہو گیا ہو۔!“

”کیا بہت زیادہ تفکرات نے تمہارے ذہن پر کوئی بُرا اثر ڈالا ہے....؟“

عمران ہنس پڑا.... اور پھر بولا۔ ”ایسی کوئی بات نہیں.... میں اس کا ڈایا گرام بھی تیار کئے دیتا ہوں.... حربہ میرا کوئی آدمی آپ تک پہنچا دے گا۔ آپ یہیں اس کا تجربہ بھی کر لیجئے گا۔!“

”بڑی عجیب باتیں کر رہے ہو....!“

عمران نے پندرہ منٹ کے اندر اندر ڈایا گرام تیار کر کے ڈاکٹر داور کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ ”فرض کیجئے.... یہ آپ کا خود کار آلہ ہے.... یہاں اس جگہ میرا حربہ فٹ کر دیجئے گا اور اپنے آلے کا کوئی پرزہ میرے حربے کے ٹریگر سے اس طرح انچ کر دیجئے گا کہ جیسے ہی انکھم کا قاتل ہاتھ سامنے آئے میرے حربے کا ٹریگر دب جائے۔!“

”ہوں.... ہوں....!“ ڈاکٹر داور نے ڈایا گرام کا بغور جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ ”ممکن ہے اوہو اچھا تو یہ تمہارا حربہ پستول کی شکل کا ہے۔!“

”جی ہاں....!“

”اچھی بات ہے....!“

”اس سلسلے میں ایک درخواست یہ ہے کہ آپ اسے لٹائے اپنے پاس رکھیں گے اور فی الحال اس کا تجربہ نہیں کریں گے.... ہو سکتا ہے کہ اس طرح وہ ضائع ہو جائے۔!“

”نہیں بالکل نہیں....!“ وہ عمران کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مسکرائے۔



شام کے پانچ بجے تھے جب عمران نے موبار کے ساحل پر قدم رکھا۔

موسم اچھا نہیں تھا۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا.... ہوا معمول سے زیادہ تیز اور خشک تھی۔ ایسے حالات میں بارش ضرور ہوتی تھی۔

لاٹچ اس نے مشرقی کنارے پر روکی تھی یہاں سے وہ عمارت زیادہ دور نہیں تھی جس میں ان دنوں مارک ایولن کا قیام تھا۔

اس بار وہ لاٹچ میں تنہا نہیں تھا۔ خاور ساتھ آیا تھا اُسے ساحل پر اتار کر لاٹچ مشرقی ساحل

سے ہٹا لے گیا۔

عمران نے یہاں مارک ایولن سے متعلق خاصی چھان بین کر لی تھی اُسے معلوم ہوا تھا کہ اس کی کوٹھی کے آس پاس لینڈ کرنے والی کشتیوں کے مالک خاصے پریشان کئے جاتے ہیں۔ اس لئے اس نے دیدہ دانستہ اس طرف کے ساحل پر لاٹچ رکوائی تھی۔

کچھ ہی دور چلا ہو گا کہ دو آدمیوں نے راستہ روک لیا۔

عمران اس وقت بھی ریڈی میڈ میک اپ میں تھا۔ یعنی بھدی ناک کے نیچے جھکاؤ دار مونچھوں کا سا بنان تھا جس نے ہونٹوں کو پوری طرح ڈھانک لیا تھا۔

”تم کس کی اجازت سے اس گھاٹ پر اترے ہو....؟“ ایک نے کڑک کر پوچھا۔

”مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہاں لینڈ کرنے کے لئے اجازت کی ضرورت ہوتی ہے.... کیا یہ ملٹری ایریا ہے۔!“

”نہیں....! پرائیویٹ پراپرٹی....!“

”مجھے بے حد افسوس ہے کہ لاعلم تھا....!“

”لاٹچ کہاں گئی....؟“

”شہر واپس گئی....!“

”تم کہاں جا رہے ہو....؟“

”کئی دن سے میرا قیام فلیٹیز میں ہے.... آج صبح ایک کام سے شہر گیا تھا۔!“

”تمہیں ہمارے پاس کے سامنے جواب دہی کرنی پڑے گی۔!“

”کون ہے تمہارا پاس....؟“

”مارک ایولن....!“

”آہا.... تو کیا وہ جزیرے میں موجود ہیں۔!“

”کیوں....؟“ مخاطب کے لہجے میں شبہ کی جھلک تھی۔

”ان کے لئے میرے پاس ایک اہم خبر ہے.... مجھے ضرور ان کے سامنے پیش کرو....!“

”تم ہو کون....؟“

”کیا تم بالکل گدھے ہو.....؟“ عمران نے حیرت سے کہا اور وہ دونوں چراغ پا ہو گئے۔
 ”تم امانے کی ضرورت نہیں.....!“ عمران نے نرم لہجے میں کہا ”عقل استعمال کرو۔!“
 ”پتا نہیں کیا تک رہے ہو.....!“

”اگر میرے پاس کوئی اہم خبر ہے تو مسٹر ایولن کے علاوہ اور کسی کو نہیں بتا سکتا کہ میں کوا ہوں۔!“

”اچھی بات ہے.....! تو چلو ہمارے ساتھ۔!“
 ”تم گھاس تو نہیں کھا گئے۔!“
 ”کیا مطلب.....؟“

”میں فلیئر کے کمرہ گیارہ میں مقیم ہوں..... مارک ایولن کو وہیں بھیج دینا.....!“
 ”ابھی تم نے کہا تھا کہ مجھے ان کے سامنے پیش کرو.....!“ ایک نے غصیلے لہجے میں کہا۔
 ”تم نے غلط سنا تھا..... میں نے کہا تھا مارک ایولن کو میرے سامنے پیش کرو۔!“
 ”کیا تمہاری موت آئی ہے۔!“ دونوں نے بیک وقت کہا اور عمران پر جھپٹ پڑے۔
 دونوں کے سر آپس میں زور سے ٹکرائے تھے اور عمران دور کھڑا ہنس رہا تھا۔ شاید ان کی سمجھ بوجھ میں نہیں آ سکا تھا کہ ایسا کیونکر ہوا۔

”بس جاؤ..... یہ معاف تھے کا نمونہ تھا۔!“ عمران بولا۔ ”میں خود ہی تھوڑی دیر بعد مسٹر ایولن سے مل لوں گا۔ ان سے کہہ دینا میرے منتظر رہیں۔“
 ”تم ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکو گے۔!“ ایک نے کہا۔
 ان کے ریو الوور نکل آئے تھے۔

”تمہیں باس کے سامنے حاضری ہونا پڑے گا۔!“ دوسرا بولا۔

”مجبوری.....!“ عمران نے طویل سانس لے کر شانوں کو جنبش دی۔

وہ دونوں اس کی کمر سے ریو الوور لگائے اُسے عمارت کی طرف لئے جا رہے تھے۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ اس سے سچا سچ حماقت سرزد ہوئی ہے اُن سے اچھے بغیر نکل جانے کی کوشش کرنی چاہئے تھی۔ یا پھر بات بڑھانے کی بجائے چپ چاپ مارک ایولن کے پاس چلا جاتا۔
 وہ عمارت قلعہ ثابت ہوئی۔ جگہ جگہ پہرے دار نظر آئے تھے۔ بالآخر ایک کمرے میں

عمران کو بٹھا کر اُن میں سے ایک وہاں سے چلا گیا۔ دوسرا ریو الوور لئے سر پر مسلط رہا۔



تھوڑی دیر بعد عمران نے وزنی قدموں کی آواز سنی..... اور بلڈاگ کی سی گردن رکھنے والا ایک سفید آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ عمران کو چند لمبے خاموشی سے گھورتے رہنے کے بعد بولا۔

”کہو..... کیا کہنا چاہتے ہو.....؟“

”میں فلپ صاحب کا باڈی گارڈ تھا۔!“

”کون فلپ صاحب.....؟“

”یہ بتانا بہت مشکل ہے، لیکن میں نے ان کی زبانی آپ کا ذکر سنا تھا اور ان کے اچانک غائب ہو جانے کے بعد آپ سے ملنا چاہتا تھا۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ آپ جزیرے میں نہیں ہیں۔!“
 ”میں کسی فلپ کو نہیں جانتا..... لیکن تمہیں تمہاری بیہودہ گوئی کی سزا ضرور ملے گی۔ اول تو تم نے میری اجازت کے بغیر میرے ساحل پر لینڈ کیا اور پھر میرے آدمیوں کو بیوقوف بنانے کی کوشش کر رہے تھے۔!“

”محض اس لئے کہ آپ تک یقینی طور پر رسائی ہو جائے۔!“

”فضول باتیں نہ کرو.....!“ وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا۔ ”ایک ٹانگ پر کھڑے ہو جاؤ اور تاحکم ثانی اسی طرح کھڑے رہو.....!“

عمران نے سہم جانے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے ایک ٹانگ اٹھالی اور مارک اپنے آدمی سے بولا۔ ”اگر یہ دوسری ٹانگ زمین پر رکھے تو شوٹ کر دینا۔!“

”او کے باس.....!“

مارک ایولن دروازے کی طرف مڑا اور فوجیوں کی سی چال سے باہر نکل گیا۔

”واہ بھئی.....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”یہ بھی ایک رہی..... ہمدردی میں ٹانگ اٹھائے

کھڑے رہیں۔!“

”خاموش رہو.....!“ نگران ریو الوور کو جنبش دے کر غریبا۔

”یار تم میری ہی طرح کالے ہو..... تم تو کسی قدر شرافت کا برتاؤ کرو۔!“

”تمک حرام کالا نہیں ہوں.....!“

”نہیں بھائی..... بلکہ کالا نمک ہو.....!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

”ٹانگ زمین پر ٹکانے پر شوٹ کر دینے کا حکم محض دھمکی نہیں تھا۔!“ نگران بولا۔

”بالکل جنگلی سور معلوم ہوتا ہے صورت حرام.....!“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اے تم اپنی زبان کو لگام دو.....!“

”اگر لگام دے سکتا ہوں تو دو لتیاں بھی جھاڑ سکتا ہوں۔!“

”چپ چاپ کھڑے رہو.....!“

دفتار عمران نے پھر بھاری قدموں کی آواز سنی اور دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

آنے والا مارک ایولن ہی تھا۔ وہ پھر عمران کو گھورنے لگا۔

پھر اچانک گھونٹہ تان کر غرایا۔ ”میرا گھونٹہ جڑے توڑ دیتا ہے۔!“

اس نے بڑے زور و شور سے حملہ کیا تھا۔ لیکن عمران کنائی کاٹ گیا..... وہ نہ صرف بچا تھا

بلکہ دیسی نگران کے ہاتھ سے ریوالتور بھی جھپٹ لے گیا تھا۔

مارک ایولن اپنے ہی زور سے دیوار سے جا ٹکرایا..... اور دباڑتا ہوا مڑا تو عمران کے ہاتھ میں

ریوالتور دیکھ کر جہاں تھا وہیں رک گیا۔ اس کا دیسی ملازم کھڑا احقانہ انداز میں ہاتھ مل رہا تھا۔

”اب آپ میری بات سن سکیں گے مسٹر مارک ایولن.....!“ عمران اس کے دل کا نشانہ لیتا

ہوا پر سکون لہجے میں بولا۔

ایولن اور اس کے ملازم نے اپنے ہاتھ اٹھا دیئے تھے۔

”میرے مالک قلب صاحب سے صرف یہی غلطی ہوئی تھی کہ انہوں نے مجھ پر اعتماد کیا

تھا۔ ظفر اور لوسی کے ریگیل لاج میں داخل ہو جانے کے بعد مجھے باہر ہی چھوڑ گئے تھے۔!“

ایولن اُسے گھورتا رہا کچھ بولا نہیں۔

عمران نے ریوالتور اس کے ملازم کی طرف اچھالتے ہوئے کہا۔ ”لو..... سنبھالو مجھے اتنا ہی

کہنا تھا۔“

مارک ایولن نے ہاتھ گرا دیئے..... اس کی آنکھوں میں درشتی تحیر کی جھلکیوں میں تبدیلی

ہو گئی تھی۔

”اب اجازت دیجئے.....! مسٹر مارک ایولن..... تھوڑی دیر بعد آپ کی امانت بھی آپ

ہم پہنچا دوں گا۔!“ عمران نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”ٹھہرو.....!“ مارک ہاتھ اٹھا کر بولا ”مجھے افسوس ہے! تم کس امانت کا ذکر کر رہے ہو.....؟“

”لوسی.....!“

”لوسی.....؟“ مارک ایولن نے اپنے نچلے ہونٹ پر زبان پھیری۔

”ہاں... وہ میں ہی تھا جو لوسی کو وہاں سے نکال لایا۔ پولیس اب بھی اس کی تلاش میں ہے۔!“

”میرے ساتھ آؤ.....!“ مارک ایولن نے دروازے کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

وہ اُسے ایک کمرے میں لایا، جو اعلیٰ درجے کے فرنیچر سے آراستہ کیا گیا تھا۔

”بیٹھ جاؤ.....!“ اس نے ایک صوفے کی طرف اشارہ کیا۔

”شکریہ..... مسٹر ایولن.....!“ عمران بیٹھتا ہوا بولا۔

”مجھے قلب کے کسی چھٹے ملازم کا علم نہیں۔!“

”حیرت ہے..... وہ پانچوں میرے ہی توسط سے ملازم رکھے گئے تھے اور میری حیثیت باڈی

ارڈر کی تھی۔!“

”مجھے لا علم رکھنے میں اس کی اپنی کوئی مصلحت رہی ہوگی..... خیر تم اس ٹریجڈی کے بارے

میں کیا جانتے ہو۔!“

”میں وہی جانتا ہوں جو کچھ مجھے لوسی سے معلوم ہوا ہے۔!“

”ہوں..... تاؤ.....! میں سن رہا ہوں.....!“

”مسٹر قلب نے لوسی کے ہاتھ میں ریوالتور دے کر کہا تھا کہ ظفر کو کور کئے رکھو میں اس کے

تھ پیر باندھنے جا رہا ہوں اگر یہ مجھ سے الجھنے کی کوشش کرے تو بیدار بلیغ فائر کر دیتا..... ہو سکتا

ہے مسٹر قلب نے محض ظفر کو سنانے کے لئے کہا ہو۔ لیکن لوسی جو ایسے معاملات سے ہمیشہ دور رہی

ہی تھی سچ سچ اور دوسری طرف ظفر بھی سچ سچ مرنے مارنے پر آمادہ ہو گیا۔ دونوں کے درمیان

ٹپش شروع ہوتے ہی لوسی نزد س ہو گئی اور ریوالتور سے فائر ہو گیا۔ گولی مسٹر قلب کے لگی۔!“

”اوہ..... تو لوسی.....!“

”جی ہاں سنتے رہئے.....! ظفر نے بعد میں اُسے دھمکا تا شروع کیا اور اس سے سب کچھ معلوم

رہنے کے بعد باس کی لاش تھیلے میں ٹھونس دی جو خود اس کے لئے تھا۔ تھیلا عقبی دروازے کے

”اگر تمہاری یہ صلاحیت ہر حال میں برقرار رہتی ہے تو فلپ کی موت کے بعد بھی تم خسارے میں نہ رہو گے۔“

وہ عمارت سے باہر آئے اور مارک انہیں اُس حصے میں لے گیا جہاں کئی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔

”اپنے لئے کوئی گاڑی منتخب کر لو..... میں تمہارے ہی ساتھ بیٹھوں گا۔“ مارک بولا۔

”کوئی سی بھی گاڑی آپ ہی منتخب کر لیجئے..... مسٹر ایولن۔“ عمران نے لا پرواہی سے کہا۔

ایولن نے کسی کو آواز دی..... ایک آدمی ایک گاڑی سے اتر کر قریب آکھڑا ہوا۔ ایولن نے اس سے کہا۔ ”ہم ایک تجربہ کرنے جا رہے ہیں۔ تم کسی گاڑی میں بیٹھ کر اسے تیزی سے بھاؤ..... اس شریف آدمی کا دعویٰ ہے کہ گاڑی خواہ کسی انداز سے چل رہی ہو یہ دوسری گاڑی سے فائر کر کے اس کے چاروں ٹائر پھاڑ دے گا۔“

اس آدمی نے عمران کو بڑی حقارت سے دیکھتے ہوئے سر کو جنبش دی اور اسی گاڑی میں جا بیٹھا جس سے اتر کر آیا تھا۔ ایولن عمران والی گاڑی کی پچھلی نشست پر جا بیٹھا۔

”کیا تمہارے پاس ریوالور موجود ہے؟..... یا میں دوں.....“ ایولن نے عمران سے پوچھا۔

”موجود ہے..... مسٹر ایولن.....“

”اگلی گاڑی کے کچھ دور نکل جانے کے بعد عمران نے اپنی گاڑی اشارت کی۔ اگلی گاڑی کا ڈرائیور بڑا مشاق معلوم ہوتا تھا۔ اُس نے شروع ہی سے خیال رکھا تھا کہ عمران کو ٹائروں کا نشانہ آسانی سے نہ لینے دے۔“

عمران نے بائیں ہاتھ سے اسٹیرنگ سنبھال رکھا تھا اور اس کے داہنے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ دفعتاً اس نے ایکسیلیٹر پر دباؤ ڈالا اور گاڑی ہوا ہو گئی۔

اگلی گاڑی کے قریب پہنچ کر اس نے اپنی گاڑی بائیں جانب ترچھی کی اور پے در پے دو فائر کئے..... دودھماکے ہوئے اور پھر بڑی پھرتی سے گاڑی کا رخ بدلا اور تیسرا فائر جھونک مارا۔ اگلا تیسرا ٹائر پھٹنے ہی گاڑی الٹ گئی..... التے التے عمران نے چوتھا فائر کیا تھا۔

”بریوڈو..... ونڈر فل.....“ مارک پچھلی سیٹ سے دہڑا۔

اور عمران گاڑی روک کر الٹی ہوئی گاڑی کی طرف جھپٹا..... پھر اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر

پاس رکھ دیا گیا اور اُس وقت لوسی کی پشت پر ریوالور کی نال رکھی ہوئی تھی جب اُس نے باس کے تین ملازموں سے کہا تھا کہ وہ تھمیلے جائیں، باس اور لوسی بعد میں پہنچیں گے۔ اس کے بعد لوسی کو لئے ہوئے صدر دروازے سے باہر آیا تھا کہ میں نے انہیں دیکھ کر اندازہ کر لیا کہ ضرور کوئی گڑبڑ ہوئی ہے۔ باہر ظفر کی گاڑی موجود نہیں تھی کیونکہ وہ جیمسن سمیت پہلے ہی لے جا چکا تھا لہذا انہیں کچھ دور پیدل چلنا پڑا..... میں باس کی گاڑی میں بیٹھا انہیں دیکھتا رہا جب کچھ دور نکل گئے تو میں نے انجن اشارت کیا اور آہستہ آہستہ گاڑی ان کی طرف بڑھانے لگا۔ انہوں نے اُس دوران میں ٹیکسی کر لی..... پتا نہیں ظفر اُسے کہاں لے جاتا چاہتا تھا کیونکہ ٹیکسی ڈائمنڈ والی سنسان سڑک پر لگ گئی تھی۔ میرے لئے یہ بہترین موقع تھا..... میں نے فائر کر کے ٹیکم کے دونوں ٹائر پھاڑ دیئے۔ ظفر خطرے کی بوسوگھ چکا تھا۔ لہذا گاڑی سے چھلانگ مار کر بھاگ نکلا..... میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو کور کئے ہوئے لوسی کو نیچے اتارا اور باس کی گاڑی میں بیٹھا کر۔ مجھے دیکھ کر لوسی کسی قدر حواس میں آئی اور جلدی جلدی اپنی کہانی دہرانے لگی۔ اس کے بعد میں نے یہی مناسب سمجھا تھا کہ گاڑی دوبارہ ریگل لاج کی طرف لے جاؤں اور اسے وہاں چھوڑ کر لوسی سمیت کوئی پناہ گاہ تلاش کروں..... لوسی ہی کا مشورہ تھا کہ آپ کے پاس پہنچ آ آپ کو ان حالات سے آگاہ کر دیا جائے۔“

عمران خاموش ہو کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

”تم نے بڑا کام کیا.....“ مارک ایولن طویل سانس لے کر بولا۔ ”لیکن میں بھی تمہارا

مشاقی کا نمونہ دیکھنا چاہتا ہوں۔“

”کیسی مشاقی؟.....“

”یہی کہ تم چلتی گاڑی سے کسی دوسری تیز رفتار گاڑی کے ٹائر پھاڑ سکتے ہو۔“

”چار فائروں سے چار ٹائر مسٹر ایولن.....“

”اٹھو..... یہ ایک دلچسپ کھیل ہو گا۔“ مارک ایولن اٹھتا ہوا بولا۔

عمران کا خیال تھا کہ وہ فوری طور پر لوسی تک پہنچنے کی خواہش ظاہر کرے گا لیکن وہ اس واقعہ کی تصدیق کرنے پر تمل گیا تھا کہ وہ ٹیکسی کے ٹائر پھاڑ سکا ہو گا۔

”میں تیار ہوں مسٹر.....“ عمران بھی اٹھ گیا۔

وہ بدقت تمام زخمی ڈرائیور کو اسٹیرنگ اور سیٹ کے درمیان سے نکال سکا تھا۔

مارک ایولن جوش میں بھرا ہوا عمران کی پیٹھ ٹھونکے جا رہا تھا۔ ڈرائیور کی اُسے ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔

ڈرائیور بیہوش تھا اور رک رک کر سانس لے رہا تھا۔



تاریکی پھیل گئی لیکن ڈھمپ کا کہیں پتا نہ تھا۔ لوسی کمرے ہی میں مقید ہو کر رہ گئی تھی! ڈھمپ کی ہدایت کے مطابق اس کی واپسی تک اُسے کمرے ہی تک محدود رہنا تھا۔

”عجیب آدمی ہے!“ اُس نے بڑبڑاتے ہوئے انگڑائی لی اور آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ وہ سوچ رہی تھی بد معاشوں کے ساتھ رہ کر بھی اتنا شریف ہونا سچ حیرت انگیز ہے۔

پچھلی رات وہ دونوں اسی کمرے میں سوئے تھے اور وہ کسی معصوم بچے کی طرح جس کروٹ لینا تھا صبح تک اسی حالت میں پڑا خراٹے لیتا رہا تھا۔

پھر اُسے پچھلی رات والی کشمکش یاد آگئی جب مارک ایولن کے دو آدمیوں نے ان کا راستہ روکا تھا۔ وہ تصور بھی نہیں کر سکتی کہ ڈھمپ اتنا بے جگر لڑاکا بھی ہو گا۔ ڈھمپ اُسے اس کا نام بھی حد درجہ مضحکہ خیز لگتا تھا۔

سوچتے سوچتے وہ ہنس پڑی۔۔۔ وہ پھولیشن یاد آگئی تھی جب قمیض کے نیچے سر سراتا ہوا ایک حقیر سا پتنگا اُسے دہلائے دے رہا تھا۔ آخر کس قسم کا آدمی ہے؟ کچھ ہی دیر پہلے تو دودھ ٹپنے لگے آدمیوں کی مرمت کر چکا تھا وہ ہنس پڑی۔ ٹھیک اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔

”کون...؟“ اس نے دروازے کے قریب جا کر پوچھا۔

”ڈھمپ...!“ باہر سے آواز آئی۔

اس نے دروازہ کھولا اور عمران مسکسی صورت بنائے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

”تمہارے انتظار نے تو تھکا دیا۔۔۔ کہاں غائب ہو گئے تھے!“

”اچھی خبر نہیں ہے!“

”کیا مطلب...؟“

”اب تم اپنی اصلی شکل میں آ جاؤ...!“

”کیوں...؟“

”پہلے میں تمہارا یہ میک اپ ختم کر دوں پھر بتاؤں گا!“

پھر بڑی جلدی میں اُس نے اس کا چہرہ صاف کیا تھا۔

”اور اب تم مجھے بڑی بھیانک شکل میں دیکھو گی...!“ اس نے کہا۔

لوسی کی طرف پشت کئے کھڑا تھا۔ اچانک مزا تو لوسی کی چیخ نکل گئی۔ عمران نے احمقانہ انداز

نہیں کر کہا۔ ”تمہیں اب اس کی پرواہ نہ ہونی چاہئے کیونکہ مجھ سے جدا ہونے والی ہو!“

”مک... کیوں... کیا مطلب... مگر پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے اتنی جلدی شکل کیسے تبدیلی لی!“

”میری اصلی صورت یہی ہے!“

”ناممکن... بالکل ناممکن...!“

”اس چکر میں نہ پڑو...!“ وہ آہستہ سے بولا۔ ”میں اسی شکل میں مارک ایولن سے مل چکا

ہوں... میں نے اُسے بتایا ہے کہ میں فلپ کا خاص آدمی ہوں لوسی مجھے جانتی ہے!“

پھر عمران نے اُسے پوری کہانی سناتے ہوئے کہا۔ ”ابھی اس کا ایک آدمی یہاں آئے گا جو نہیں پہچانتا ہے!“

”دیکھو... ڈھمپ... مجھے یہ بالکل پسند نہیں کہ تم مجھے ان لوگوں کے حوالے کر دو...!“

”میں خود بھی فی الحال انہیں کے حوالے ہو گیا ہوں!“

”کیا مطلب...؟“

”فلپ صاحب مجھے پانچ سو روپے ماہوار دیتے تھے!“ وہ بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ ”مارک

ایولن صاحب ڈیڑھ ہزار دیں گے!“

”یہ تم نے کیا کیا...؟“

”اچھا تو کیا ہم سچ اس کے لئے کام کریں گے!“

”تو پھر اس کا مقصد کیا ہے...؟“

”کم از کم اپنے ملک میں کسی صیہونی تنظیم کا وجود برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے فی الحال یہ

ضروری ہے کہ ان سے قریب رہ کر ان کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں!“

”مم..... میرا مطلب یہ کہ اس نے تمہارے رتبے کا خیال رکھا ہے یا نہیں!“

”یقیناً.....!“

”ہوں..... اچھا.....!“ وہ عمران کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”تم انعام کے بھی مستحق ہو!“

”شکریہ.....!“ اُس نے کسی قدر جھک کر کہا۔

مارک ایولن کے رخصت ہو جانے کے بعد وہ ہنس پڑا تھا..... اور لوسی اُسے بُرا سا منہ بنائے دیکھتی رہی تھی۔

عمران دروازہ بولٹ کر کے مڑا تو گھنی مونچھیں بھدی ناک سمیت غائب تھیں۔

”تم کوئی بد روح تو نہیں.....!“ لوسی جھنجھلا کر بولی۔

”بدترین.....! لیکن اب لوسی کی حیثیت سے تم اس ہوٹل میں مقیم نہیں رہ سکتیں!“

”کیوں.....؟“

”مسز ڈھمپ دوسری شکل کی تھی!“

”اوہ..... تو تم نے رجسٹر میں مسٹر اینڈ مسز ڈھمپ نام درج کرائے تھے!“

”بالکل.....!“

”تو پھر.....؟“

”پکسیز میں مادام لوسی اینڈ ہاڈی گارڈ کے لئے دو کمرے بک کرا چکا ہوں!“

O

ظفر جیمسن اور صفدر فلیمنگ میں الگ الگ کمروں میں مقیم تھے۔ جیمسن خالی ہاتھ تھا۔ یعنی دل بہلانے کو کلاسیکل لٹریچر پر مبنی کوئی کتاب پاس نہیں تھی اس لئے جزیرے میں کسی لائبریری کی تلاش شروع کر دی۔

پوچھ گچھ کرتا ہی پھر رہا تھا کہ ایک شناساسی شکل دکھائی دی۔ کہیں دیکھا تھا۔ لیکن یاد نہ آ سکا کہ کب اور کہاں سامنا ہوا تھا۔ اُس نے جیمسن کو بتایا کہ وہ ایک بڑے آدمی سے واقف ہے، جو اپنی لائبریری باہر کے شائقین کے لئے بھی کھلی رکھتا ہے۔

اس کے بعد اُس نے جیمسن کو موٹر سائیکل پر بٹھایا تھا اور ایک طرف روانہ ہو گیا تھا۔ گاڑی بہت زیادہ شور مچا رہی تھی اور جیمسن چیخ چیخ کر گفتگو کرنے کے موڈ میں نہیں تھا ورنہ اپنے اس

”وہ تو ٹھیک ہے لیکن مارک ایولن کا قرب میں پسند نہیں کرتی!“

”تم ڈرتی کیوں ہو.....! میں تم سے دور تو نہیں رہوں گا۔ مارک کی ہڈیاں توڑ دوں گا اگر اس

نے تمہارے سلسلے میں کوئی غلط قدم اٹھایا!“

”میرا دل نہیں چاہتا.....!“ وہ منتنائی۔

”دیکھو..... جب تک ان کا قلع قمع نہیں ہو جاتا تم آزادی کا سانس نہیں لے سکو گی!“

”تمہاری مرضی..... ویسے میں مارک جیسے لوگوں کے قرب کی نسبت پھانسی کا پھندا ہی پسند

کروں گی!“

دفعۃً کسی نے دروازے پر دستک دی..... دونوں خاموش ہو گئے اور عمران نے آگے بڑھ کر

دروازہ کھولا۔

کمرے میں داخل ہونے والا خود مارک ایولن تھا۔ لوسی بوکھلا کر کئی قدم پیچھے ہٹ گئی۔

”یہ بہت اچھا ہوا کہ تم یہاں چلی آئیں۔!“ مارک آہستہ سے بولا۔ لوسی صرف ایک ہی بار

اس سے نظر ملا سکی تھی۔ ہونٹوں پر زبان پھیر کر اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن ناکام رہی۔

”کیا تم اس آدمی کو اچھی طرح جانتی ہو؟“ دفعۃً مارک نے عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر پوچھا۔

”مجھ سے زیادہ فلف جانتا تھا.....!“ لوسی نے مغموں لہجے میں کہا۔

”تم نے اسے فلف کے ساتھ کب دیکھا تھا.....؟“

”ارے یہی تو مجھے ان لوگوں کے پنے سے نکال لایا تھا..... فلف نے غلطی کی تھی کہ اسے

باہر ہی چھوڑ دیا ورنہ حالات دوسرے ہوتے!“

مارک تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”اچھی بات ہے..... فی الحال تم دونوں یہیں

مقیم رہو..... کل گیارہ بجے تک مطلع کر دیا جائے گا کہ اب تمہیں کیا کرنا ہے!“

”جیسا آپ فرمائیں جناب.....!“ عمران نے کہا۔

مارک ایولن اس دوران میں لوسی کو بھوکے نظروں سے دیکھتا رہا تھا۔ واپسی کے لئے مڑنے

سے پہلے اس نے لوسی کی طرف مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے پوچھا۔ ”اس آدمی نے

تمہارے ساتھ کوئی بد سلوکی تو نہیں کی!“

”کیوں؟ کیسی بد سلوکی؟“ لوسی نے ناگواری سے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکالتے ہوئے

ہمدرد کو کلاسیکی ادب پر ضرور بور کر تا۔ کچھ دیر بعد گاڑی ایک قلعہ نما عمارت میں داخل ہوئی تھی اور وہ آدمی اسے ایک کمرے میں بٹھا کر چڑھایا تھا۔

جیمسن دل ہی دل میں خوش ہوتا رہا کہ شاید وہ اس بڑے آدمی سے اس خوش ذوق آدمی کا تعارف بھی کرنا چاہتا ہے لیکن اس وقت اس کی آنکھوں میں تارے ناچ گئے جب اس نے اپنے سامنے بلڈاگ قسم کے سفید قام غیر ملکی کو کھڑے دیکھا۔

اُسے ساتھ لانے والا قریب ہی کھڑا کہہ رہا تھا۔ ”مجھے یقین ہے جناب کہ یہ جیمسن ہی ہے۔“ جیمسن نے اس کے ہاتھ میں ریو اور بھی دیکھا جس کا رخ سی کی طرف تھا۔

”کیا مطلب؟“ جیمسن بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

”تمہارا نام جیمسن ہے....؟“ غیر ملکی غرایا۔

”نہیں تو.... میں تو مرزا بشارت اللہ بیگ ہوں۔!“

”یہ جھوٹا ہے۔ اس نے ڈاڑھی مونچھ صاف کر دی ہیں اور بس یہ سو فیصد جیمسن ہے جناب۔!“

”اگر تمہیں یقین ہے تو اسے باندھ کر اذیت دو.... عمران کا پتا پوچھو....!“

”یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے....! جیمسن نے کرسی سے اٹھنے کی کوشش کی۔ اچانک اُسے

یاد آگیا تھا کہ اُس نے اس آدمی کو کہاں دیکھا تھا۔ وہ انکھم کے ملازمین میں سے تھا۔

”بیٹھ جاؤ....!“ اس آدمی نے ریو اور کو جنش دے کر سرد لہجے میں کہا۔

”بیٹھا جاتا ہوں لیکن میں کسی جیمسن کو نہیں جانتا۔!“

”ڈاکٹر انکھم کو جانتے ہو....؟“ سفید قام آدمی نے نرم لہجے میں پوچھا۔

”نہیں.... یہ نام بھی میرے لئے نیا ہے۔!“

”بند ہو دو....!“ سفید قام نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔

ریو اور والے نے کچھ لوگوں کو نام لے کر پکارا اور چار آدمی کمرے میں داخل ہوئے۔

”صاحب نے اسے باندھنے کو کہا ہے۔!“ اس نے اُن سے کہا اور وہ جیمسن پر ٹوٹ پڑے۔

”ڈرائی سی دیر میں اُسے بے بس کر دیا گیا۔ اس کے بعد اسے جلد ہی معلوم ہو گیا تھا کہ وہاں

”باندھنے“ کا کیا مطلب تھا۔

اس کی دونوں ٹانگیں، چیر کر الگ الگ ستونوں سے باندھ دی گئی تھیں۔ یہی حشر دونوں

ہاتھوں کا ہوا تھا اور اب وہ ضرب کی علامت بنا کھڑا نریری طرح کر رہا تھا۔

تکلیف بڑھتی رہی.... بہت ہی خون خوار قسم کے دو آدمی برابر اُس سے عمران اور ظفر سے متعلق استفسار کئے جا رہے تھے اس نے سختی سے ہونٹ بھیج کر کراہنا بھی ترک کر دیا تھا کہ کہیں کراہتے وقت کچھ ایسے الفاظ زبان سے نہ نکل جائیں جن سے ظفر کی نشان دہی ہو جائے۔



عمران نے پکسیز میں منتقل ہوتے وقت صفدر کو مطلع کر دیا تھا اور ہدایت کر دی تھی کہ وہ لوگ بھی وہیں آجائیں۔

پکسیز میں پہنچ کر عمران نے مارک ایولن سے فون پر رابطہ قائم کر کے اسے بھی اس تبدیلی سے مطلع کرتے ہوئے کہا۔ ”میں نے احتیاطاً رہائش تبدیل کی ہے۔!“

”اوہ.... اچھا کیا.... اُسے چھوڑو لوسی کو ساتھ لے کر فوراً یہاں پہنچو....!“

”کوئی خاص بات....!“

”بہت زیادہ.... فون پر اس سلسلے میں گفتگو نہیں کر سکتا.... فوراً آ جاؤ....!“

عمران نے ریسیور رکھ کر لوسی کو اس سے مطلع کیا۔

”مم.... میں.... اس کے گھر نہیں جاؤں گی۔!“ وہ خوف زدہ لہجے میں بولی۔

”میں ساتھ رہوں گا.... کیوں فکر کرتی ہو....!“

”نن.... نہیں....!“

”تم عورتیں کبھی میری سمجھ میں نہ آ سکو گی....!“ عمران نے مایوسی سے کہا۔

”اس میں عورتوں کی کیا بات ہے....؟“

”عشق جیسی خوف ناک حرکت کر بیٹھو گی لیکن ڈرامٹک روم میں چوہا دیکھ کر اس طرح

چھین مارو گی جیسے وہ تمہارے محبوب سے بھی زیادہ بے یارک ہو۔!“

”تم بے تکلی باتیں کیوں کرنے لگتے ہو....!“

”اسی کی روٹیاں کھا رہا ہوں.... بہر حال تیار ہو جاؤ.... تمہیں چلنا چاہئے۔!“

لوسی رو پڑی تھی لیکن اُسے تیار ہونا ہی پڑا.... اس بار عمران کو ٹیکسی نہیں تلاش کرنی پڑی

تھی کیونکہ مارک ایولن کی عطا کردہ گاڑی موجود تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ مارک ایولن کی رہائش گاہ میں داخل ہو رہے تھے۔

مارک سے سامنا ہوا تو چھوٹے ہی پوچھ بیٹھا۔ ”فلینیز سے پکسیر کیوں چلے گئے تھے....؟“
”میرا خیال ہے کہ میں نے وہاں کچھ مشتبہ آدمیوں کو دیکھا تھا.... وہ میرے کمرے کی نگرانی کر رہے تھے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے.... مجھے ایسے آدمی پسند ہیں.... ہاں میں نے تم دونوں کو اس لئے بلایا ہے کہ تم دونوں نے ظفر اور جیمسن کو دیکھا ہے۔ انہیں پہچان سکو گے۔“

”یقیناً....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”اچھا تو میرے ساتھ آؤ....!“

وہ انہیں اس جگہ لایا جہاں ایک آدمی ضرب کی علامت بنا کھڑا تھا اس کی آنکھیں بند تھیں شاید بیہوش ہو گیا تھا۔

”اسے پہچانو....!“ مارک ان کی طرف مڑ کر بولا۔

”میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا....!“ عمران آہستہ سے بولا۔

”تم نے....!“ مارک نے لوسی سے پوچھا۔

اس نے سر کو منحنی جنبش دی۔

”اس نکتہ نظر سے دیکھو کہ پہلے اس کے چہرے پر ڈانڈھی تھی اور سر کے بال پیوں کے سے تھے۔“

وہ دونوں خاموش کھڑے اُسے گھورتے رہے.... دفعتاً اس کے حلق سے کراہ نکلی.... لیکن آنکھیں بدستور بند رہیں.... پوٹے حرکت کر رہے تھے۔

”کیا یہ جیمسن نہیں ہے....؟“ مارک ایولن نے پوچھا۔

”میں نے تو ہمیشہ دور ہی سے اُن دونوں کو دیکھا تھا۔“ عمران بولا۔ ”میں لوسی بہتر طور پر بتا سکیں گی۔“

”میری توجہ صرف ظفر پر مرکوز رہی تھی۔“ لوسی نے کہا۔

”خود یہ کیا کہتا ہے....؟“ عمران نے پوچھا۔

”مرزا بشارت اللہ بیگ....!“

”سوال تو یہ ہے کہ یہ پکڑا کیسے گیا....؟“

”میرے ایک آدمی نے پکڑا ہے۔“

”اگر یہ جیمسن ہوتا تو اتنی اذیت برداشت نہ کر سکتا۔ اپنے جیمسن ہونے کا اعتراف کر لیتا۔“

”میرا بھی یہی خیال ہے لیکن اب اسے چھوڑا نہیں جاسکتا۔“

”پھر اس کا کیا کریں گے جناب....؟“

”مارک کہیں دفن کر دیں گے۔“

”میرے خیال سے یہ مناسب نہ ہوگا۔“

”کیوں....؟“

”خواہ مخواہ کسی بے گناہ کو مارنے سے کیا فائدہ....!“

”میں نے تم سے مشورہ طلب نہیں کیا....!“ مارک غرایا۔

”بہت بہتر جناب.... معافی چاہتا ہوں.... اب اجازت دیجئے۔“

”اب تم دونوں کو یہیں رہنا ہوگا اور تم ہی اسے قتل کر کے دفن کرو گے۔“

”جیسی ہاس کی مرضی....!“

”نہیں....!“ لوسی دیوانوں کے سے انداز میں عمران کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتی ہوئی چیختی۔ ”تم

ایسی کوئی غیر انسانی حرکت نہیں کرو گے۔“

مارک ایولن ایک زوردار قہقہہ لگا کر بولا۔ ”میرے دوست فلپ کو مارڈالنا خالص انسانی فعل تھا۔“

”میں نے ظفر پر فائر کیا تھا....!“

”ظفر مر تا تب بھی وہ فعل غیر انسانی ہی ہوتا۔“ مارک ایولن غرایا۔

لوسی تھوک نکل کر رہ گئی۔

”بیکار کی بحث....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”تم یہ کیوں بھول جاتی ہو کہ پولیس تمہاری

تلاش میں ہے۔“

لوسی کچھ نہ بولی.... اس کا چہرہ زرد ہو گیا تھا اور پورے جسم میں تھر تھری پڑ گئی تھی۔

مارک ایولن کچھ سوچ رہا تھا.... چھوٹی چھوٹی آنکھیں بھینچی ہوئی تھیں اور پیشانی پر سلوٹیں

پڑ گئی تھی۔ دفعتاً اس نے کہا ”ظہر و....! اگر یہ جیمن ہے تو اس کے فرشتوں کو بھی اعتراف کرنا پڑے گا۔!“

وہ انہیں وہیں چھوڑ کر چلا گیا.... لوسی عمران سے لگی کھڑی کسی سہمے ہوئے بچے کی طرح کانپ رہی تھی۔

”ڈرو نہیں....!“ عمران ہنس کر بولا۔

”تم کیا واقعی اس کو قتل کر دو گے....؟“

”میرے موڈ پر منحصر ہے تم اس پکڑ میں نہ پڑو....!“

”خدا کے لئے مجھے یہاں سے نکال لے چلو....!“

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ مارک واپس آ گیا.... اس کے ہونٹوں پر سفاک سی مسکراہٹ تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس دشواری کا حل اس کے ہاتھ آ گیا ہو۔

”ہمارے لئے کچھ بھی ناممکن نہیں....!“ اُس نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔

”بہت پہلے میں اس سے سب کچھ معلوم کر لیتا لیکن کنفیشر کے کاربن سلنڈرز ضائع ہو گئے تھے اب وہ فراہم کر لئے گئے ہیں.... تم ابھی دیکھو گے....!“

عمران کچھ نہ بولا.... وہ جیمن کی طرف دیکھنے لگا تھا اُس نے اسے پہچان لیا تھا جیمن کے علاوہ کوئی نہیں ہو سکتا۔

تھوڑی دیر بعد ایک آدمی ایک ٹرائی دھکیلتا ہوا وہاں لایا جس پر فلم پروجیکٹر قسم کی کوئی چیز رکھی ہوئی تھی۔ اس کا پلگ سوچ بورڈ کے ایک ساکٹ میں لگا دیا گیا۔

اب مارک ٹرائی کے قریب کھڑا تھا۔ دفعتاً پروجیکٹر نما مشین سے نکلنے والی روشنی جیمن کے چہرے پر پڑی اور اس نے اس طرح چونک کر آنکھیں کھول دیں جیسے اب تک محض غنودگی کی حالت میں رہا ہو۔ مارک نے ہاتھ بڑھا کر مشین کے دوسرے بٹن پر انگلی رکھ دی جیمن کے چہرے پر پڑنے والی روشنی کئی گنا زیادہ تیز ہو گئی۔ جیمن چیختے لگا۔

”اپنا نام بتاؤ....!“ مارک دہاڑا۔

”جمن....!“ وہ چیخا۔

”تم ظفر الملک کے ساتھی ہو....؟“

”ہاں میں اُن کا ملازم ہوں....!“ جواب ایک طویل چیخ کی صورت میں ملا۔

”وہ اس وقت کہاں ہے....؟“

”فلینڈرز کے کمرہ نمبر سات میں....؟“

”عمران کہاں ہے....؟“

”میں نہیں جانتا....!“

”تم نے اپنا حلیہ کیوں بدل لیا ہے....؟“

”پولیس اور ڈاکٹر انکھم کے آدمی ہماری تلاش میں تھے۔!“

”اب ظفر کا کیا حلیہ ہے....؟“

”ڈاڑھی مونچھوں اور بڑے بالوں میں....!“

مارک نے مشین کا سوئچ آف کر دیا.... روشنی غائب ہوتے ہی جیمن کی گردن پھر ڈھلک گئی.... وہ پہلے ہی کی طرح بیہوش تھا۔

”تم نے دیکھا....؟“ مارک عمران کی طرف مڑ کر بولا۔

ٹرائی واپس لے جانی جا رہی تھی.... مارک نے اس آدمی سے کہا۔ ”انہیں بھیج دو جو اسے کھولیں گے۔!“

لوسی خوف زدہ نظروں سے عمران کی طرف دیکھ رہی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب وہ بھی بیہوش ہو کر گر پڑے گی۔

”میرے ساتھ آؤ....!“ مارک نے اُن سے کہا اور آگے بڑھ گیا دونوں اس کے پیچھے چل رہے تھے۔ وہ انہیں ایک کمرے میں لایا۔

”تو پھر مجھے کس وقت اس کا خاتمہ کرنا ہے جناب....؟“ عمران نے بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

”بیٹھ جاؤ....!“ مارک نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

دونوں نے چپ چاپ تعمیل کی۔

”اب ظفر کو بھی ہاتھ آ جانے دو....!“ مارک آہستہ سے بولا۔ ”اُسے تلاش کرنے کی ذمہ داری اب تم دونوں پر ڈالتا ہوں.... فی الحال میرے پاس ذہین آدمیوں کی کمی ہے.... میرا خیال

ہے کہ عمران بھی جزیرے میں موجود ہے۔“

”یہ کیسے کہا جاسکتا ہے....؟“ عمران نے سوال کیا۔

اس پر مارک نے اُسے اپنی جیب غائب ہو جانے کی کہانی سناتے ہوئے کہا۔ ”اس کے ساتھ کوئی عورت بھی تھی۔“

ٹھیک اسی وقت دو آدمی کمرے میں داخل ہوئے اور دروازے کے قریب ہی رک گئے۔

”دیکھو....!“ مارک نے انہیں مخاطب کر کے کہا۔ ”یہی دونوں تو نہیں تھے....؟“

”نہیں جناب....!“ ایک نے جواب دیا ”لیکن اس آدمی کو میں نے فلمیں میں دیکھا تھا۔“

”اور اسے....؟“ مارک نے لوسی کی طرف اشارہ کیا۔

”یہ اس کے ساتھ نہیں تھی۔“

”باتھ روم میں تھی.... مسٹر ایولن....!“ عمران بول پڑا۔ ”غالباً آپ میرا مطلب سمجھ گئے ہوں گے۔“

”بس جاؤ....!“ مارک ہاتھ ہٹا کر بولا اور وہ دونوں چلے گئے۔

اُن کے جاتے ہی عمران بھی اٹھا تھا اور دروازہ بولٹ کرتا ہوا بولا۔ ”پھر کوئی آجائے گا اور ہم گفتگو نہ کر سکیں گے۔“

”کیسی گفتگو....؟“ مارک اٹھتا ہوا غرایا۔

”اس کے مستقبل کے بارے میں....!“ عمران نے لوسی کی طرف اشارہ کیا۔

”کیا مطلب....؟“

”اس نے خواہ مخواہ اپنی اچھی بھلی زندگی برباد کی ہے۔“

”تم کیا کہنا چاہتے ہو....؟“

”مسٹر فلپ نے دوسروں کو بڑی بڑی رقیں دی تھیں اور اس بچاری سے محض دوستی میں

کام نکالا تھا۔“

”ہوں.... تو تم مجھ سے رقم وصول کرنا چاہتے ہو....! مجھ سے مارک ایولن سے۔“ مارک

کے لہجے میں سفاکی تھی۔

”صرف یہی نہیں بلکہ مجھے ڈاکٹر انکھم کا پتہ بھی چاہئے۔“

”تم ڈاکٹر انکھم کو کیا جانو....؟“

”مسٹر فلپ....!“

”بکو اس.... فلپ تم کالے سوروں پر اس حد تک اعتماد نہیں کر سکتا۔“

”جتنی گالیاں دل چاہے دے لو لیکن لوسی کو کم از کم پچاس ہزار تمہیں دینے ہی پڑیں گے۔“

دفعتاً مارک ایولن نے ریو اور نکال لیا اور عمران سے بولا۔ ”دروازے کا بولٹ گراؤ اور ہاتھ

اوپر اٹھائے ہوئے باہر نکل چلو....!“

”کیوں مذاق کر رہے ہو....!“ عمران ہنس پڑا۔

”ہاتھ اوپر اٹھاؤ....!“ مارک دہاڑا۔

”حلق میں خراش آجائے گی پیارے.... اس طرح نہ چیخو....! ویسے میں اچھی طرح جانتا

ہوں کہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے.... کسی قسم کی بھی آواز باہر نہ جائے گی.... تم فائر کر کے دیکھ لو۔“

”یہ کیا کر رہے ہو.... تت.... تم....؟“ لوسی روہانسی آواز میں چیچی۔

”تمہارے لئے مسٹر مارک ایولن سے پچاس ہزار ضرور وصول کروں گا۔“

”مجھے کچھ نہ چاہئے....!“ وہ ہڈیانی انداز میں چیچی۔ ”مجھے جانے دو....!“

مارک غصے سے پاگل ہوا جا رہا تھا.... اس نے عمران پر فائر جھونک مارا۔ لوسی پھر چیچی....

عمران اچھل کر دور جاگرا تھا۔

مارک نے قہقہہ لگایا جس پر خوشی سے زیادہ جھلاہٹ کا عنصر غالب تھا۔

”مم.... مجھے جانے دو....!“

”تم اب مجھے اس سازش کے بارے میں بتاؤ گی.... فلپ کا خون میں نے معاف کر دیا تھا۔“

لوسی نے عمران کی طرف دیکھا.... جو فرش پر بے حس و حرکت اوندھا پڑا تھا۔

”ادھر مت دیکھو.... وہ جہنم رسید ہو چکا ہے۔“

”مم.... میں کچھ نہیں جانتی کہ اس نے ایسا کیوں کیا....؟“

”اس کو تم نے فلپ کے ساتھ دیکھا تھا....؟“

”ہاں.... آں.... میں نے دیکھا تھا ورنہ اس پر اعتماد کیسے کر لیتی....!“

”اُس نے پچاس ہزار کی بات کیوں کی تھی....؟“

”میں کچھ نہیں جانتی۔!“

”پروفیسر انکھم کے بارے میں کیا جانتی ہو.....؟“

”کچھ بھی نہیں..... میرے لئے یہ نام بالکل نیا ہے۔!“

”اگر زندہ رہنا چاہتی ہو تو اب اس عمارت سے نکلنے کا تصور بھی نہ کرنا چلو..... باہر چلو.....!“ مارک نے کہا اس بار اس کا لہجہ نرم تھا۔

”مجھے تنہا چھوڑ دو گے.....!“ دفعتاً پشت سے عمران کی آواز آئی..... پھر جتنی دیر میں مارک اس کی طرف مڑا عمران نے اس پر چھلانگ لگادی۔ لوسی بوکھلا کر دیوار سے جا لگی۔

مارک توقع سے کہیں زیادہ ثابت ہوا..... اُس نے عمران کو پرے جھٹک دیا تھا..... ایک بار پھر اس کا ریوالتور نکل آیا..... صرف نکل نہیں آیا بلکہ پے درپے پانچ گولیاں بھی اگل دیں۔

عمران بڑے اطمینان سے سنگ آرٹ کا مظاہرہ کرتا رہا..... گولیاں دیوار پر لگ کر اچٹ رہی تھیں..... ایک اچٹی ہوئی گولی مارک کی پیشانی پر بھی لگی مگر اس میں اتنی قوت باقی تھی کہ وہ پیشانی کی کھال پھاڑ دیتی۔

جھلاہٹ میں اُس نے خالی ریوالتور عمران پر پھینک مارا لیکن وہ بھی دیوار ہی سے ٹکرا کر فرش پر گر ا تھا۔ اس بار مارک نے عمران پر چھلانگ لگائی تھی اور اوندھے منہ فرش پر آیا تھا۔ دیوار سے اچٹ کر نکلنے والی گولی پہلے ہی اس کا چہرہ لہو لہان کر چکی تھی۔

عمران اب اس کی پشت پر سوار نظر آیا..... گردن میں قینچی ڈال دی تھی..... اور بار بار اس کا سر فرش پر مار رہا تھا۔ مارک کسی زخمی پھینسے کی طرح ڈکراتا رہا۔

”بولو..... دیتے ہو..... بچا اس ہزار یا نہیں.....!“ عمران نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں پوچھا۔

”مجھے..... چھوڑو..... میرا خون ضائع ہو رہا ہے.....!“ مارک بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

عمران اُسے چھوڑ کر اٹھ گیا..... مارک نے خود سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا..... عمران نے اُسے سہارا دے کر اٹھایا اور ایک صوفے پر ڈال دیا۔ مارک بُری طرح ہانپ رہا تھا..... پیشانی سے بہنے والا خون ابھی تک نہیں تھا تھا۔

عمران اس پر جھک کر رومال سے خون خشک کر کے زخم کی نوعیت کا اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا۔ لوسی بھی پاس آکھڑی ہوئی تھی..... لیکن اُس کی توجہ کامرکز مارک کی بجائے عمران

نا۔ ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے وہ دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہو.....!

”زخم معمولی ہے.....!“ عمران بڑے ہمدردانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ ”ظہر دس پل بھر میں خون بند کئے دیتا ہوں..... چند چٹکے ہر وقت جیب میں ڈالے رہتا ہوں کیونکہ اپنی ٹوٹ پھوٹ کا مددشہ بھی تو ہر دم لگا رہتا ہے۔!“

اس نے جیب سے ایک چھوٹی سی ٹکیہ نکالی اور اُسے چٹکیوں میں دبا کر ہر طرف سے کھپائی کرنے لگا۔ وہ بڑی طرح کھینچ کر اپنا قطر بڑھا رہی تھی روپے کے برابر گولائی میں لا کر عمران نے سے مارک کے زخم پر چپکا دیا اور کسی درد مند باپ کی طرح اس کا شانہ تھپک کر بولا۔ ”بس اب خون بند سمجھو.....!“

”تم آخر ہو کون.....؟“ مارک نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”ڈھمپ.....! اب بھی تمہارا ہی ملازم ہوں..... یہ تو میں نے صرف نمونہ دکھایا تھا کہ اگر بالگوں سے اختلاف رائے ہو جائے تو کس طرح پیش آتا ہوں۔!“

”بہت زیادہ لاف و گزاف نہ کرو.....!“ مارک اٹھ بیٹھا اور چند لمحے عمران کو گھورتے رہنے کے بعد بولا۔ ”خون میری کمزوری ہے اس کے لئے زندگی بھر میں اپنی ماں کو بُرا بھلا کہتا رہوں گا۔ بچپن میں میرے جسم سے خون نکلتے دیکھ کر اس بُری طرح بدحواس ہو کر چیختے لگتی تھی جیسے ہسٹریا کا دورہ پڑ گیا ہو..... میں شریہ تھا آئے دن چوٹیں کھاتا رہتا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کے ہسٹریائی دورے میرے اعصاب پر بھی اثر انداز ہوتے رہے..... اور اب یہ عالم ہے کہ.....!“ وہ خاموش ہو کر پھر عمران کو گھورتے لگا۔

”ہوں..... اوں..... میں سمجھ گیا.....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”مگر اب بھی تمہیں احساس ہو جائے کہ تمہارے جسم کے کسی حصے سے خون نکل رہا ہے تو تمہارے اعصاب معطل ہو کر رہ جائیں گے۔!“

”ہاں..... یہی بات ہے..... اور میں اپنی اس کمزوری سے نفرت کرتا ہوں..... شدید نفرت! اگر گولی اچٹ کر میری پیشانی پر نہ لگی ہوتی تو تمہیں پس ڈالتا تم جیسے چار بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔!“

عمران ہنس کر بولا۔ ”اور میرا یہ عالم ہے کہ کبھی غصہ نہیں آتا لیکن اگر آجائے تو گولیاں

اس کے پیٹ پر پڑی اور وہ صوفے سمیت دوسری طرف الٹ گیا۔

”خدا کے لئے نکلویہاں سے.....!“ لوسی پھر منتنائی لیکن عمران اُس کی طرف توجہ دیئے بغیر مارک پر ٹوٹ پڑا اور دوبارہ اٹھنے کا موقع دیئے بغیر اپنی ٹائی سے اُس کے دونوں ہاتھ پشت پر باندھ دیئے۔ مارک برابر دھاڑے جا رہا تھا اور عمران کی طرف سے یہ دھمکی بھی بار بار دہرائی جاتی رہی تھی کہ کسی دوسری جگہ ضرب لگا کر خون نکال دے گا۔

ہاتھ باندھ چکنے کے بعد تار کے ٹکڑوں سے پیر بھی باندھے جو وہیں ایک الماری میں پڑے مل گئے تھے پھر دفعتاً عمران نے اس کی دونوں کپٹیاں دہانی شروع کیں اور مارک چیختے چیختے خاموش ہو گیا..... اس کے بعد عمران نے لوسی کے قریب آکر کہا۔

”تم یہیں ٹھہرو..... میں ابھی آیا۔!“

”اگر کوئی آگیا تو کیا ہو گا۔!“

”کوئی بھی نہیں آسکتا..... باہر سوئچ بورڈ پر سرخ رنگ کا ایک بلب روشن کر دوں گا جس کا مطلب یہ ہو گا کہ مارک کمرے میں موجود ہے اور طلب کئے جانے پر ہی کوئی دوسرا شخص کمرے میں داخل ہو سکے گا۔“

”تم یہ سب کیا جانو.....؟“

”یہاں پہلے بھی میرا قیام رہا ہے..... آخر مسٹر مارک ایولن میرے باس بھی تو ہیں۔!“ وہ بائیں آنکھ دبا کر بولا۔

”مم..... میں تمہیں اتنا بڑا فتنہ نہیں سمجھتی تھی۔!“

”بس باتیں..... ختم..... میں جا رہا ہوں..... وہ تدبیر کر دی ہے کہ آدھے گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آسکے گا..... چپ چاپ بیٹھی رہنا..... ہاتھ پیر باندھ دیئے ہیں..... ہوش میں آنے کے بعد بھی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔!“

لوسی نے طویل سانس لے کر سر کو مصالحتی جنبش دی اور عمران نے کمرے سے نکل کر دروازہ بند کر دیا۔ سوئچ بورڈ پر سرخ بلب پہلے ہی سے روشن تھا۔

اب اُسے جیمسن اور اُس مشین کی تلاش تھی جو اُس پر آزمائی گئی تھی۔

جیمسن ایک کمرے میں بیٹھا مل گیا..... اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور چہرہ

بھی مجھ سے کترا کر نکل جاتی ہیں۔!“

”تم کوئی غیبت روح ہو.....!“

”معاذ کی بات کرو..... باس.....!“

”باس.....!“ مارک طنزیہ لہجے میں بولا۔ ”کیا تم سمجھتے ہو کہ اب بھی تمہارے فریب میں

آ جاؤں گا۔“

”اس میں فریب کی کیا بات ہے باس.....؟“

”تم نے ڈاکٹر انکم کا نام کیوں لیا تھا.....!“

”نام نہیں لیا تھا بلکہ اس کا پتہ پوچھ رہا تھا۔!“

”کیوں.....؟“

”پچاس ہزار اس سے اپنے لئے وصول کروں گا۔ اس نے مجھے خواہ مخواہ بہت پریشان کیا ہے۔!“

”تم کون ہو.....؟“ مارک نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن عمران ہاتھ اٹھا کر بولا ”چپ چاپ

بیٹھے رہو..... ورنہ کسی دوسری جگہ سے خون نکل پڑے گا اور تمہاری آنجہانی والدہ محترمہ کو سلواتیں سننی پڑیں گی۔!“

”تم یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جاسکو گے۔!“

”تمہیں ختم کئے بغیر کمرے سے باہر نہیں نکلوں گا۔ مطمئن رہو۔ میں جانتا ہوں کہ یہاں کے

کمرے کس انداز میں ساؤنڈ پروف کئے گئے ہیں۔ توپ بھی چل جائے تو باہر آواز نہیں جائے گی۔!“

مارک کچھ نہ بولا۔ لوسی عمران کے شانے پر لگی کھڑی سسک رہی تھی۔

”نکل چلو..... یہاں سے نکل چلو..... اگر اسے باہر نکلنے کا موقع مل گیا تو پھر ناممکن ہو گا۔!“

”تم خاموشی سے ادھر بیٹھو.....!“ عمران اُسے الگ ہٹاتا ہوا بولا۔

”مجھے پچاس ہزار نہ چاہئے۔!“

”اب تو میری زبان سے نکل گیا ہے..... ہو کر رہے گا..... جاؤ ادھر بیٹھو.....!“

”مم..... میرے پاس کیش نہیں ہے.....!“ مارک غرایا۔

”تو پھر میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔!“

”کیا بکواس ہے.....؟“ مارک اچھل کر کھڑا ہو گیا لیکن دوسرے ہی لمحے میں عمران کی لات

ویران ویران تھا۔ ایک مسلح آدمی کمرے کے دروازے پر کھڑا تھا۔

عمران نے اس سے کہا کہ وہ جیمسن کو مارک کے پاس لے جائے گا۔ عمران کو وہ پہلے ہی مارک کے ساتھ دیکھ چکا تھا لہذا اس نے جیمسن کو اس کے حوالے کر دیا۔

”کنفیشر بھی چاہئے... میں ہی لے جاؤں گا!“

”ناگرا انچارج ہے...!“

”تم جا کر اس سے کہو... یہاں پہنچاؤ۔!“

مسلح آدمی انہیں وہیں چھوڑ کر چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد اس آدمی کے ساتھ واپس آیا جو کچھ دیر پہلے جیمسن کے لئے مشین لایا تھا... مشین ساتھ تھی۔ عمران نے ٹرائی سنبھالی اور جیمسن کو آگے آگے چلنے کا حکم دیا۔

کمرے کے سامنے پہنچ کر مڑا... راہداری سنسان پڑی تھی... کوئی اس کے پیچھے نہیں آیا تھا۔ جیمسن سمیت کمرے میں داخل ہوا... مارک بدستور بیہوش تھا... جیمسن نے اسے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا اور پھر عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

”کیا تمہیں یاد ہے کہ تم نے اپنے جیمسن ہونے کا اعتراف کر لیا تھا!“ عمران نے اس سے پوچھا۔

جیمسن کھانس کر بولا۔ ”جناب عالی کتنی باتوں میں مرزا بشارت اللہ بیک ہوں۔!“

”تم یہ بھی بتا چکے ہو کہ ظفر الملک فلیٹیر میں مقیم ہے۔!“

”نن... نہیں...!“ جیمسن بوکھلا کر بولا۔

عمران اسے لوسی سے دور لے جا کر آہستہ سے بولا۔ ”یہ جاننا بے حد ضروری ہے کہ تمہیں

یاد ہے کہ نہیں۔!“

”حت... تم کون ہو...؟“

”بقراط...!“ عمران نے آواز بدلے بغیر کہا اور جیمسن متحیرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑ کر

اچھل پڑا۔ اور پھر اس نے پاگلوں کے سے انداز میں ٹوٹ ناچنا شروع کر دیا تھا۔

”جان سے مار دوں گا... ہوش میں آ جا...!“ عمران اس کی گردن پکڑ کر بولا۔

”یس سر... یس سر... جی نہیں مجھے قطعی یاد نہیں کہ میں نے اعتراف کیا ہو۔!“

”ٹھیک ہے... اب آؤ... مسٹر مارک کو فرش سے اٹھانے میں میری مدد کرو۔!“

دونوں نے اُسے صوفے پر بٹھادیا اور پھر عمران ٹرائی پر رکھی ہوئی مشین کو اس کے سامنے لاکر اندازہ کرنے لگا کہ روشنی کا دائرہ چہرے ہی پر پڑے گا یا نہیں... پلگ کا تار خاصا بڑا تھا اس لئے اس جگہ سے بہ آسانی سوئچ بورڈ تک پہنچ گیا۔ مشین کو آپریٹ کرنے کا طریقہ اسی وقت ذہن نشین کر چکا تھا جب وہ جیمسن پر آزمائی لگی تھی۔

پہلا ٹین دبتے ہی جو روشنی خارج ہوئی تھی اس نے مارک ایولن کی آنکھیں کھول دی تھیں۔ دوسرا ٹین دبا تو اس نے چیخنا شروع کر دیا۔

”تمہاری پارٹی کا سربراہ کون ہے...؟“ عمران نے بلند آواز میں سوال کیا۔

”ڈاکٹر الٹھم...!“

”وہ کہاں روپوش ہے...؟“

”میں نہیں جانتا...!“

”نیلہا تم کہاں سے کنٹرول کیا جاتا ہے...؟“

”فی الحال کوئی مخصوص جگہ نہیں ہے۔!“

”کنٹرول کا دائرہ عمل کیا ہے...؟“

”ایک فرلانگ...!“

”کنٹرولنگ سسٹم بہ آسانی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہے...؟“

”ہاں... بہت آسانی سے۔!“

”اس وقت وہ کہاں ہے...؟“

”میں نہیں جانتا...!“

”وہ کس کے چارج میں ہے...؟“

”ڈاکٹر الٹھم کے...!“

”ایٹمی بجلی گھر میں تمہاری پارٹی کے کتنے آدمی موجود ہیں...؟“

”تین...!“

عمران نے جیب سے ڈائری اور پنسل نکالی اور ان تینوں کے نام اور پتے نوٹ کرنے کے لئے

پھر مارک ایولن بولتا رہا تھا اور پینل تیزی سے ڈائری کے صفحے پر چلتی رہی تھی۔!

”تمہاری مقامی تنظیم میں کل کتنے بڑے آدمی شامل ہیں....؟“

”اٹھارہ....!“

”ان کے نام اور پتے بتاؤ.... نمبر.... ایک....!“

اس کے بعد صرف مارک ہی کی آواز کمرے میں گونجتی رہی تھی اور عمران لکھتا رہا تھا۔

آٹھ ہی آدمیوں کے نام اور پتے لکھے جاسکے تھے کہ مارک کی زبان کی جنبش بے معنی ہو کر رہ گئی۔ عمران نے فوری طور پر مشین کا سوئچ آف کر دیا اور مارک کے چہرے پر پڑنے والی تیز روشنی غائب ہو گئی۔

مارک کسی زخمی جانور کی طرح چیخے جا رہا تھا.... وہ صرف چیخیں تھیں۔ الفاظ نہیں تھے پھر بدترج آواز نحیف ہوتی چلی گئی اور بالآخر وہ پھر سے بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔

”سب کچھ جو پٹ ہو گیا۔!“ عمران جیمسن کی طرف دیکھ کر بولا۔

”کیا مطلب....؟“

”اتنی دیر تک مسلسل اس کے چہرے پر روشنی نہ ڈالنی چاہئے تھی۔!“

”اب یہ سب کچھ ختم بھی کر دو.... ورنہ میرا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔!“ لوسی نے باقاعدہ

طور پر روتے ہوئے کہا۔

عمران نے ڈائری جیب میں رکھی اور لوسی سے بولا۔ ”مجھے افسوس ہے کہ اب میں اس سے

تمہارے لئے مبلغ پچاس ہزار وصول نہ کر سکوں گا۔!“

”خدا کے لئے یہاں سے نکلو....!“

”ہاں.... ہاں.... یقیناً....!“

مارک ایولن کے ملازمین عمران پر اس کی خصوصی عنایات دیکھ چکے تھے اور انہیں علم تھا کہ وہ لوسی سمیت کس کمرے میں موجود ہے۔ باہر سوئچ بورڈ پر سرخ بلب کا مطلب یہ تھا کہ ملازمین خلل اندازی سے باز ہیں۔

عمران نے لوسی کے ہاتھ بھی پشت پر باندھے اور ان دونوں کو کمرے سے نکال کر راہداری

میں کھڑا کر دیا۔

اس سے پہلے وہ بیہوش مارک ایولن کے ہاتھ پیر کھول چکا تھا اور اسے اس طرح صوفے پر لٹا دیا تھا جیسے خود ہی لیٹ کر سو گیا ہو۔

مارک کے ملازمین دیکھتے ہی رہ گئے تھے اور وہ ان دونوں کو ساتھ لئے باہر نکلا چلا آیا تھا۔

وہ گاڑی باہر موجود تھی.... جو عمران کو مارک نے اس کے استعمال کے لئے دی تھی....

دونوں کو پچھلی سیٹ پر بٹھا کر عمران نے اسٹیرنگ سنبھالا۔

کچھ دیر بعد وہ پکسیر میں تھے.... عمران نے ظفر کو تلاش کر کے جیمسن کو اس کے حوالے

کرتے ہوئے کہا۔ ”بس اب چلتے پھرتے نظر آؤ.... یہاں تمہاری موجودگی ضروری نہیں ہے۔!“

”مم.... مگر جائیں کہاں....؟ شہر میں کیپٹن فیاض....!“ ظفر جملہ پورا نہ کر سکا کیونکہ

عمران نے اس کا شانہ تھپک کر کہا ”سب ٹھیک ہو جائے گا میری واپسی تک سائیکو مینشن میں قیام

کرنا.... باہر نکلنے کی ضرورت نہیں۔!“

”لیکن اتنی رات گئے جائیں گے کیسے....؟“

”اچھا تو پھر ہوٹل کے کمرے ہی سے باہر نہ نکلتا۔!“

ظفر جیمسن کو اپنے ساتھ لیتا چلا گیا۔ عمران اپنے کمرے میں واپس آیا۔ لوسی اس کی منتظر تھی۔

”اب کیا ہو گا ڈھمپ....؟“ وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی.... ”تم پتا نہیں کیا کرتے پھر رہے ہو۔!“

”کچھ بھی نہیں ہوا....! لکھم ہی کا پتہ نہ معلوم ہو سکا....!“

”تم نے کچھ اور لوگوں کے نام اور پتے بھی تو لکھے تھے۔!“

”یگیارہ آدمیوں کے.... کل اٹھارہ ہیں جن میں لکھم اور مارک بھی شامل ہیں۔! مارک

ضائع ہو گیا....! لکھم کا پتا نہیں.... لہذا لکھم سمیت چھ آدمی پھر بھی باقی رہیں گے۔!“

”مم.... مارک.... ضائع کیوں ہو گیا....؟“

”بس غلطی ہو گئی.... اس روشنی کا استعمال اگر مسلسل اور طویل ہو جائے تو آدمی ہمیشہ کے

لئے ذہنی توازن ہی کھو بیٹھتا ہے.... بہر حال تھوڑی دیر بعد اس کی تصدیق کر لوں گا۔!“

”اب مارک کے آدمی ہماری تلاش اور شدت سے شروع کر دیں گے۔!“ لوسی نے کہا۔

”فکر نہ کرو....!“

”اور دوسری طرف پولیس ہے.....!“ لوسی ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

”پولیس کے فرشتوں کو علم نہیں کہ تم فلپ کے ساتھ تھیں!“

”کیا مطلب.....؟“

”میں نے ہوائی چھوڑ دی تھی.....! محض اس لئے کہ چپ چاپ میری اسکیوں کو عملی جامہ

پہنائی رہوں..... اول درجے کا بد معاش ہوں.....!“

”نہیں تم بد معاش نہیں ہو..... ہر گز نہیں.....!“

”دیکھو نا..... تمہیں دھوکے میں رکھا.....!“

”مجھے اس کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں کیونکہ تمہیں بد معاشوں کی تلاش تھی۔!“

”شکریہ.....! میں نہیں سمجھتا تھا کہ بات اتنی جلدی تمہاری سمجھ میں آجائے گی۔

بہر حال تمہیں صرف اتنے ہی دنوں تک چھپا رہنا پڑے گا جب تک انکھم اپنے پورے گردہ

سمیت ہاتھ نہیں آجاتا..... اس کے بعد تم قطعی آزاد ہوگی..... کوئی تمہاری طرف آنکھ

بھی نہ اٹھائے گا۔!“

”میں تمہاری شکر گزار ہوں..... سوچتی ہوں کہ عمران خود کیا چیز ہو گا جب کہ اس کے

معمولی کارکن ایسے ہیں۔!“

”سوچتی رہو.....!“ عمران اٹھتا ہوا بولا۔ اب وہ مارک ایولن کی خیریت معلوم کرنا چاہتا تھا

لیکن صبح تک اس کے بارے میں کچھ نہ معلوم ہو سکا دوسرے دن آٹھ بجے تک پورے جزیرے

میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ مارک دفعتاً پاگل ہو گیا ہے۔ اس نے اپنے ملازم کو جان سے مار دینے کی

کوشش کی تھی لیکن بالآخر اسے قابو میں کر کے بند کر دیا گیا ہے۔ بتانے والے نے عمران کو بتایا کہ

وہ بس چیختا رہتا ہے زبان سے الفاظ ادا نہیں کر پاتا۔

دوپہر تک وہ شہر پہنچ گئے اور ان گیارہ آدمیوں کی نگرانی شروع کر دی جن کی فہرست مارک

کے اعتراف کے مطابق تیار کی گئی تھی۔ عمران نہیں چاہتا تھا کہ انکھم پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے

انہیں گرفتار کیا جائے..... ویسے مارک کے پاگل ہو جانے کے بعد ان کے خلاف کوئی واضح ثبوت

پیش نہیں کیا جاسکتا تھا۔ مارک ہی ان کے جرائم کا شاہد تھا۔

سائیکو مینشن میں پہنچنے کے بعد عمران اپنی اصلی شکل میں نظر آنے لگا تھا۔

لوسی بار بار اسے حیرت سے دیکھتی۔ اول درجے کا احمق اور بے ضرر آدمی معلوم ہوتا تھا۔

”تمہاری اصلی شکل دیکھ کر سب کچھ خواب معلوم ہوتا ہے۔!“ لوسی نے اس سے کہا۔

”مجھے تو اپنی شکل ہی خواب معلوم ہوتی ہے۔!“

اس کے بعد وہ لوسی کے پاس نہیں ٹھہرا تھا۔

جولیا ٹافٹر واٹر تاک ہی میں تھی کہ وہ ٹلے تو لوسی سے مل بیٹھے۔

”تم سب لوگ بہت اچھے ہو..... میں بے حد شکر گزار ہوں.....!“ لوسی نے اس سے کہا۔

”لیکن میں نے ابھی تک اس شخص کو نہیں دیکھا جس کی وجہ سے ان حالات کا شکار ہوئی۔!“

”اوہ ہو..... ابھی کون تھا تمہارے پاس.....!“

”وہ تو ڈھمپ تھا.....!“

”اور پھر عمران کس جانور کو کہتے ہیں.....؟“

”نہیں.....!“ لوسی بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

جولیا ہنس پڑی..... پھر سنجیدگی اختیار کر کے بولی۔ ”وہ اسی طرح لوگوں کو بیوقوف بنا کر کام

لگاتا ہے۔!“

”لیکن وہ بُرا آدمی تو نہیں.....!“ لوسی جھنجھلا کر بولی۔

”آدمی ہو تو بُرا ابھی ہو سکتا ہے..... میں تو اس کو سرے سے آدمی ہی نہیں سمجھتی۔!“

”اس سے زیادہ گریٹ آدمی آج تک میری نظر سے نہیں گذرا۔!“

”بہت بدحواس معلوم ہوتی ہو۔!“

”شکریہ.....!“ لوسی بُرا سامنے بنا کر بولی۔ ”میں آرام کرنا چاہتی ہوں۔!“

”اب آرام کہاں تمہارے مقدر میں.....!“ جولیا نے کہا اور ہنستی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

لوسی کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔!

دوسری طرف عمران نے صفدر اور نعمانی کو دوبارہ جزیرہ موبار روانہ کر دیا۔ مقصد یہ تھا کہ

مارک ایولن پر نظر رکھی جائے..... اب یہ دیکھنا تھا کہ ایسی حالت میں اس کی خبر گیری کون کرتا

ہے۔ فی الحال ڈاکٹر انکھم تک پہنچنے کے لئے اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں تھی اس کے روشنی

میں آجانے والے ساتھیوں پر کڑی نظر رکھی جائے۔ ویسے مارک کے اعتراف کے بعد یہ بات

واضح ہو گئی تھی کہ الٹھم فی الحال کسی پر بھی اعتماد نہیں کر رہا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کم از کم مارک ایولن اس کے ٹھکانے سے ضرور واقف ہوتا۔

عمران سیریز نمبر 63

شہر پہنچ کر عمران کو یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ پچھلی رات ”دست قضا“ نے سزگوہن کے ایک ساتھی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اب ڈاکٹر داور تک پہنچنا بھی بے حد ضروری تھا۔ وہاں پہنچا تو ڈاکٹر داور تک رسائی ناممکن ہو گئی کیونکہ حکومت کے بعض ذمہ دار اس وقت ڈاکٹر کے پاس موجود تھے۔ عمران اسی میک اپ میں تھا جس میں پچھلی دوبار ڈاکٹر داور سے مل چکا تھا۔ انتظار گاہ میں قریباً دو گھنٹے بیٹھنا پڑا۔ اس کے بعد ڈاکٹر داور سے ملاقات ہو سکی۔ وہ عمران کو دیکھ کر تلخ لہجے میں بولے ”تم نے جس حربے کا ذکر کیا تھا اب تک نہیں پہنچا....؟“

”میں نے کسی دوسرے سے بھجوانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔“ عمران بولا۔ ”وہ اس وقت میرے پاس موجود ہے اگر یہاں کوئی ایسی چیز موجود ہو جس کے ضائع ہو جانے سے آپ کا کوئی نقصان نہ ہو تو میں اس کا مظاہرہ خود ہی کروں گا۔“

الیش ٹرے ہاؤز

ڈاکٹر داور اسے عمارت کے اس حصے میں لائے جہاں بڑی مشینوں کے کچھ بیکار فولادی ڈھانچے پڑے ہوئے تھے۔ ”یہ سب ضائع کر دینے کے لئے ہے۔“ ڈاکٹر داور نے کہا۔ عمران نے جیب سے ایک چھوٹا سا چمک دار پستول نکالا اور ایک ڈھانچے کا نشانہ لے کر ٹریگر دبا دیا.... بادلوں کی سی ہلکی سی گرج پیدا ہوئی اور ڈھانچہ نظروں سے غائب ہو گیا۔

”یہ کیا ہے....؟“ ڈاکٹر داور سر لپا حیرت بن گئے تھے۔ ”گڈ کوڈ کٹر آف ہیٹ قسم کی اشیاء کو اسی طرح ضائع کرتا ہے.... البتہ لکڑی یا دوسری نان کوڈ کٹر چیزیں صرف دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائیں گی۔ بس آپ کو اتنا انتظام کرنا پڑے گا کہ اس کا ٹریگر دب جائے۔!“

ڈاکٹر داور عمران کو اس طرح دیکھے جا رہے تھے جیسے وہ کسی دوسرے سیارے کی مخلوق ہو۔

(تیسرا حصہ)

تھے۔ لیکن پروڈیوسر سے بعض اصولی اختلافات کی بناء پر فلم نہیں بن سکی تھی۔ پھر میں نے انہیں عمران کے حوالے کر دیا۔

بہر حال یہ ایک تجرباتی قدم ہے۔ ان دونوں کرداروں کے لئے نئے چہرے منتخب کئے گئے ہیں۔ میری تو یہی کوشش ہو گی کہ میرے پڑھنے والوں کو مایوسی نہ ہو۔

فلم ساز مولانا ہی کے بارے میں بھی کئی پڑھنے والوں نے استفسار کیا ہے۔ میری دانست میں یہ حضرت نہ تو ”مولانا“ ہیں اور نہ ”ہپی“۔۔۔ ہپی ازم ناکارہ پن کا دوسرا نام ہے۔ یہ کام کے آدمی ہیں اور محض ڈاڑھی رکھ لینے سے کوئی ”مولانا“ نہیں ہو جاتا۔

ویسے اگر کوئی ”مولانا“ فلم بنانے چلیں تو چاروں طرف سے ”تھو تھو“ ہونے لگے گی۔ لہذا یہ ”مولانا“ کے ساتھ ”ہپی“ کا اضافہ کر کے مونچھوں پر تاؤ دیتے پھرتے ہیں۔ کوئی کچھ کہنے سننے والا نہیں۔

جیمسن کے رول کے لئے میں نے انہی کا انتخاب کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ اس رول کو بہتر طور پر انجام دے سکیں گے۔

اس دوران میں کچھ پڑھنے والوں نے لکھا ہے کہ ظفر الملک اور جیمسن کو ہپی کیوں بنا رکھا ہے۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ ایکسٹو مصلحتاً انہیں اسی بہروپ میں رکھنا چاہتا ہے تاکہ وہ اُن غیر ملکی پیوں کی نگرانی کر سکیں جو ہمارے ملک میں دوسرے ممالک کے ایجنٹوں کا رول ادا کر رہے ہیں۔ یہ دونوں ذہنی طور پر ہی نہیں ہیں!

ایضاً

۱۲ مارچ ۱۹۷۲ء

پیشترس

بزدل سورما سے شروع ہونے والی کہانی ایش ٹرے ہاؤز تک پہنچی ہے۔ اس میں انگلش کا انجام ملاحظہ فرمائیے۔ فی الحال میں نے اس جزیرے کو تباہی سے بچا لیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ سستے کاغذ کی فراہمی شروع ہوتے ہی اس جزیرے کے شایان شان تباہی کا سامان کروں گا۔

فی الحال ایش ٹرے ہاؤز کے بعد کرئل فریدی اور کیپٹن حمید سے ملے گا۔

ایک صاحب نے ”ایش ٹرے ہاؤز“ پر اعتراض کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ اردو کے ناول کا انگریزی نام نہیں چچا۔ لیکن میں سوچ رہا ہوں کہ اردو میں ریلوے اسٹیشن کو کیا کہوں۔ مرزا غالب زندہ ہوتے تو راشن کارڈ کو کیا کہتے۔ معترض صاحب نے سینما ہال کا اردو ترجمہ کیا فرمایا ہے مجھے بھی مطلع فرمائیں۔ انگریز سے اتنا تعصب نہ برتنے کہ اسی بچارے نے جدید ترین علوم ہم تک پہنچائے ہیں۔ اردو کو پروان چڑھانے میں اس کا بھی حصہ ہے۔

اب آئیے ”دھاکہ“ کی طرف۔ اس سلسلے میں بے شمار خطوط موصول ہوئے ہیں۔ اس فلم کی کہانی کے خاص کردار ظفر الملک اور جیمسن ہیں۔ یہ کردار دراصل میں نے فلم ہی کے لئے تخلیق کئے

”یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو.....؟“

”زیرولینڈ کی ایک بڑی شخصیت کئی بار متنبہ کر چکی ہے کہ اگر اس کا تجربہ کرنے کی کوشش اگلی تونہ صرف خود ضائع ہو جائے گا بلکہ آس پاس بھی بڑی تباہی پھیلانے لگے گی۔“

ڈاکٹر داور کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ انہیں اس بیان پر یقین نہیں آیا۔ عمران سرکرا کر اپنے مخصوص لہجے میں بولا۔ ”آپ سوچ رہے ہوں گے کہ زیرولینڈ والوں نے ایسی کوئی بیز میرے قبضے میں رہنے ہی کیوں دی۔!“

”قدرتی بات ہے.....!“

”وہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ میرے پیچھے پڑے تو خود ضائع ہو جائیں گے۔!“

”بہر حال اب یہ دوبارہ تمہاری تحویل میں نہیں دیا جائے گا۔!“

”میں اپنے کئے پر زیادہ اعتماد کرتا ہوں ڈاکٹر صاحب اور فاؤنٹین پن سے ریوالور کا کام لینے کا مادی ہوں، لیکن موجودہ مہم کے دوران میں یہ میری ہی تحویل میں رہے گا۔ اسے صرف درخواست سمجھئے۔!“

”تم نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے.....!“

”الجھن کی ضرورت نہیں میں اول درجے کا بیوقوف ہوں..... زندگی کو خطرہ لاحق ہو تب بھی گھونے ہی سے کام لینے کی کوشش کرتا ہوں۔ اگر احمق نہ ہوتا تو اب تک ایسے کئی سینما ہال تباہ کر چکا ہوتا جن کا فرنیچر مجھے پسند نہیں ہے۔!“

ڈاکٹر داور کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نمودار ہوئی جس کا گلا انہوں نے فوری طور پر گھونٹ دیا۔ پھر بولے۔ ”تمہاری مہم کے پیش نظر اس حربے کا ساز انداز اکتنا ہونا چاہئے۔!“

”آپ نے وہ فلم دیکھی تھی..... کیا نام تھا۔!“

”میں فلم نہیں دیکھتا.....!“ ڈاکٹر داور نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اگر جبر بائڈ بریف کیس میں آجائے تو مجھے آسانی رہے گی۔ کنٹرول

سٹم سمیت.....!“

”کوشش کی جائے گی.....!“

اس کے بعد ڈاکٹر داور نے عمران کو رخصت کر دیا۔



ڈاکٹر داور کا شمار ملک کے بڑے سائنس دانوں میں ہوتا تھا۔ بنیادی طور پر وہ حکومت کے دست نگر نہیں تھے۔ انہوں نے اپنا ذاتی سرمایہ ملک میں سائنس کی ترقی و ترویج پر صرف کر دیا تھا..... اور ان کی خدمات ہی کی بناء پر حکومت کو ان کی طرف خصوصی توجہ دینی پڑی تھی اور اب تو وہ صدر مملکت کے سائنسی مشیر بھی تھے۔ ان کی نگرانی میں فوجی نوعیت کی ایجادات پر کام ہوتا تھا۔ بے شمار آلات حرب ان کی نظر سے گزرے تھے لیکن یہ ننھا مناتاہ کن حربہ جو عمران کی وساطت سے ان تک پہنچا تھا ان کے لئے بھی ایسا ہی تھا جیسے کسی سائنس فکشن لکھنے والے کے ہوائی قلعے کی پیداوار ہو۔

”مجھے بتاؤ یہ کیا ہے.....!“ ڈاکٹر داور نے عمران کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

”الکٹرو گس.....!“

”نام بھی میرے لئے نیا ہے.....!“

”زیرولینڈ والے اسے الکٹرو گس ہی کہتے ہیں۔!“

”اوہ..... لیکن تم نے ایسی چیز کو اب تک اپنی ہی ذات تک کیوں محدود رکھا۔!“

”ڈاکٹر صاحب..... میں نے ابھی تک اسے استعمال نہیں کیا۔!“

”تمہیں چاہئے تھا کہ تم اسے ملٹری اکیڈمی آف آرمرز ریرج کے حوالے کر دیتے۔!“

”اگر یہ حربہ کبھی ہمارے خلاف استعمال کیا گیا ہو تا تو ضرور یہی کرتا..... یقین کیجئے اگر آپ

نے اس کا تجربہ کرنے کی کوشش کی تو یہ ضائع ہو جائے گا۔!“

شہر پہنچ کر اُس نے ایک جگہ سے فیاض کو فون کیا۔

”تم مجھے کیوں زچ کر رہے ہو.....؟“ دوسری طرف سے فیاض کی آواز آئی۔

”اس لئے کہ محض تمہاری وجہ سے کئی دن سے آئینہ نہیں دیکھ سکا بڑے واہیات میک اپ

میں ہوں۔!“

”حالات بہت خراب ہو گئے ہیں..... سیدھے میرے پاس چلے آؤ.....!“

”پکڑ کر بند تو نہیں کر دو گے.....!“

”مذاق ختم کرو..... فوراً پہنچو.....!“ فیاض کے لہجے میں لاجت تھی۔

عمران نے ریڈی میڈ میک اپ اتار کر جیب میں رکھا اور فیاض کے آفس کی طرف روانہ

ہو گیا۔ میک اپ کا کھڑاگ اسی لئے کیا تھا کہ پولیس کی طرف سے بھی غدشہ تھا۔ لکھم کی طرف

سے زیادہ تشویش نہیں تھی کیونکہ اب تو وہ خود ہی چھپا چھپا پھر رہا تھا۔

فیاض سے ملاقات ہوئی..... کرسی سے اٹھ کر اس نے عمران کا استقبال کیا تھا۔ چہرے پر

مردنی سی چھائی تھی۔

”فکر نہ کرو.....!“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”دو چار دن میں تمہارے ستارے ٹھیک ہو جائیں گے۔!“

”تمہاری وجہ سے مجھے.....!“

”اچھی بات ہے! بند کرو مجھے اور خوش و خرم نظر آؤ۔!“

”یہ بات نہیں..... اگر تم مجھ سے بعض باتیں پوشیدہ نہ رکھتے تو حالات اتنے خراب نہ ہوتے۔!“

”اس سے زیادہ خراب ہوتے اور میرے پاس ان گیارہ آدمیوں کی لسٹ نہ ہوتی جن سے تم

اب پوچھ گچھ کر سکتے ہو۔!“

”کیسی لسٹ..... کہاں ہے..... لاؤ نکالو.....!“ فیاض مضطربانہ انداز میں بولا۔

”لیکن تم ان پر ہاتھ نہ ڈال سکو گے..... ان سے کسی طرح بھی اعتراف نہ کرا سکو گے کہ وہ

لکھم سے کسی قسم کا تعلق رکھتے ہیں۔!“

”غیر ملکی ماہرین.....؟“

”ہوں..... ٹھیک سمجھ۔!“

”لسٹ مجھے دو..... میں دیکھوں گا کہ کیا کر سکتا ہوں۔!“

”دے دوں گا..... لیکن اس کی قیمت.....!“ عمران فیاض کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”کیا مطلب.....؟“

”تمہیں اس کی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔!“

”بکو..... کیا چاہتے ہو.....؟“ فیاض کو غصہ آگیا۔

”جیل سے ریٹولیز کا فرار.....!“

”تم پاگل ہو گئے ہو.....!“

”تمہیں دیر سے اطلاع ملی..... بہت پہلے کی بات ہے۔!“

”میں بہت پریشان ہوں..... سنجیدگی سے بات کرو.....!“

”میں اس وقت بالکل سنجیدہ ہوں کیپٹن فیاض..... ڈاکٹر لکھم اور اس کے پڑا سرا ہاتھ کی

کہانی تمام ہو چکی ہے..... ریٹولیز کے فرار کا الزام بہ آسانی لکھم کے سر تھوپا جاسکے گا۔!“

”تم کرنا کیا چاہتے ہو.....؟“

”یہ رہی لسٹ.....!“ عمران نے جیب سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نکال کر فیاض کے سامنے

ڈال دیا۔ چند لمحے فیاض کو گھورتا رہا پھر اٹھتا ہوا بولا ”خدا حافظ..... تلاش کرتے رہو..... لکھم کو

اور ”دست قضا“ تمہارے آدمیوں کو ٹھکانے لگا تا رہے۔!“

”جب تک میں نہ چاہوں تم یہاں سے باہر نہیں جاسکتے۔!“ فیاض نے سرد لہجے میں کہا۔

”شکریہ.....!“ عمران بیٹھتا ہوا بولا۔ ”جان بچی..... پتا نہیں کب اور کہاں اس نیلے ہاتھ

سے ملاقات ہو جائے.....!“

فیاض کسی گہری سوچ میں پڑ گیا تھا پھر کچھ نہ بولا۔ عمران کے ہونٹوں پر شرارت آمیز

مسکراہٹ تھی۔

دفعتاً فیاض نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ”میرے ساتھ چلو۔!“

دونوں باہر نکلے..... عمران نے قطعی طور پر خاموشی اختیار کر لی تھی۔

”میری گاڑی میں چلو..... اپنی گاڑی چھوڑ دو.....!“ فیاض نے پارکنگ شیڈ کی طرف بڑھتے

ہوئے کہا۔

عمران خاموشی سے اُس کے برابر بیٹھ گیا تھا..... کار نے دو ڈھائی فرلانگ کی مسافت بھی

طے کر لی لیکن عمران کے رویے میں فرق نہ آیا۔ آخر فیاض ہی نے بولنے میں پہل کی۔

”تمہیں سانپ کیوں سو گتھ گیا ہے۔!“

”شامتہ العنصر لگا کر نکلا تھا گھر سے۔!“

”میں تمہیں اس سنتری کے ساتھی کے پاس لے جا رہا ہوں جو اس نیلے ہاتھ کا شکار ہوا ہے۔!“

”وہ کہاں ہے....؟“

”ہسپتال میں.... اس کے اعصاب پر بہت بُرا اثر پڑا ہے۔!“

”یہ ہوئی کام کی بات.... خیر اسے تو ہم دیکھ ہی لیں گے مزگو بہن کی پارٹی کے اس آدمی پر

کیا گزری تھی۔!“

”میٹھوز.... وہ رات کا کھانا کھا رہا تھا میز پر باہر کا کوئی آدمی نہیں تھا۔ اس کی بیوی اور دو

بچے تھے۔ اچانک وہ ہاتھ کھڑکی سے داخل ہوا اور میٹھوز کا کام تمام کر گیا۔“

”دونوں حملوں میں کوئی مماثلت؟“

”مماثلت سے کیا مراد ہے۔!“

”خنجر کہاں کہاں لگا تھا۔!“

”ٹھیک دل کے مقام پر پہلی کی ہڈیاں توڑ کر۔!“

”ریسیور کے امکانات کا جائزہ لیا تھا....؟“

”مجھے ایسی کوئی چیز نہیں مل سکی۔!“

”بیلا ہاتھ ریسیور ساتھ لے جاتا تھا۔ دراصل اُس کی گرفت ریسیور ہی حاصل کرنے کے

لئے ہوتی تھی۔ اتنی سخت گرفت کہ گردنیں ٹوٹ جاتی تھیں۔ لیکن یہ خنجر والا معاملہ سمجھ میں

نہیں آتا۔ لاسکی سے کنٹرول کئے جانے والے آلات ریسیور کے بغیر اس طرح کار آمد نہیں

ہوتے کہ کسی مخصوص آدمی پر انہیں آزمایا جاسکے.... چہ جائیکہ ٹھیک دل کا نشانہ.... ویسے تیز

نظر کی بات اور ہے.... کہ یہ روحانی معاملات میں شمار کیا جاتا ہے۔!“

”میں تمہیں اسی لئے ساتھ لایا ہوں کہ تم اس سے سوالات کر کے شاید کوئی کام کی بات

معلوم کر سکو....!“

”کیا وہ ہوش کی باتیں کر رہا ہے۔!“

”ذہن ماؤف تو نہیں ہوا.... صرف خوف زدہ ہے....!“ فیاض نے جواب دیا۔

لیکن فیاض کا یہ خیال غلط نکلا کہ سنتری سے کسی قسم کی گفتگو ہو سکے گی۔

اُسے بہت تیز بخار تھا اور اس کی زبان سے ادا ہونے والے الفاظ کو ہڈیاں کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھا جاسکتا تھا۔

”اب بتاؤ....!“ عمران فیاض کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

”میٹھوز کے گھر والوں سے اگر کچھ پوچھنا چاہو تو۔!“

”اگر تم گردن ہی کٹوانا چاہتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

”کیوں.... اس میں کیا دشواری ہے....؟“

”اٹلکھم.... سمجھتا ہے کہ میں ایک بہت بڑا بلیک میلر ہوں اور میری ہی وجہ سے اُسے

ٹھکست ہوئی ہے لہذا ہر قیمت پر مجھے راستے سے ہٹا دینا چاہتا ہے۔!“

”واقعی تم بہت خوف زدہ معلوم ہوتے ہو....!“ فیاض ہنس پڑا۔

”ہنسنے کا یہ اسٹائل میرے لئے بالکل نیا ہے۔ کیا آج کل خواتین میں زیادہ اٹھنا بیٹھنا ہے۔!“

”وقت ضائع نہ کرو.... میرا خیال ہے کہ میٹھوز....!“

”فیاض.... کیا تم اس کے متعلقین سے اس قسم کی پوچھ گچھ نہیں کر چکے جس سے ریسیور

کے امکانات پر روشنی پڑ سکتی۔!“

”یقیناً کر چکا ہوں۔!“

”پھر.... نتیجہ....؟“

”کچھ بھی نہیں....!“

”بس تو پھر چپ چاپ واپس چلو.... اگر جیل سے ریٹائرڈ کے فرار میں میری مدد کر سکتے

ہو تو....!“

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا....!“ فیاض نے جھنجھلا کر بات کاٹ دی۔

عمران نے خاموشی اختیار کر لی تھی.... دفتر پہنچ کر فیاض نے ایک بار پھر عمران کو ٹٹولنے کی

کوشش کی۔ لیکن اس سے انکوائی لینے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

”اچھی بات ہے....!“ اس نے بالآخر طویل سانس لے کر کہا۔ ”ظفر الملک اور جیمسن اس

”ہمارا باس زندہ ہے....! پتا نہیں کب اس کے پلے پڑ جائیں لہذا ہمیں اسی وقت جی بھرے عیش کر لینا چاہئے۔!“

”چپ سالا.... گذار....!“

”اس میں غدا ری کی کیا بات ہے کالئے.... خدا اسے سلامت رکھے اور ہم اسی طرح عیش کرتے رہیں۔!“

جوزف کچھ کہنے ہی والا تھا کہ دروازہ کھلا اور ایک مسلح آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ جوزف نے اس کے ہاتھ میں اعشاریہ چار پانچ کاریو والور دیکھ کر جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں۔

”اٹھو اور میرے ساتھ چلو....!“ آنے والا غرایا۔

”مم.... مگر.... کیوں بھائی صاحب.... یہ کیا ہے۔!“ سلیمان بوکھلا کر بولا۔ ”ہم تو سول ہسپتال کے مردہ خانے میں داخل ہوئے تھے۔!“

”میں کچھ نہیں جانتا.... جو کچھ کہا جا رہا ہے کرو.... ورنہ گوئی ماری جائے گی۔!“

ٹھیک اسی وقت دوسرا آدمی کمرے میں داخل ہوا اور پہلے آدمی پر برس پڑا۔

”تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا.... اپنوں پر ریو والور تانے کھڑے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں

کہ یہ عمران صاحب کے ملازمین ہیں۔!“

”اوہ....!“ پہلے آدمی کا ہاتھ جھک گیا اور وہ ریو والور کو ہولسٹر میں رکھتا ہوا بولا۔ ”بتائے بغیر

کیسے معلوم ہوتا.... میں تو سمجھا تھا کہ....!“

”خیر.... خیر.... تم باہر جاؤ....!“

”ریو والور والا چلا گیا اور دوسرے آدمی نے ہنس کر ان سے کہا ”تمہیں باس نے اسی طرح بلوایا ہے۔!“

سلیمان نے جوزف کی طرف دیکھا۔

”ہو سکتا ہے... ہو سکتا ہے!“ جوزف سر ہلا کر بولا۔ ”باس کو سمجھ لینا بہت مشکل کام ہے۔!“

”میں اس لئے آیا تھا کہ تم لوگوں کو دوپہر کے کھانے پر لے جاؤں۔!“

”ضرور.... ضرور....!“ سلیمان اٹھتا ہوا بولا۔

”باس کہاں ہیں....؟“ جوزف نے سوال کیا۔

”یہ بتانا مشکل ہے لیکن شام تک تم دونوں کے لئے خصوصی ہدایات ضرور موصول ہوں گی۔!“

”ہم مردہ خانے سے یہاں تک کیسے پہنچے تھے....؟“ سلیمان نے پوچھا۔

”یہاں شائد ہی کوئی جانتا ہو! بہر حال جب ہم نے تمہیں ریسیو کیا ہے تو تم دونوں بیہوش

تھے اور باس کی ٹیلی فون کال پہلے ہی آچکی تھی کہ تم اس حال میں پہنچو گے۔!“

”خیر.... خیر.... چلے صاحب....!“ سلیمان نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”دیر نہ کیجئے

میری زندگی میں ایسے موقعے بہت کم آئے ہیں جب اپنے ہاتھ کا پکڑنا کھانا پڑا ہو۔!“

”کیوں بکواس کرنا....!“ جوزف آنکھیں نکال کر بولا۔

پھر وہ آدمی انہیں ڈائننگ روم میں لایا تھا۔ میز پر کئی طرح کے کھانے چنے نظر آئے۔

”مم.... میرے لئے....!“ سلیمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

”بیٹھ جاؤ....!“ جوزف غرایا۔ ”باس ٹم کو بولنا زیادہ بات نہیں کرنا نکلا۔!“

”باس اس طرح کھائے گا تو ضرور ٹرٹراؤں گا۔!“ سلیمان نے کہا اور بیٹھ کر قافیں اپنے آگے

سرکانے لگا۔



سول ہسپتال تک تو سلیمان اور جوزف کا سرائی مل سکا تھا۔ لیکن مردہ خانے میں ان دونوں پر

کیا گزری تھی۔ اس کا جواب کوئی نہ دے سکا۔ مردہ خانے میں ان کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ البتہ

اس بھاگ دوڑ میں تعاقب کرنے والی دوسری گاڑی ضرور نظر آگئی تھی وہ فیاض کے ماتحت کی

گاڑی کے پیچھے تھی۔

کچھ دور چل کر لگژری کارنر کے فٹ پاتھ سے گاڑی لگادی.... کیپٹن فیاض کے ماتحت کی

گاڑی پیچھے رکی اور پچھلی سفید کار آگے بڑھتی چلی گئی۔ لیکن تھوڑی ہی دور جاکر وہ بھی رک گئی۔

عمران نے ڈرائیو کرنے والے کو بھی اس بار اچھی طرح دیکھا۔ یہ کوئی سفید فام نیرملی تھا۔

عمران اپنی گاڑی سے اتر کر لگژری میں داخل ہوا.... یہاں کئی میزیں خالی تھیں۔

عمران ایک جگہ جم گیا.... رخ صدر دروازے کی طرف تھا۔ سب سے پہلے فیاض کا ماتحت

ہال میں داخل ہوا تھا۔ اس کے پیچھے وہ سفید فام غیر ملکی دکھائی دیا۔

فیاض کے ماتحت نے تو دروازے کے قریب ہی والی میز سنبھال لی.... لیکن غیر ملکی عمران

نش دی اور پھر اپنی جگہ پر جا بیٹھا.... کافی پینے میں پندرہ بیس منٹ صرف ہوئے تھے اور پھر وہ ہر نکلا تھا۔

کوٹ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈالتے ہوئے اُس نے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ فیاض کے ماتحت کی اڑی اب وہاں نہیں تھی۔

اس نے اپنی گاڑی اشارت کر کے یوٹرن لینے کے لئے لمبی دوڑ لگائی۔ اس طرح ایک بار پھر ملازہ کر سکا کہ تعاقب بہر حال جاری ہے۔ نیلے رنگ کی ایک اسپورٹ کار پیچھے تھی۔

شک رفع کرنے کے لئے اُس نے اپنی گاڑی کو مختلف گلیوں میں پھردیئے۔ اسپورٹ کار دستور پیچھا کرتی رہی۔

شام کے پانچ بجے تھے۔ اس نے ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ کے قریب گاڑی روکی اور بلیک زیرو سے رابطہ قائم کر کے رپورٹ طلب کی۔ رپورٹ امید افزا نہیں تھی کیونکہ اس وقت تک سلیمان اور جوزف کا سراغ نہیں مل سکا تھا۔ فلیٹ بدستور مقفل تھا۔ عمران نے اُسے کچھ مزید ہدایات دے کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

باہر اسپورٹ کار دوسری طرف کے فٹ پاتھ سے لگی کھڑی تھی۔

عمران اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ سوچ رہا تھا کہ فی الحال فیاض ہی کی کوٹھی میں پناہ لینی چاہئے اور پھر اب وہ جو کچھ کرنا چاہتا تھا اس کے لئے یہی ضروری تھا کہ وہ فیاض کے قریب رہتا۔

انجن اشارت کر کے اس نے تیز رفتاری سے گاڑی آگے بڑھائی۔ عقب نما آئینے میں اسپورٹ کار صاف نظر آرہی تھی.... اُس نے کیپٹن فیاض کی کوٹھی تک تعاقب جاری رکھا۔

فیاض موجود تھا عمران کو دیکھ کر اُس نے بُرا سامنہ بنایا ہی تھا کہ وہ لہک کر بولا۔ ”رات کا کھانا تمہارے ہی ساتھ کھاؤں گا۔“

فیاض کچھ نہ بولا۔ دفعتاً عمران نے چونک کر کہا ”ٹھہرو.... میں ابھی آیا۔“

کوٹ گاڑی میں رہ گیا تھا.... اسے بائیں ہاتھ کی کلائی میں اٹھائے فیاض کے ڈرائیونگ روم میں واپس آیا۔

”برخوردار جتوئی کو میں نے دھندے سے لگا دیا ہے۔“ اس نے فیاض کو پر مسرت لہجے میں اطلاع دی۔

کی طرف بڑھتا چلا آیا اور اس کے عقب سے گزرتے ہوئے اس طرح لڑکھایا کہ سنبھلے کے۔ عمران کا سہارا لینا پڑا۔

”مجھے افسوس ہے جناب....!“ وہ سنبھالا لے کر بولا۔ ”میرے گھٹنوں میں شدید درد ہے۔“

”کوئی بات نہیں....!“ عمران نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔ ”میرے لائق کوئی خد مت؟“

”بہت بہت شکریہ....!“ وہ کراہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

عمران ہولے ہولے اپنا سر کھجا رہا تھا.... قریب ہی کی ایک میز تک پہنچ کر غیر ملکی نے ا-

طرح کر سی کھسکائی جیسے اب کھڑے رہنے کی تاب نہ ہو....! دونوں ہاتھ گھٹنوں پر تھے اور چ شائد تکلیف کی شدت سے اتر گیا تھا۔

اس نے سر کے اشارے سے ویٹر کو بلایا اور اُس سے کچھ کہنے لگا۔ لیکن ویٹر کے انداز سے ا-

لگتا تھا جیسے بات پہلے نہ پڑی ہو۔

عمران اٹھ کر ان کے قریب پہنچا.... غیر ملکی ویٹر سے کہہ رہا تھا۔ ”مجھے سہارا دے کر میر

گاڑی تک پہنچا دو.... میری حالت بگڑ رہی ہے۔“

عمران نے ویٹر کو بتایا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

پھر جب ویٹر اُسے سہارا دے کر باہر لے جا رہا تھا عمران نے فیاض کے ماتحت کو آنکھ ماری

گڑبڑا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

عمران تیزی سے اس کے قریب پہنچا اور جھک کر آہستہ سے بولا۔ ”شرمانے سے کام نہیں

چلے گا۔ اس سفید فام غیر ملکی کا تعاقب کرو.... اور اس کے بارے میں معلومات فراہم کر۔

کیپٹن فیاض کو اطلاع دو۔“

”لک.... کیا مطلب....؟“ اس کے تیور بدل گئے۔

”میں ایسا کہاں کا پری چہرہ ہوں کہ تم میرا تعاقب کرتے پھرو....!“ عمران نے کہا۔

”میں نہیں جانتا آپ کون ہیں....؟“ اُس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اچھا تو اب میرے پیچھے نہ آنا.... کیونکہ میں ذرا ہاتھ روم تک جا رہا ہوں۔“

ہاتھ روم میں پہنچ کر اُس نے اپنا کوٹ اتارا اور بغور اُس کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ واپسی پر کوٹ

اس کے ہاتھوں میں نظر آیا اور فیاض کے ماتحت کا کہیں پتہ نہ تھا عمران نے مسکرا کر سر کو خفیف آ

”کیا مطلب.....؟“ فیاض چونک کر اُسے گھورنے لگا۔

”وہ ایک سفید فام غیر ملکی کا تعاقب کر رہا ہے.....!“ عمران ہنس کر بولا۔ ”رپورٹ ہی دے گا مجھے نہیں..... اس لئے مطمئن رہو۔!“

”کیا تم نے اس سے گفتگو کی تھی.....؟“ فیاض نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

”تم منع کر دیتے تو ہرگز نہ کرتا..... آئندہ اگر کسی کو میرے پیچھے لگانا تو سختی سے مجھے بھی کر دینا..... کہ میں اس سے چھیڑ چھاؤ نہ کروں۔!“

”بعض اوقات حد سے بڑھ جاتے ہو۔!“ فیاض کرسی کے ہتھے پر ہاتھ مار کر بولا۔

”غصے میں بڑے خوبصورت لگتے ہو۔!“

فیاض پھر کچھ کہنے والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اُس نے ہاتھ بڑھا کر ریسور اٹھایا اور چم غضب ناک کے آثار پیدا کئے ہوئے دوسری طرف سے بولنے والے کی بات سننا رہا پھر دہاڑا۔ ”اچھے خاصے گدھے ہو..... تمہیں اس آدمی کا تعاقب کرنا چاہئے تھا شٹ اپ.....!“

ریسیور کریڈل پر پٹختا ہوا عمران کی طرف مڑا۔

”خیریت.....؟“ عمران نے بدحواسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوچھا۔

”تمہاری دخل اندازی کے بعد وہ گھر بیٹھ رہا تھا۔!“

”نرے رنگ روٹ ہی ہیں کیا آج کل تمہارے پاس.....!“

”وہ سفید فام غیر ملکی کون تھا.....؟“

”میں نہیں جانتا..... اگر اس وقت میرا کوئی آدمی موجود ہوتا تو میں انپیکٹر جتوئی کی

توجہ بھی نہ دیتا۔!“

”تمہارا آدمی.....؟“

”جب میں سر سلطان کے لئے کوئی کام کرتا ہوں تو مجھے کچھ مددگار بھی ملتے ہیں۔ او

تم بتا سکتے ہو کہ سلیمان اور جوزف کہاں غائب ہو گئے۔!“

”میں کیا جانوں.....!“ فیاض اُسے گھورتا ہوا بولا۔

عمران نے اُسے ان کی کہانی سنائی۔

”میں کچھ نہیں جانتا..... کیا تم سمجھتے ہو.....!“

”نن..... نہیں..... ایسی کوئی بات نہیں.....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”رات کے کھانے میں کیا کیا ہے۔!“

”چتا نہیں.....!“ فیاض نے بیزارى سے کہا۔

”شامی مٹکے ضرور بنوا لینا ورنہ جگہ جگہ کہتا پھروں گا کہ پولیس والوں کے دسترخوان پر آج کل چوہے لوٹ رہے ہیں۔!“

”فضول باتیں مت کرو..... میں بہت پریشان ہوں۔!“

”یہ درد سر خود ہی مول لیا ہے تم نے.....!“

”پھر میں کیا کروں.....!“

”رینا ولیمز کو میرے حوالے کر دو۔!“

”سنو..... اگر یہ سر سلطان کے مجھے کاکیس ہے تو پھر ہمیں کیوں الجھائے رکھا گیا ہے؟“

فیاض نے عمران کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

”اس کا جواب تو سر سلطان ہی دے سکیں گے..... ویسے ایک بات نوٹ کرو اگر تم نے رینا ولیمز کے مصنوعی فرار کا انتظام نہ کیا تو انکھم کے آدمی اسے کسی نہ کسی طرح جیل سے نکال لے جائیں گے۔!“

”میں فضول باتوں پر کان نہیں دھرتا۔ رات کا کھانا کھاؤ اور چلتے پھرتے نظر آؤ۔!“

”یعنی فٹ پاتھ پر بستر لگاؤں..... فلیٹ مقفل ہے..... دوسری کنبی کبھی تھی ہی نہیں کہ

میرے پاس ہوتی..... لہذا بہترین طریقہ یہ ہو گا کہ کھانا کھا کر ہواخوری کو چلیں اور واپسی پر۔!“

”شب باشی کا انتظام نہیں کر سکوں گا۔!“ فیاض نے بات کاٹ دی۔

”خیر..... خیر..... لیکن کھانے کے بعد ہواخوری بے حد ضروری ہے۔!“

فیاض کچھ نہ بولا۔

اس کے بعد وہ معذرت کر کے اندر چلا گیا تھا اور عمران صوفے پر لیٹ کر چھت سے چپکے ہوئے مجسموں کا شمار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد پھر اٹھا اور فون پر بلیک زیرو کے نمبر ڈائل کئے لیکن سلیمان اور جوزف سے متعلق کوئی امید افزا خبر نہ مل سکی۔

ساڑھے سات بجے فیاض کے ایک ملازم نے کھانا میز پر لگ جانے کی اطلاع دی..... عمران

نے کوٹ اٹھایا اور پھر کچھ سوچ کر اُسے صوفے کی پشت پر ڈال دیا۔

اس کے بعد وہ ملازم کے ساتھ ڈائنگ روم میں آیا تھا۔ میز پر فیاض تنہا نظر آیا۔ بیوی نہیں تھی۔ عمران نے فیاض کی صورت دیکھ کر ٹھنڈی سانس لی اور مسمی صورت بنا کر بولا۔

”بہت افسوس ہوا سپر فیاض....!“

”کیا مطلب....؟“ فیاض کا لہجہ جیکھا تھا۔

”شائد ابھی ابھی جھڑپ ہوئی ہے۔!“

”جی نہیں.... وہ پریمیزی کھانا کھا رہی ہیں۔!“

”کب سے....؟“ عمران نے بے حد خوش ہو کر پوچھا۔

”بکواس مت کرو.... چپ چاپ بیٹھ جاؤ۔!“

”کچھ تو شرم کرو.... آخر کب تک....!“

”گھونہ ماروں گا.... ورنہ چپ چاپ کھانا کھاؤ!“ فیاض نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

عمران پھر کچھ نہیں بولا تھا۔ دو تین منٹ بعد اچانک شور سنائی دیا۔ گھر کے اندر ہی کا شور تھا۔ دونوں اٹھ گئے۔

ٹھیک اُسی وقت ایک ملازم دوڑتا ہوا آیا اور دروازے کے قریب ہی لڑکھڑا کر گر پڑا۔

”کیا ہوا.... کیا بات ہے....!“ فیاض نے بوکھلا کر پوچھا۔

”خ...خ...خ....!“ ملازم اٹھنے کی کوشش کرتا ہوا ہکلا یا.... ”خنجر والا ہاتھ....!“

”کہاں....؟“

”ڈرائنگ روم میں....!“

وہ دونوں جھپٹتے ہوئے ڈرائنگ روم میں پہنچے.... لیکن یہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ البتہ فیاض

کے گھر کے افراد بدحواسی میں چیخے جا رہے تھے۔

”کیوں شور مچا کر کھا ہے....!“ فیاض دہاڑا۔

وہ دفعتاً خاموش ہو گئے اور وہی ملازم جس نے خنجر والے ہاتھ کی اطلاع دی تھی آگے بڑھ کر

بولا ”میں برآمدے میں تھا وہ کھڑکی سے اندر داخل ہوا اور یہاں چکر لگا کر پھر کھڑکی کے راستے

نکل گیا۔

”چکر لگا کر واپس چلا گیا....؟“ عمران نے سوال کیا۔

”جی ہاں....!“

”ناممکن....!“

”کیا کہنا چاہتے ہو....؟“ فیاض نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

عمران کی نظر اپنے کوٹ پر جمی ہوئی تھی جسے وہ صوفے کی پشت گاہ پر ڈال گیا تھا لیکن اب وہ

سیٹ پر بڑا دکھائی دیا۔ اس نے فیاض کو اشارہ کیا کہ یقیناً لوگوں کو کمرے سے رخصت کر دے۔

ان کے چلے جانے پر وہ صوفے کی طرف بڑھا.... اپنا کوٹ اٹھا کر تہہ کھولی اور فیاض سے

پوچھا۔ ”کیا یہ کوٹ بہت اچھا سلا ہوا ہے....؟“

”غیر ضروری باتیں نہ کرو....!“

”اس نالائق نے نہ صرف کوٹ بلکہ تمہارے صوفے کو بھی نقصان پہنچایا ہے۔ یہ دیکھو۔!“

اس نے صوفے کی پشت گاہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب....؟“

”وہ اب میرے پیچھے پڑ گیا ہے.... میں نہ سہی میرا کوٹ ہی سہی.... اور میرے کوٹ کی

وجہ سے تمہارا صوفہ بھی تباہ ہوا۔!“ عمران نے کوٹ پہنچتے ہوئے کہا۔ ”اب دیکھو پشت پر جس جگہ

خنجر کی کاٹ موجود ہے.... وہ دل کی سیدھ میں نہیں ہے۔!“

فیاض نے جھک کر دیکھا اور پھر سیدھا کھڑا ہو کر بڑبڑایا ”خدا کی پناہ....!“

کچھ دیر خاموشی رہی پھر فیاض نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ ”تمہارے کوٹ میں کیا تھا....!“

”شائد ریسور....!“

”اور تمہیں اس کا علم تھا....؟“

”یقیناً تھا.... لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ مردود چین سے کھانا بھی نہ کھانے دے گا....

سوچا تھا کھانے کے بعد ہوا خوری کو چلیں گے لیکن اب کیا فائدہ۔!“

”کہیں باہر یہ شعبہ دکھاتے.... کیوں....؟“ فیاض آنکھیں نکال کر غرایا۔

”بالکل.... اور پھر تم تعاقب کرتے اس ہاتھ کا....!“

”ریسور تم تک کیسے پہنچا تھا....؟“

وہ پچھلی نشست پر بیٹھے۔ ایک مسلح آدمی ان کے ساتھ بیٹھا اور دوسرا اگلی سیٹ پر چلا گیا۔ قریب ہی تیسرے آدمی کی موجودگی نے عمران کو خاموش رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔۔۔۔ یہ بھی نہ پوچھ سکا کہ جانا کہاں ہے!

پندرہ منٹ بعد گاڑی ایک تاریک سڑک پر رکی۔۔۔ اور فیاض نے عمران سے نیچے اترنے کو کہا۔ قریب ہی سے کچھ اور لوگوں کے بولنے کی آوازیں بھی آرہی تھیں۔

فیاض عمران کا ہاتھ پکڑے انہی آوازوں کی طرف لے جا رہا تھا۔ اور پھر قریب پہنچ کر فیاض کے ساتھیوں میں سے کسی نے ٹارچ روشن کی تو عمران بھونچکا رہ گیا۔ سامنے والی جیب میں سلیمان اور جوزف بیٹھے نظر آئے۔ یہ جیب مسلح اور باوردی کا شیشبلوں کے زخموں میں تھی۔

”اُوہ۔۔۔۔۔ تو مل گئے۔۔۔۔۔ یہ مردود۔۔۔۔۔!“ عمران چپک کر بولا۔ ”ویسے اُسے یقین تھا کہ یہ وقوعہ کسی خوش گوار نوعیت کا حامل نہ ہوگا۔“

”جی ہاں مل گئے۔۔۔۔۔ اور تمہیں اس کی جواب دی کرنی ہے!“ فیاض نے زہریلے لہجے میں کہا اور اُسے اس بھیڑ سے الگ لے جا کر کہا۔ ”انہوں نے ریٹولیز کے فرار میں مدد دی ہے!“

”کیا مطلب۔۔۔۔۔؟“ عمران چونک پڑا۔

”یہ اُن لوگوں کے ساتھ تھے جو بالآخر ریٹولیز کو جیل سے نکال لے گئے!“

”اُوہو۔۔۔۔۔ صاف ظاہر ہے۔۔۔۔۔ میں نے تمہیں ان کے غائب ہوجانے کی اطلاع دی تھی!“

”اور پھر میرے گھر پر خنجر والے ہاتھ کا ڈرامہ اسٹیج کیا تھا!“ فیاض نے زہریلے لہجے میں کہا۔

”تمہارا یہ نظریہ تمہیں کس نتیجے پر پہنچائے گا!“

”کسی بڑی رقم کے عوض تم انکھم کے ہاتھوں بک گئے ہو!“

”سبحان اللہ۔۔۔۔۔ یہ شعر کتنی دیر میں ہوا ہے۔۔۔۔۔!“

”چرب زبانی کسی کام نہ آسکے گی!“

”خیر۔۔۔۔۔ خیر۔۔۔۔۔ میں ان سے پوچھوں تو۔۔۔۔۔ آخر چکر کیا ہے!“

”قطعاً نہیں۔۔۔۔۔!“

”آخر کیوں۔۔۔۔۔؟“ عمران کا لہجہ بھی دفعتاً بگڑ گیا۔

”وہ اس وقت تمہاری ہدایت کے مطابق کام کرنے نکلے تھے!“

عمران نے سفید فام اجنبی کے لڑکھڑا کر اپنے اوپر گرنے کا واقعہ سناتے ہوئے کہا۔ ”اسی لئے میں نے چاہا تھا کہ تمہارا آدمی اس کا تعاقب کرے۔۔۔۔۔ نہیں مانا تو میں نے اس سے کہا اچھی بات ہے۔۔۔۔۔ اب میں ایسی جگہ جا رہا ہوں جہاں تم مجھ پر نظر نہیں رکھ سکو گے!“

”کیا مطلب۔۔۔۔۔؟“

”ہاتھ روم۔۔۔۔۔ اور وہاں میں نے کوٹ اتار کر دیکھا تو یہاں اس جگہ اسٹلنگ پلاسٹک ٹیپ کا ننھا سا ٹکڑا چپکا ہوا تھا۔۔۔۔۔ اور دیکھو ٹھیک اسی جگہ خنجر بھی پیوست ہوا ہے!“

”ٹیپ کہاں ہے۔۔۔۔۔؟“

”فیاض صاحب۔۔۔۔۔ اگر وہ ضائع نہ ہوا ہو گا تو آپ کے صوفے کی پشت گاہ کے اندر ہی ملے گا۔ مگر نہیں میرا خیال ہے کہ خنجر کی ضرب کے ساتھ ہی وہ بھی ضائع ہو گیا ہوگا!“

وہ بڑی دیر تک اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے تھے۔ پھر شب ب سری کا مسئلہ پیش آیا تھا فیاض اس پر تیار نہیں تھا کہ عمران کو اپنے گھر سونے دے۔

لیکن وہ عمران ہی کیا جو اپنی بات نہ منوا سکتا۔۔۔۔۔ گھوڑے بچ کر سویا۔۔۔۔۔ لیکن پھر شام دو بجے تھے کہ دوبارہ جگایا گیا۔۔۔۔۔ فیاض کا خون خوار چہرہ نظروں کے سامنے تھے۔

”خیریت۔۔۔۔۔؟“

”اٹھو۔۔۔۔۔ اب تمہیں معلوم ہوگا!“

”کوئی خوف ناک خواب دیکھا ہے!“

”چپ چاپ اٹھ جاؤ۔۔۔۔۔ ورنہ۔۔۔۔۔!“

عمران اٹھ گیا۔۔۔۔۔ کوئی خاص ہی بات ہوگی۔۔۔۔۔ ورنہ فیاض سوتے سے نہ جگتا۔

”میرے ساتھ چلو۔۔۔۔۔!“ فیاض نے سخت لہجے میں کہا اس کا موڈ بہت زیادہ خراب معلوم ہوتا تھا۔

عمران نے گھڑی دیکھی۔۔۔۔۔ دو بج کر دس منٹ ہوئے تھے۔

ایک بار پھر اس نے فیاض کے چہرے پر نظر ڈالی جو پتھر کی طرح بے حس معلوم ہو رہا تھا۔

”اچھی بات ہے۔۔۔۔۔ چلو کہاں چلتے ہو۔۔۔۔۔!“

باہر فیاض کے محکمے کی آرٹ کار نظر آئی۔۔۔۔۔ جس پر دو مسلح آدمی پہلے سے موجود تھے!

”اور میں سر شام ہی سے تمہارے ساتھ رہا ہوں۔“

”کسی اور کے ذریعے اُن تک تمہاری ہدایت پہنچی تھیں.... یہ مت بھولو کہ تم ریٹا کے فرار پر مصر رہے ہو۔“

”ہو میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر تم نے اسے میرے حوالے نہ کر دیا تو انکھم نکال لے جائے گا۔“

”تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ تم انکھم ہی کے لئے کام نہیں کر رہے؟“

”جہنم میں جاؤ....“ کہہ کر عمران نے اُسے دھکا دیا۔

اتنی دیر میں وہ اس جگہ کے محل وقوع کا اندازہ لگا چکا تھا۔ وہ اس وقت سنٹرل جیل کی پشت پر تھے۔ فیاض کو دھکا دے کر اُس نے لمبی چھلانگ لگائی اور اندھیرے میں دوڑتا چلا گیا۔ یہ علاقہ سینکڑوں بار کا دیکھا ہوا تھا اس لئے وہ اندھیرے میں بھی ستوں کا تعین کر سکتا تھا۔ جتنی دیر میں فیاض کے آدمی سنبھلتے کہیں کا کہیں جا پہنچا۔

میدان کے اختتام پر چھوٹے چھوٹے مکانوں والی ایک بستی دور تک پھیلتی چلی گئی تھی جس کی گلیوں میں کسی کو تلاش کرنے کے لئے پوری ٹائلین بھی ناکافی ہوتی۔ بستی میں داخل ہوتے ہی اُس نے ریڈی میڈ میک اپ ناک پر جمایا تھا اور شریف آدمیوں کی طرح پروقار انداز میں پنے تلے قدم اٹھانے لگا تھا۔

بہر حال وہ چار بجے سے پہلے سائیکو میشن نہیں پہنچ سکا تھا۔ یہاں ایک بڑی اچھی خبر اس کی منتظر تھی۔ بلیک زیرو نے بحیثیت ایکس نو کچھ پیغامات اس کے لئے ریکارڈ کرائے تھے۔

۱ ”عمران....! جوزف اور سلیمان ایک جیب میں دیکھے گئے ہیں جیب کا تعاقب جاری ہے۔“

۲ ”عمران....! جیب کے آگے دو گاڑیاں اور بھی ہیں اور جیب کا ڈرائیور انہیں اشارے کرتا جا رہا تھا۔ تینوں گاڑیاں سنٹرل جیل کے قریب سے گذریں۔ جیل کے پھانک پر خاصی بھیڑ ہے.... کسی قسم کا ہنگامہ معلوم ہوتا ہے۔“

۳ ”عمران....! تینوں گاڑیاں جیل کی پشت پر رکی ہیں۔!“

۴ ”عمران....! دو گاڑیاں نکل گئیں.... جیب پکڑ لی گئی جس میں جوزف اور سلیمان تھے۔

جیب کا ڈرائیور بھی غائب ہو گیا.... دونوں گاڑیوں کا تعاقب جاری ہے۔!“

فی الحال ان کے علاوہ اور کوئی پیغام نہیں تھا.... عمران نے فون پر بلیک زیرو کے نمبر ڈائل

کئے اور اُسے اطلاع دی کہ اب وہ سائیکو میشن پہنچ چکا ہے۔

”جوزف اور سلیمان گرفتار کر لئے گئے ہیں اور ان پر الزام ہے کہ انہوں نے ریٹا ولیمز کے فرار میں مدد دی ہے۔!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”اُن دونوں گاڑیوں کے پیچھے کون ہے....؟“

”صفدر اور صدیقی.... الگ الگ موٹر سائیکلوں پر.... چوہان جیب کے سلسلے میں جیل کے قریب ہی رک گیا تھا۔“

”گڈ.... کام سلیقے سے ہو رہا ہے۔“

”شکریہ جناب.... صفدر اور صدیقی کی طرف سے ابھی تک کوئی رپورٹ نہیں ملی۔“

”میں فون ہی پر موجود ہوں....“ عمران نے کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس کی دانست میں سلیمان اور جوزف اسی لئے الجھائے گئے تھے کہ پولیس کو غلط راستے پر ڈالا جاسکے۔ انکھم اور اس کے ساتھی عمران کو ایک بلیک میلر کی حیثیت سے جانتے تھے۔ ایسا بلیک میلر جو پولیس اور مجرموں دونوں کو بلیک میل کر سکتا تھا۔ لیکن پھر خود اُس پر کیوں حملہ کر لیا گیا تھا۔ فون کی گھنٹی بجی.... عمران نے ریسیور اٹھالیا.... دوسری طرف بلیک زیرو ہی تھا۔

”دونوں گاڑیاں ڈائمنڈ بیچ پہنچی ہیں.... سب لوگ ہٹ نمبر تین سو گیارہ میں اتر گئے ہیں۔“

آپ کی تلاش شروع ہو چکی ہے.... پورے شہر میں پولیس گاڑیاں دوڑتی پھر رہی ہیں۔!“

”اچھی خبر ہے....!“ عمران طویل سانس لے کر بولا۔ ”ہٹ نمبر تین سو گیارہ کی نگرانی جاری رہتی چاہئے.... معلوم کرو کہ اُن لوگوں میں انکھم بھی موجود ہے یا نہیں فی الحال سارے آدمیوں کو وہیں لگا دو.... اس ہٹ سے تعلق رکھنے والے ایک ایک فرد پر نظر رکھی جائے۔“

”بہت بہتر جناب....!“

”ویش آل....!“

”دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔ عمران نے ریسیور رکھ کر پھر اٹھالیا اور سر سلطان کے نمبر ڈائل کئے۔ اُن سے رابطہ قائم ہو جانے پر حالیہ واقعات سے متعلق مختصر رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔ ”سلیمان اور جوزف کو جیل میں کوئی تکلیف نہ ہونی چاہئے.... فی الحال میں خود ان کی رہائی نہیں چاہتا۔!“

”لفظ ’نہیں‘ کا نام ہے تنظیم سے بغاوت۔!“ نکولس اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا غرایا۔
 ”فی الحال ناشتہ کرو.... باتیں بعد میں ہوں گی!“ ڈاکٹر الٹھم ایک سنڈوچ اٹھاتا ہوا بولا۔
 اس پر نکولس نے اتنی سختی سے دانت بھینچے تھے کہ جبروں کے عضلات ابھر آئے تھے۔ اس
 نے قہر آلود لہجے میں کہا۔ ”شکریہ.... میں ناشتہ کر چکا ہوں.... میرے ساتھ سامان تھا۔!“
 الٹھم مزید کچھ کہے بغیر خاموشی سے کھانا رہا۔ اب وہ نکولس کی طرف دیکھ ہی نہیں رہا تھا۔
 کھانا ختم کر کے اُس نے کافی کا جگ لبریز کیا اور پائپ سلگانے لگا۔
 ”میا اب گفتگو ہو سکے گی....؟“ نکولس نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔
 ”گفتگو ختم ہو چکی۔!“

”میا مطلب....؟“

”مجھے وجہ معلوم ہونی چاہئے۔!“
 ”اچھا تو سنو.... تم نے اپنے اختیارات سے تجاوز کیا ہے؟ تمہیں ہدایت ملی تھی کہ مخالف
 تنظیم کے سربراہ اعلیٰ کا پتہ لگاؤ لیکن تم نے چلی سطح کے لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔!“
 ”ان میں دہشت پھیلائے بغیر اس مقصد کا حصول ناممکن تھا۔!“

”اچھی بات ہے.... کافی دہشت پھیلا چکے ہو.... اب بتاؤ سربراہ کون ہے۔!“
 ”ایک شخص کی دخل اندازیوں کی بناء پر کامیاب نہ ہو سکا.... جب تک اُسے ختم نہیں کر دیتا
 یہاں سے ہلوں گا بھی نہیں۔!“

”تم شاید.... عمران کی بات کر رہے ہو....!“ نکولس کے ہونٹوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ
 نمودار ہوئی۔

”ہاں.... ہاں....!“ الٹھم چونک کر اُسے گھورنے لگا۔

”تم عمران کے بارے میں کیا جانتے ہو۔!“

”ایک گھٹیا سابلیم ملٹر ہے لیکن میرے آخری حملے کی تاب نہ لاسکے گا۔ اس وقت پولیس
 اُسے سارے شہر میں تلاش کرتی پھر رہی ہے۔ میں نے پولیس کو باور کروا دیا ہے کہ عمران
 میرے لئے کام کر رہا ہے۔!“

”تم اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے.... اسی لئے آٹھ بڑوں کا فیصلہ ہے کہ فوری

”کیوں....؟“ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”ظاہر ہے.... یہ چکر محض اسی لئے چلایا گیا ہے کہ پولیس قریب کے آدمی کے پیچھے پڑ
 جائے لہذا اس وقت سارے شہر میں میری تلاش جاری ہے۔!“
 ”اچھی بات ہے....! میں دیکھوں گا کہ کیا کر سکتا ہوں....!“
 ”شکریہ....!“ عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔



ڈاکٹر الٹھم اُس عمارت میں تنہا نہیں تھا۔ ایک آدمی اور بھی تھا جس سے ابھی تک اس کی
 ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ وہ پچھلی رات یہاں پہنچا تھا۔ اُسے یہاں تک پہنچانے والے نے شب
 بری کے لئے کمرے میں ضروری انتظامات کر دیئے تھے اور الٹھم کے ایماء پر اس سے کہہ دیا تھا
 کہ ڈاکٹر الٹھم صبح سے پہلے نہیں مل سکے گا۔ یہ ایک پستہ قد اور بھاری جبروں والا آدمی تھا۔ الٹھم
 جیسے لمبے ترنگے آدمی کے سامنے بونا ہی لگتا تھا۔ لیکن جسمانی قوت اس کی بے حد جاندار آنکھوں
 سے پوری طرح نمایاں تھی۔

ناشتہ الٹھم نے خود ہی تیار کیا تھا اور اُسے اس کے کمرے سے ڈائننگ روم میں بلا لایا تھا۔

میز پر دونوں آنے سامنے بیٹھے۔

”ڈاکٹر الٹھم....!“ اس نے ناشتہ شروع کرنے سے قبل ہی کہا۔ ”میرا نام نکولس ہے اور
 میں آٹھ بڑوں کا سفیر ہوں۔!“

”اچھا.... تو تم نویں بڑے آدمی سے کیا کہنا چاہتے ہو!“ ڈاکٹر الٹھم نے ترش لہجے میں پوچھا۔

نکولس استہزائیہ انداز میں ہنس کر بولا۔ ”میں کسی نویں بڑے سے واقف نہیں ہوں۔!“

”اب واقف ہو جاؤ....!“ الٹھم اپنے سینے پر ہاتھ مار کر بولا۔

”خیر تم جو کچھ بھی ہو.... مجھے پیغام پہنچانا ہے اور پیغام ہے تمہاری فوری واپسی.... فی الحال

.... یہاں کی تنظیم توڑی جا رہی ہے۔!“

”وجہ....؟“ الٹھم اُسے گھورتا ہوا غرایا۔

”میں وجہ نہیں جانتا.... تمہیں فوری طور پر اپنے جزیے میں واپس جانا ہے۔!“

”جب تک مجھے وجہ نہ معلوم ہو.... میں نہیں جاسکتا۔!“

”تم نے دیکھا کہ.....!“ ڈاکٹر الٹھم حقارت سے ہنس کر بولا۔ ”اگر میں یہ کام جیفرے کی بجائے کسی مقامی آدمی سے لیتا تو عمران شے میں پڑ کر اپنا کوٹ ہرگز نہ اتارتا۔ سب کچھ میری توقعات کے مطابق ہوا ہے۔ جانتے ہو میں نے ایسا کیوں کیا۔!“

”نہیں.....!“

”رینا ولیمز کے فرار سے زیادہ پولیس کیلئے عمران اہم ہو گیا ہے۔ موقع واردات پر عمران کے ملازمین کا پکڑا جانا اس کے لئے اس امر کی دلیل بن گیا ہے کہ عمران معمولی معاوضے پر ہمارے لئے کام کر رہا ہے۔!“

”لیکن..... پھر عمران پر لاسکی حملہ کیوں کر لیا تھا۔!“

”میں جانتا ہوں کہ عمران شے میں مبتلا ہو کر کوٹ اتارے گا اور اُسے ریسور کا سراغ مل جائے گا۔ ظاہر ہے اس کے بعد کوٹ پہنچنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا..... بہر حال عمران بچ گیا..... اس سے کیپٹن فیاض کے اس شے کو اور تقویت ملی کہ وہ مجھ سے ملا ہوا ہے اور جب اسے اطلاع ملی کہ رینا ولیمز جیل سے فرار ہو گئی اور عمران کے دونوں ملازم بھی اس کے مددگاروں میں سے تھے تو اُسے یقین ہو گیا کہ لاسکی حملے کا ذرا امہ اس کے گھر پر اس لئے اسٹیج کیا گیا کہ رینا ولیمز کی طرف سے اس کی توجہ ہٹ رہی ہے۔!“

”لیکن..... آخر وہ جیل سے کس طرح فرار ہو سکی۔!“

”نہایت آسانی سے..... لاسکی حربے نے بڑی دیر تک جیل پر پرواز کر کے خاصا خوف و ہراس پھیلایا تھا..... پہرے دار چاروں طرف بھاگتے پھر رہے تھے۔ اس انتشار کے عالم میں وہ وہاں سے نکال لائی گئی۔!“

”اب کیا پروگرام ہے.....!“

”میں نے اسی لئے تمہیں بلایا ہے کہ آئندہ کے لئے کوئی پروگرام مرتب کیا جاسکے۔!“

”اس سے پہلے میں مارک ایولن کے متعلق جاننا چاہوں گا کہ اچانک ذہنی توازن کیسے کھو بیٹھا؟“

”اس کا ذمہ دار بھی عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اطلاعات کے مطابق عمران نے فلپ کے باڈی گارڈ کا روپ دھار کر اس نے مارک ایولن سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ مجھے یقین ہے اس کے لئے کنفیشر استعمال کیا گیا تھا اور تم جانتے ہو کہ اگر کنفیشر کا

طور پر یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔!“

”میرا آٹھ بڑوں سے کوئی تعلق نہیں ہے..... تم جانتے ہو۔!“

”اگر یہ بات ہے تو باقاعدہ طور پر استغفے دو..... اور لاسکی حربہ مجھے واپس کر دو.....!“

”یہ ناممکن ہے.....!“

”اچھی بات ہے.....!“ نکولس اٹھتا ہوا بولا۔

”بیٹھو..... بیٹھو..... ہم ایک دوسرے کے دشمن تو نہیں ہیں۔!“

”نہیں شکریہ..... میں نے پیغام تم تک پہنچا دیا..... اب نہیں رک سکتا.....!“

”اچھی بات ہے..... لیکن جانے سے پہلے ایک چیز دیکھ لو.....!“

”کیا ہے.....؟“

”میرے ساتھ آؤ۔!“ الٹھم بھی اٹھتا ہوا بولا۔ ”میں تم پر ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ فی الحال

یہاں میری موجودگی کتنی ضروری ہے۔!“

وہ اُسے ایک راہ داری میں لایا جہاں دونوں جانب متعدد کمرے تھے ایک کمرے کا دروازہ

کھولتے ہوئے کہا۔ ”تم خود دیکھ سکتے ہو۔!“

وہ پیچھے ہٹ آیا اور نکولس نے جیسے ہی دروازے میں قدم رکھا..... الٹھم نے اس کی کمر پر

ایک زوردار لات رسید کی وہ منہ کے بل کمرے میں گرا اور قبل اس کے کہ دوبارہ اٹھتا الٹھم

دروازہ بند کر کے مقفل کر چکا تھا۔

ساتھ ہی اُس نے ایک زوردار قہقہہ لگا کر کہا۔ ”میں تمہیں ساتھ ہی لے چلوں گا فکر نہ کرنا۔!“

نکولس اندر سے دہاڑا۔ ”تم بچھتاؤ گے..... تنظیم سے غداری کی سزا تمہیں ضرور ملے گی۔“

الٹھم قہقہہ لگاتا ہوا وہاں سے ہٹ آیا۔

دوسرے کمرے میں آکر اُس نے فون پر کسی کے نمبر ڈائل کئے اور اُس سے فوراً وہاں پہنچنے

کو کہا۔ پھر شاید تین منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ کسی نے باہر سے گھٹی بجائی۔

الٹھم نے خود ہی صدر دروازہ کھولا..... آنے والا بھی اسی کی طرح سفید قام تھا۔

”کیا خبر ہے.....؟“ الٹھم نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

”پولیس عمران کی تلاش میں ہے۔ شہر سے نکاسی کے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دی گئی ہے۔!“

”شٹ اپ.... میں تمہارا ماسٹر ہوں.... مجھے پڑھانے کی کوشش نہ کرو.... رینا ولیمز بذات خود ایک بہت بڑی تنظیم ہے۔ اس کے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتا۔“

”کیا ہم ایک بہت بڑے خطرے سے دوچار نہیں ہیں۔“

”بہت جلد ہم یہاں سے چلے جائیں گے.... تم فکر نہ کرو....!“

”وہ چند لمحے کچھ سوچتا رہا.... پھر بولا۔“خیر.... اس وقت طلبی کا مقصد....!“

”جفرے عمران کو پہچانتا ہے.... اتنا باصلاحیت ہے کہ میک اپ میں بھی اسے پہچان لے گا۔ تم اسے ساتھ لے کر عمران کی تلاش جاری رکھو.... پولیس کو میں نے اس کے پیچھے لگایا ہے لیکن پولیس کے ہاتھ لگنے سے پہلے ہی اسے ختم کر دینا چاہتا ہوں....! اور سنو.... مجھ سے بدول ہونے کی ضرورت نہیں۔! میں جو کچھ بھی کر رہا ہوں اس کا تنظیم کے مفاد سے گہرا تعلق ہے۔ یہ میں بعد میں بتاؤں گا۔!“

وہ چلا گیا۔



تین دن سے ڈائمنڈ بیچ کے ہٹ نمبر تین سو گیارہ کی نگرانی ہو رہی تھی۔ عمران نے بھی اس کے مینوں کو دیکھا لیکن ان میں انکھم نہیں تھا اور وہ لوگ ابھی تک ڈائمنڈ بیچ سے باہر نہیں نکلے تھے۔ رینا ولیمز سمیت تعداد میں چار تھے۔ تین مرد کبھی کبھی ہٹ کے باہر ہی دیکھے جاتے تھے البتہ رینا ولیمز کسی وقت کھڑکی کے قریب بھی نہ دیکھی گئی۔ یہ تینوں مرد دیسی تھے۔ ایک سے عمران بھی واقف تھا۔ یہ تھا شہر کا مشہور اسمگلر شہباز۔ لیکن ابھی تک قانون کی گرفت میں نہ آسکنے کی بناء پر شہر کے ”اشراف“ میں شمار کیا جاتا تھا۔

اور سرکاری نوعیت کی ضیافتوں کے لئے مہمانوں کی فہرست میں بھی مستقل طور پر پایا جاتا تھا۔ عمران کسی وقت بھی انہیں رینا ولیمز سمیت حراست میں لے سکتا تھا۔ لیکن اس طرح بنیادی مقصد فوت ہو جاتا.... وہ تو انہیں انکھم تک پہنچنے کا وسیلہ بنانا چاہتا تھا۔

بہر حال ان کی نگرانی جاری رہی۔ دوسری طرف جوزف اور سلیمان نے پولیس کو من و عن دی کچھ بتایا تھا جو ان پر گزری تھی۔ جیل کی پشت پر اس جیب میں پائے جانے کے متعلق انہوں نے بتایا کہ وہ عمران کے طلب کرنے پر وہاں پہنچے تھے۔ ظاہر ہے کہ پھر ان پر کون کان دھر تاکہ

استعمال معینہ وقت سے زیادہ طویل ہو جائے تو معمول ذہنی طور پر مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔!“

”تب تو یہ بھی ممکن ہے کہ اس نے مارک ایولن کے سارے ممبروں کے متعلق معلومات حاصل کر لی ہوں۔!“

”تمہیں فکر مند نہ ہونا چاہئے.... تم مارک کو جانتے ہو لیکن وہ تم سے واقف نہیں تھا۔ بہتو کو تم بھی نہیں جانتے! میں نے فی الحال ہر اس شخص سے رابطہ ختم کر دیا ہے جسے مارک جانتا تھا۔!“

”واقعی تم گریٹ ہو ڈاکٹر لیکن یہ ضرور جاننا چاہوں گا کہ اچانک ہم ہنگامہ آرائی پر کیا آمادہ ہو گئے۔!“

”بالکل ذاتی معاملہ ہے۔!“

”ذاتی معاملہ....؟“ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

”ہاں.... رینا ولیمز کی طرف سے پولیس کی توجہ ہٹانے کے لئے میں نے لاسکی حربے

استعمال شروع کیا تھا۔“

”کیا وہ اتنی ہی اہم ہے....؟“

”جو اس مت کرو.... تمہیں اس سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہئے۔!“

”ڈاکٹر انکھم تنظیم کو ذاتیات سے کیا سروکار۔!“

انکھم نے سختی سے ہونٹ بھنپے اور اسے گھورتا رہا۔ پھر بولا۔ ”کنولس کو پچھلی رات تم

یہاں پہنچا گئے تھے؟“

”ہاں میں ہی لایا تھا۔!“

”اس سے کیا باتیں ہوئی تھیں....؟“

”کچھ بھی نہیں....!“

”ہوں.... تو تمہیں اس پر اعتراض ہے کہ میں نے ذاتی اغراض کے لئے ہنگامہ برپا کیا۔!“

”ہرچے صیہونی کو ہونا چاہئے۔“

”میں تنظیم سے الگ بھی کوئی چیز ہوں....!“

”بے مغز گویوں کی بات نہ کرو....! انکھم! تنظیم سے الگ ہم کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔“

اس دوران میں انہوں نے ایک بار بھی عمران کی شکل نہیں دیکھی تھی اور بعض اجنبیوں کے تور سے اس کے پیغامات ان تک پہنچتے رہے تھے۔ بہر حال وہی ہوا جو ایسے حالات میں ہوا کرتا ہے عمران کی گرفتاری کے احکامات باضابطہ طور پر جاری کر دیے گئے تھے۔ اور اب وہ ایک مع لنگڑے کے میک اپ میں شہر کی سڑکیں ناپتا پھر رہا تھا۔

ڈاکٹر داور سے بھی یہ بات چھپی نہ رہ سکی تھی کہ اب عمران کی کیا پوزیشن ہے لیکن پچھے تجربات کی بناء پر وہ جانتے تھے کہ مقامی پولیس اس کے خلاف غلط فہمی میں مبتلا ہو جانے کی عادت ہو چکی ہے۔ لہذا اُسے ان سے الٹھم کے لاسکی حربے کا تود حاصل کر لینے میں کوئی دشواری ہوئی۔ یہ اپنے کٹرول سسٹم سمیت جیمز بانڈ بریف کیس میں محفوظ تھا۔

طریق استعمال ذہن نشین کر لینے کے بعد وہ ان کی تجربہ گاہ سے رخصت ہو گیا۔

سلیمان اور جوزف کے متعلق اسے اطلاع مل چکی تھی کہ وہ جیل میں بھی عیش کر رہے ہیں اس لئے پوری دلجمعی سے الٹھم کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ اسے یقین تھا کہ ڈائمنڈ بیج کے ہر نمبر تین سو گیارہ ہی کے توسط سے الٹھم کا سراغ مل سکے گا۔ اس لئے اب اس نے یہی مناسب سمجھا کہ زیادہ تر ڈائمنڈ بیج ہی میں رہ کر نگرانی کرنے والوں سے رابطہ قائم رکھے۔

اس وقت وہ بریف کیس ہاتھ میں لئے لنگڑاتا ہوا بیج ہوٹل میں داخل ہوا تھا۔

دوپہر کے کھانے کے وقت یہاں شاذ و نادر ہی کوئی میز خالی نظر آتی تھی۔ لیکن اس وقت اُسے بہر حال بیج ہوٹل میں داخل ہونا ہی تھا کیونکہ وہ دو سفید فام غیر ملکیوں کا تعاقب کرتا تھا یہاں تک پہنچا تھا۔ ان میں سے ایک تو وہی تھا جس نے تین دن پہلے اس کے کوٹ میں لاسکی حربے کا ریسور چپکایا تھا اور دوسری شکل اجنبی تھی۔

عجیب اتفاق تھا کہ نہ ان دونوں کو کوئی خالی میز مل سکی اور نہ عمران کو....!

انہوں نے لپچ بکس خریدے اور ہوٹل سے باہر نکل کر ساحل کی طرف چل پڑے۔ عمران نے بھی ان کی تقلید کی۔

ساحل پر چھتریوں کے نیچے بے شمار لوگ نظر آرہے تھے۔ وہ دونوں بھی ایک جگہ جا بیٹھے۔ عمران اُن سے اتنا دور نہیں تھا کہ اُن کی گفتگو نہ سن سکتا۔ البتہ اُس کی پشت اُن کی طرف تھی۔ اس وقت اُن میں سے ایک کہہ رہا تھا۔ ”کچھ پتا نہیں کولس کیوں آیا تھا اور کہاں غائب

ہو گیا۔“

”رینا ولیمز کہاں ہے....؟“ دوسرے نے پوچھا۔

”میں نہیں جانتا.... لیکن یہ عورت ہی ہماری دشواری کا باعث بنی ہے۔“

”عورت تو ساری دنیا کی دشواری کا باعث ہے.... پیدا ہوتے ہی اس نے مرد کو جہنم کا مستحق بنادیا تھا۔“

”تم میرا مطلب نہیں سمجھے....! الٹھم نے یہ سارا ہنگامہ محض اس لئے برپا کیا تھا کہ پولیس کی توجہ رینا ولیمز کی طرف سے ہٹا سکے، ورنہ لاسکی حربہ اس لئے نہیں تھا کہ ذرا سی بات کے لئے استعمال کیا جائے۔“

”تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ الٹھم نے بڑوں کے احکامات کی خلاف ورزی کی ہے۔“

”سنو! میرا خیال ہے کہ کولس اس کے لئے کوئی برا پیغام لایا تھا اور آج کی گفتگو کے بعد سے

میں اس کے علاوہ اور کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتا کہ الٹھم تنظیم سے باغی ہو گیا ہے۔“

”میں نہیں سمجھا.... تم کیا کہنا چاہتے ہو....؟“

”وہ کہہ رہا تھا کہ میں نواں بڑا ہوں مجھے آٹھوں کی کوئی پرواہ نہیں۔“

”یہ سن لینے کے باوجود تم اس کے لئے کام کر رہے ہو.... اور مجھے بھی گھسیٹتے پھر رہے ہو۔“

”مجبوری ہے.... وہ ہمارا سربراہ بنایا گیا ہے۔“

”آٹھ بڑوں نے اُسے ہمارا سربراہ بنایا تھا.... اگر وہ اُن کی بڑائی کا منکر ہے تو ہم میں سے کوئی

بھی اُسے ٹھوکر مار سکتا ہے۔“

”بات سوچنے کی ہے۔“

کچھ دیر وہ خاموش رہے.... پھر ایک بولا۔ ”اب میں تصدیق کئے بغیر اس کے لئے کوئی کام

نہیں کروں گا۔ میں عمران کی تلاش میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔“

”اس نے کہا تھا کہ تم عمران کو میک اپ میں بھی پہچان لو گے۔“

”ہاں....! یہ میری اسپیشلٹی ہے.... میں لوگوں کو ان کی چال سے پہچان لیتا ہوں۔ لاکھ

میک اپ ہو لیکن کوئی بھی اپنے چلنے کے انداز پر قابو نہیں پاسکتا۔“

عمران اس اتفاق پر دل ہی دل میں ہنسا کہ وہ ایک لنگڑے کے میک اپ میں ہے۔ اتفاق ہی کہاں

”آٹھ بڑے غافل تو نہیں ہیں....!“ عمران کا جواب تھا۔

”اوہ.... اوہ.... اندر نکولس قریب المرگ ہے.... اور وہ غائب ہو گیا۔!“

”اور کون ہے اندر....؟“

”کوئی بھی نہیں! پوری عمارت خالی ہے....!“

”نکولس کو کیا ہوا....؟“

”اس کے سینے پر دو گولیاں لگی ہیں۔!“

”چلو....!“ عمران اس کا ہاتھ پکڑ کر عمارت کی طرف مڑتا ہوا بولا۔ بائیں ہاتھ میں بریف

کیس اب بھی موجود تھا۔

وہ عمارت کے اندر پہنچے اور اجنبی نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا۔

وہاں ایک لاش پڑی تھی جس کے سینے سے خون بہہ بہہ کر فرش پر چاروں طرف پھیل گیا تھا!

”یہ تو مر چکا ہے....!“ عمران نے اجنبی کو گھورتے ہوئے کہا۔

”ہاں.... لل.... لیکن....! یہ بتا کر مرا ہے کہ اللکھم اپنے جزیے میں جائے گا۔!“

عمران نے اُسے تیز نظروں سے گھورا لیکن کچھ بولا نہیں۔ فوری طور پر نہیں پوچھنا چاہتا تھا کہ اس کا جزیہ کیا ملا ہے۔

”تو یہ نکولس ہے....؟“ اس نے اجنبی سے سوال کیا۔

”ہاں.... پچھلی رات میں نے ہی اللکھم تک پہنچایا تھا۔!“

”کیا وہ نہیں جانتا تھا کہ اللکھم کہاں ہے....؟“

اجنبی چونک کر اُسے گھورنے لگا۔

”اس طرح نہ دیکھو.... میں میڈاگاسکر سے آیا ہوں.... ضروری نہیں کہ میں نکولس کے

بارے میں بھی کچھ جانتا ہوں۔!“

”لیکن تم ہم میں سے تو نہیں معلوم ہوتے۔!“

”ختری ہوں.... آٹھ بڑے مجھ سے ذاتی طور پر واقف ہیں.... بس اب چپ چاپ یہاں

سے نکل چلو.... ورنہ مقامی پولیس....!“

”چلو.... میرا نام مارکوس ہے....!“

چاہئے ورنہ اُسے کیا معلوم تھا کہ کوئی ایسا آدمی اس کی تلاش میں ہے جو چلنے کے انداز سے لوگوں کو پہچان سکتا ہے۔ لنگڑے پن میں چلنے کے اصل انداز کے انکشاف کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

”لیکن تم اللکھم کے عتاب سے کیسے بچو گے اگر تم نے اس کے احکامات کی تعمیل نہ کی۔!“

”جاؤ اس سے کہہ دینا.... اگر وہ آٹھ بڑوں کا پابند نہیں ہے تو میں بھی اسے کچھ نہیں

سمجھتا.... میرے منہ آیا تو مارا جائے گا اور تم بھی اس سے کنارہ کشی اختیار کر کے بڑوں سے براہ

راست احکامات حاصل کرو.... انہیں اس کی بدینتی سے آگاہ کر دو۔!“

”میں بھی یہی سوچ رہا ہوں اللکھم شائد پاگل ہو گیا ہے۔ لیکن فی الحال ہمیں کیا کرنا چاہئے۔!“

”کچھ بھی نہیں.... وہ خود ہی چوہوں کی طرح چھپا بیٹھا ہے۔ ہمارا کیا باز لے گا۔!“

”اچھی بات ہے میں فی الحال جا کر اس سے کہہ دیتا ہوں کہ تم بیمار ہو گئے ہو.... عمران کی

تلاش میں میرا ساتھ نہیں دے سکتے اور پھر اس دوران میں ہم بڑوں سے رابطہ قائم کرنے کی

کوشش کریں گے۔!“

عمران نے مڑ کر دیکھا.... آخری جملہ اجنبی کی زبان سے نکلا تھا اور جبکہ مطلب یہی تھا کہ

یہاں سے دونوں کی راہیں الگ الگ ہو جائیں گی.... عمران دوسرے آدمی کا تعاقب کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد دونوں آگے پیچھے شہر کی جانب روانہ ہوئے تھے۔ عمران پرانے موڈل کی

شیورلٹ میں تھا اور سفید قام اجنبی چھوٹی فیٹ میں۔

شہر پہنچ کر اجنبی نے اپنی گاڑی موڈل ٹاؤن کی ایک بڑی مملات کے سامنے روکی تھی....

کپاؤنڈ کا پھانک بند تھا۔ گاڑی سے اتر کر اُس نے پھانک کو دھکا دے کر کھولا اور پیدل ہی عمارت کی

طرف بڑھتا چلا گیا۔

عمران نے سڑک کے دوسرے کنارے پر گاڑی روکی اور اُسے عمارت کی طرف بڑھتے دیکھتا

رہا۔ دس منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ وہ پھر دکھائی دیا.... دوڑتا ہوا پھانک کی طرف آ رہا تھا۔

بدحواسی کے عالم میں اپنی گاڑی کا دروازہ کھول ہی رہا تھا کہ عمران لنگڑے پن کی ادکاری

ترک کر کے تیزی سے اس کے پاس پہنچا۔

”کیا بات ہے....؟“ اُس نے پروقار لہجے میں پوچھا۔ ”کیا وہ اندر موجود نہیں ہے۔!“

”تم.... تم.... کون ہو....؟“ اجنبی ایک قدم پیچھے ہٹا ہوا نکلا۔

”میرے کئی نام ہیں.....!“ عمران بولا۔ ”لیکن مجھے تم لیو کاس کہہ سکتے ہو۔!“

گاڑی کے قریب پہنچ کر مارکوس نے اس سے پوچھا ”تم کہاں مقیم ہو.....؟“
”یہ بتانا تنظیم کے اس شعبے کے مفاد میں نہ ہوگا جس سے میرا تعلق ہے لیکن میں تم سے تفصیلی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔!“

”میری قیام گاہ پر چلو.....!“ مارکوس بولا۔

آگے پیچھے دونوں گاڑیاں روانہ ہوئی تھیں۔ کچھ دیر بعد وہ شہری آبادی سے نکل کر قومی شاہراہ پر ہو گئے۔ مارکوس ایک زرعی فارم کا ٹھیکیدار ثابت ہوا۔ کھیتوں کے وسط میں چھوٹی سی عمارت کے قریب گاڑیاں رکی تھیں۔

”تمہارے ساتھ کتنے لوگ ہیں یہاں.....؟“ عمران نے مارکوس سے پوچھا۔

”بس میں اور میری سیکریٹری۔!“

”تم سب عورتوں کے خط میں مبتلا ہو.....!“ عمران نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

مارکوس نے اسے گھور کر دیکھا لیکن کچھ بولا نہیں۔ وہ اندر آئے۔ برآمدے میں ایک عورت دکھائی دی تھی۔ غالباً وہی اس کی سیکریٹری تھی۔ صحت مند اور قبول صورت تھی۔ عمر پچیس اور تیس کے درمیان رہی ہوگی۔ وہ اُن کے ساتھ کمرے میں نہیں آئی تھی۔

”ہاں.....! کیا باتیں کرنا چاہتے ہو.....“ مارکوس نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے تھکی تھکی سی

آواز میں کہا۔

”کیا آج کسی وقت انکم سے تمہارا اختلاف رائے ہوا تھا!“ عمران نے پوچھا۔

”ہاں..... آج صبح.....!“

”کس مسئلے پر گفتگو ہوئی تھی.....!“

”مجھے ایسا محسوس ہوا تھا کہ وہ تنظیم کے خلاف باغیانہ خیالات رکھتا ہے اس پر میں الجھ گیا تھا۔!“

”باغیانہ خیالات کی وضاحت کرو.....!“

”میں نے اس سے پوچھا تھا کہ اس نے خواہ مخواہ اتنا ہنگامہ کیوں برپا کیا جبکہ تنظیم حکمت عملی

اور پر امن ذرائع سے مقصد براری پر یقین رکھتی ہے۔ اُس نے کہا کہ وہ اس کا نجی معاملہ ہے۔ ریٹا

ولیمز کی طرف سے پولیس کی توجہ ہٹائے رکھنے کے لئے اس نے لاسکی حربے کا استعمال کیا تھا۔“

”لیکن میری معلومات کے مطابق وہ پہلے سے لاسکی حربے کو مزگوہن کے بندروں پر

آزماتا رہا ہے۔!“

”میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا..... جیفرے اس کا دست راست ہے۔ اسے علم ہوگا

لیکن اب وہ تنظیم کی حمایت میں اس سے بدلہ ہو گیا ہے۔!“

”صبح جب اُسے ملے تھے تو تم نے یہی کوٹ پہن رکھا تھا۔!“

”کیوں.....؟“ مارکوس بے ساختہ چونک پڑا۔

”میری بات کا جواب دو.....!“

”ہاں..... لیکن کیوں.....؟“

”اچھی طرح یاد کر کے بتاؤ کیا گفتگو کے دوران میں اس نے تمہارے جسم کے کسی حصے کو

ہاتھ لگایا تھا.....!“

”نہیں..... تم آخر یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو.....!“

”جس شخص کے ساتھ تم بیچ ہوٹل میں تھے وہ کون ہے.....؟“

”اوہ..... تو تم..... ہمارا پیچھا کرتے رہے تھے..... وہ جیفرے تھا۔!“

”اس سے کس طرح مل بیٹھے تھے.....؟“

”انکم نے کہا تھا کہ اس سے ملوں.....!“

”اس سے یقیناً تمہاری اتنی بے تکلفی ہو سکتی ہے کہ وہ تمہارے جسم پر ہاتھ مار مار کر قہقہے

لگائے۔!“ عمران نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اور مارکوس جھنجھلا کر اٹھتا ہوا بولا۔ ”تم

آخر مجھے کیوں زچ کر رہے ہو۔!“

”جیفرے..... انکم ہی کا آدمی ہے.....! تنظیم کا وفادار نہیں.....! انکم نے تمہیں اس

کے پاس اس لئے بھیجا تھا کہ وہ تمہاری موت کا سامان کر دے۔!“

”یعنی..... کہ..... یعنی کہ.....!“

”تمہارے کوٹ پر ٹھیک دل کے مقام پر لاسکی حربے کا ریسور موجود ہے۔!“

”نہیں.....!“ مارکوس اس طرح اچھل پڑا جیسے دل ہی کے مقام پر گولی لگی ہو.....!

پھر اُس نے اپنا کوٹ اتار پھینکا تھا ٹھیک اسی وقت اس کی سیکریٹری کمرے میں داخل ہوئی۔

”ڈاکٹر کی کال تھی.... پوچھا تھا تم گھر پر ہو یا نہیں....؟“ اس نے اطلاع دی۔

”تم نے کیا کہا....؟“

”میں نے.... کہہ دیا کوئی اجنبی ساتھ ہے....!“ اس نے کہا اور فرش پر پڑے ہوئے کوٹ کو گھورنے لگی۔!

”ہوں.... اچھا.... جاؤ....!“

سیکرٹری چلی گئی۔

”ڈاکٹر سے مراد غالباً انکھم ہے۔!“

”ہاں.... انکھم.... لیکن وہ نہیں جانتی کہ اس کا نام انکھم ہے۔!“

”کیا تم دن میں کئی بار لباس تبدیل کرنے کے عادی نہیں ہو۔!“

”صرف قمیض تبدیل کرتا ہوں.... ایک ہی سوٹ کئی دن استعمال میں رہتا ہے۔!“

”گلد.... اچھا تو اس کوٹ کو سامنے صوفے پر ڈال دو.... اور دوسرا کوٹ پہن لو....!“

”تنت.... تم ہی.... اٹھا کر ڈال دو....!“ مارکوس ہٹلایا۔

”تم نے کبھی اس کا ریسپور دیکھا ہے....؟“

”نہیں....!“

”میں دکھاتا ہوں....!“ عمران نے کوٹ اٹھا کر اس کے قریب آتے ہوئے کہا۔ ”یہ دیکھو!

یہ اسکلنگ پلاسٹک شپ کا ننھا سا گلرا.... اسی میں ریسپور پوشیدہ ہے۔! ذرا ٹھہرو.... میرا خیال

ہے کہ ابھی اس کی ایک کال اور آئے گی۔!“

اس نے کوٹ صوفے کی پشت گاہ پر ڈال دیا اور پھر بولا۔ ”سیکرٹری سے کہہ دو.... اگر کوئی

کال آئے تو ہولڈ آن کر کے تمہیں اطلاع دے۔!“

مارکوس چلا گیا.... تھوری دیر بعد واپس آکر بولا۔ ”میں پہنچا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجی

تھی.... انکھم ہی تھا.... اس نے کہا کہ عمران نے اپنے آدمیوں سمیت اس کی قیام گاہ پر حملہ کیا

تھا.... نکولس مارا گیا اور اب وہ خود کسی اور جگہ مقیم ہے۔ مجھ سے کہا ہے کہ میں تیار

رہوں جفرے پہنچ رہا ہے.... جو مجھے اس کی موجودہ قیام گاہ تک پہنچا دے گا۔!“

”ٹھیک.... اگر تم کوٹ اتار بھی چکے ہو گے تو کہیں جاتے وقت عادیابی کوٹ پہنوں گے؟“

عمران نے پوچھا۔

”ہاں....!“

”اچھی بات ہے.... تو اب لاسکلی حربے کے منتظر رہو....!“

”نن.... نہیں....!“ مارکوس خوف زدہ لہجے میں بولا۔

”میرا خیال ہے کہ جفرے ہی اُسے آپریٹ کرتا ہے۔!“

”میں نہیں جانتا....!“

”ابھی دیکھ لو گے.... کیا یہ ممکن نہیں کہ اپنی سیکرٹری کو کچھ دیر کے لئے یہاں سے ہٹا دو!“

”تک.... کیوں....؟“

”اگر وہ انکھم کو نہیں جانتی تو ان معاملات سے اسے لاعلم رکھنا ہی بہتر ہو گا۔! ہاں.... انکھم

نے تم سے اس اجنبی کے بارے میں تو نہیں پوچھا جس کا ذکر تمہاری سیکرٹری نے اس سے کر دیا تھا۔!“

”پوچھا تھا.... میں نے کہہ دیا ایک مقامی زمیندار تھا بزنس کے سلسلے میں آیا تھا۔ چلا گیا۔!“

”سمجھ دار آدمی معلوم ہوتے ہو۔!“

”مجھے بتاؤ.... تم کیا کرو گے.... اگر لاسکلی حربہ مجھ پر استعمال کیا گیا۔!“

”بتا دوں گا.... پہلے تم اپنی سیکرٹری کو کہیں چلتا کرو....!“

وہ پھر کمرے سے چلا گیا اور عمران نے جلد ہی گاڑی اشارت ہونے کی آواز سنی.... مارکوس

نے واپسی میں دیر نہیں لگائی تھی۔ لیکن اس کا چہرہ زرد تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سارے جسم کا

خون نچوڑ لیا گیا ہے۔

”بیٹھ جاؤ....!“ عمران نے اس سے کہا۔ ”ڈرو نہیں.... اگر وہ آیا بھی تو سیدھا تمہارے

کوٹ کی طرف جائے گا اور جب اسے چھید کر واپس پلٹنے لگے گا تو میں اسے تباہ کر دوں گا۔!“

”تنت.... تم.... تباہ کر دو گے....؟“

”ہاں.... آٹھ بڑوں کے حکم کے مطابق.... اور پھر انکھم کو پکڑ کر لے جاؤں گا۔!“

صوفہ دروازے کے سامنے پڑا تھا۔ دفعتاً اس کے حلق سے گھٹی گھٹی سی آواز نکلی۔

دستِ قضا کمرے میں داخل ہو کر سامنے پڑے ہوئے کوٹ میں پیوست ہو چکا تھا۔

عمران کا بریف کیس کھلا اور اس سے ایک سیاہ رنگ کا ذبہ نکل کر دستِ قضا کے مقابل فضا

میں بلند ہو گیا۔

پھر مارکوس کی سمجھ میں نہ آ سکا کہ کس طرح انکھم کے لاسکی حربے کے پرچے اڑ گئے تھے۔
ڈبہ پھر برف کیس میں واپس چلا گیا۔... عمران نے اسے بند کرتے ہوئے مارکوس سے کہا۔ ”ایک
حکم کی تعمیل ہو گئی.... ابھی دوسرا باقی ہے۔ اچھا اب تم جیفرے یا اور کسی کے منتظر رہو۔! میں
برابر والے کمرے میں جا رہا ہوں۔ لاسکی حربے کی واپسی میں دیر لگے گی تو آپٹر کا یہاں پہنچنا
لازمی ہو جائے گا۔!“

عمران برف کیس سنبھالتا ہوا برابر کے کمرے میں چلا گیا۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ قدموں کی چاپ سنائی دی اور کسی کی زبان سے ”ارے“ نکلا۔

پھر عمران نے مارکوس کی آواز سنی جو آنے والے پر برس پڑا تھا۔

”یہ دیکھو....! اگر یہ کوٹ میرے جسم پر ہوتا تو میرا کیا حشر ہوتا۔!“

”میں نہیں سمجھا.... تم کیا کہہ رہے ہو....!“ دوسری آواز۔

”لاسکی حربہ....!“

”کہاں ہے....؟“ بے ساختہ پوچھا گیا۔

اس کے جواب میں مارکوس نے قہقہہ لگایا تھا۔

”کیا بات ہے....؟ صاف صاف کہو....!“

”اُسے آٹھ بڑوں نے تباہ کر دیا۔!“

”بکو اس مت کرو....!“

اتنے میں عمران وہاں پہنچ چکا تھا.... کسی تیسرے کی موجودگی نے جیفرے کو بوکھلا دیا۔

”یہ لک.... کون ہے....؟“

”مسٹر لیوکاس.... آٹھ بڑوں کے ایجنٹ.... مڈاگا سکر سے آئے ہیں۔!“

جیفرے نے بڑی پھرتی سے ریو الوور نکالا تھا۔

”بتاؤ.... لاسکی حربہ کہاں ہے....؟“ وہ ریو الوور کو جنبش دے کر دھاڑا۔ ”بتاؤ ورنہ تم

دونوں کو ختم کر دوں گا۔!“

”تم انکھم کے لئے تنظیم سے غداری کے مرتکب ہو رہے ہو....! میں تمہیں ضرور سزا

دوں گا۔!“ عمران ایک قدم آگے بڑھتا ہوا بولا۔

”میں فائر کر دوں گا۔!“

”ضرور کر دو....!“ وہ پھر آگے بڑھا۔

اور سچ جیفرے نے فائر جھونک مارا۔ عمران نے قلابازی کھائی اور اس طرح گرا کہ پھر نہ اٹھا۔

”ٹھہرو....! تم کہاں چلے....؟“ جیفرے نے مارکوس کو لاکارا۔

مارکوس جو دوسرے کمرے کی طرف بڑھا تھا رک گیا اور مڑ کر اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے

جیفرے نے جھپٹ کر بائیں ہاتھ سے اس کا گریبان پکڑا اور جھنکادیتا ہوا دھاڑا۔ ”لاسکی حربہ کہاں
ہے....؟“

”لل.... لیوکاس نے تباہ....!“

وہ جملہ پورا نہیں کر پایا تھا کہ جیفرے اچھل کر دوڑ جا پڑا.... اور اب اس کا ریو الوور عمران کے

ہاتھ میں تھا۔

عمران ریو الوور مارکوس کو دیتا ہوا جیفرے کی طرف بڑھا۔ وہ دوبارہ اٹھ رہا تھا۔ لیکن عمران کی

ٹھوکر پیشانی پر پڑی اور وہ کراہ کر ڈھیر ہو گیا۔

”ٹھہرو.... ٹھہرو....!“ مارکوس آگے بڑھتا ہوا بولا۔ ”مارنہ ڈالنا.... یہی ہمیں بتائے گا

کہ ڈاکٹر کہاں ہے۔!“

عمران نے جیفرے کا گریبان پکڑ کر اٹھایا اور سیدھا کھڑا کر دیا۔ اس کے چہرے پر خون کی

لکیریں تھیں.... ٹھوکر سے پیشانی زخمی ہو گئی تھی۔

”مم.... میں.... نہیں جانتا.... ڈاکٹر کہاں ہے؟“ وہ آستین سے چہرہ صاف کرتا ہوا بولا۔

”زندہ دفن کر دوں گا....!“ عمران نے کہتے ہوئے اس کے پیٹ پر گھونسا مارا اور وہ پیٹ

بکڑے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔

پانچ چھ منٹ تک دوبارہ گفتگو کرنے کے قابل نہیں ہو سکا تھا۔

اس کے بعد اس نے اعتراف کیا کہ انکھم نے مارکوس کو اس کے پاس اسی لئے بھیجا تھا کہ اس

کے کوٹ سے لاسکی حربے کا ریسور لگادیا جائے۔

”حربے کا کنٹرولنگ آپریشن کہاں ہے....؟“ عمران نے پوچھا۔

”میری گاڑی میں.....!“ جیفرے نے جواب دیا۔

”گاڑی کہاں ہے.....؟“

”باہر.....!“

”اب انکھم کے بارے میں بتاؤ.....!“

”میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے..... اس نے مجھے فون پر ہدایات دی تھیں۔!“

”کیا تم جانتے ہو کہ کولس کہاں ہے.....؟“ مارکوس نے پوچھا۔

”انکھم نے فون پر بتایا تھا کہ وہ عمران کے ہاتھوں مارا گیا اور اب وہ موجودہ رہائش گاہ کو چھوڑ کر کہیں اور مقیم ہے۔!“

”لاسلکی حربہ ہمیشہ تمہاری ہی تحویل میں رہا ہے۔!“ عمران نے سوال کیا۔

”ہاں..... اور اب وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔!“

”کیوں.....؟“

”وہ اس کے ضائع ہو جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔!“

”اچھی بات ہے تو پھر میں ہی تمہیں مار ڈالوں گا۔!“ عمران مغموں لہجے میں بولا۔ ”اس نالائق“

کے ہاتھوں کیوں مرد.....!“

دفعۃً باہر سے کسی گاڑی کی آواز آئی اور مارکوس دروازے کی طرف بڑھا۔ عمران جیفرے۔

گھورے جا رہا تھا۔ مارکوس باہر نکل گیا تو اُس نے آہستہ سے کہا۔ ”بہتری اسی میں ہے کہ

انکھم کا پتہ بتا دو.....!“

”وہ اتنا احمق نہیں ہے کہ آسانی سے ہاتھ آجائے..... کسی پر بھی اعتماد نہیں کرتا۔“

ہو سکتا ہے اُس نے خود ہی کولس کو قتل کر دیا ہو۔!“

”اچھی بات ہے اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو مجھ سے تعاون کرو..... ورنہ جس طرح اُس۔“

مارکوس کا خاتمہ کر دینا چاہتا تھا اسی طرح تمہیں بھی اپنے خلاف ایک شہادت تصور کر کے صفحہ ۲۰

سے مٹا دینے کی کوشش کرے گا۔“

”میں سمجھتا ہوں.....!“

”میرا خیال ہے کہ وہ یہاں سے فرار ہو جانے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن لاسلکی حربہ تمہاری

تحویل میں نہیں چھوڑ جائے گا۔ اس کے حصول کے لئے تم سے ضرور رابطہ قائم کرے گا۔!“

”یہ بھی درست ہے.....!“

”اس لئے یہ بے حد ضروری ہے کہ میں ہر وقت تمہارے قریب رہوں.....!“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں.....!“

اتنے میں مارکوس واپس آ گیا۔

”کون تھا.....؟“ عمران نے پوچھا۔

”سیکرٹری تھی.....! میں نے اُسے پھر ایک جگہ بھیج دیا ہے..... وہ دو گھنٹے سے پہلے واپس نہ

آئے گی۔!“

”ٹھیک ہے.....! اچھا اب تم جیفرے کی مدد کرو تاکہ وہ اپنا حلیہ درست کر سکے میں اُس کے

ساتھ جاؤں گا اور تم اپنے فارم ہی تک محدود رہنا۔ فون پر کوئی کال آئے تو گھنٹی بجنے دینا.....

ریسیور نہ اٹھانا۔“

جیفرے کی مرہم پٹی ہو جانے کے بعد مارکوس نے کافی تیار کی اور تینوں بیٹھ کر کافی پینے

لگے۔ کمرے کی فضا پر بوجھل سا سکوت طاری تھا۔

عمران نے سب سے پہلے لاسلکی حربے کے کنٹرولنگ آپریشن پر قبضہ کیا۔ اس کے بعد

جیفرے اپنی گاڑی میں روانہ ہوا تھا اور عمران کی گاڑی اس کے پیچھے تھی۔! جیفرے اُسے اپنے بنگلے

پر لایا۔ اس کا قیام شہر ہی کی ایک جدید ترین عمارت والی بستی میں تھا۔



ڈائمنڈ بیچ کے ہٹ نمبر تین سو گیارہ سے ایک مرد اور ایک برقعہ پوش عورت برآمد ہوئی۔

اتنی زیادہ پردہ نشین معلوم ہوتی تھی کہ نقاب میں بھی کہیں کوئی ایسی جھری نہیں تھی جس سے

چہرے کی رنگت ہی کا اندازہ ہو سکتا۔ ہاتھوں میں سفید دستانے تھے اور پیروں میں ایسے جوتے جن

سے پیروں کی رنگت بھی نہ ظاہر ہو سکے۔ مرد شلوار اور شیر وانی میں تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی دیہی

رئیس اپنی بے حد پردہ والی بیوی کو شہر دکھانے لایا ہو۔

وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھے اور ٹیکسی چل پڑی۔ صفحہ ۲۱ اپنی گاڑی میں اُس کا تعاقب کر رہا تھا۔ جیسی

زائس میٹر پر اُس نے ایکس ٹو کو اس تعاقب کی اطلاع دی۔

جیفرے کے چہرے سے بدحواسی مترشح تھی۔ وہ چند لمبے عمران کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔
 ”اب مجھے یقین آگیا ہے کہ وہ مجھے بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔!“
 ”بیٹھ جاؤ۔۔۔!“ عمران نے ہاتھ ہلا کر نرم لہجے میں کہا۔
 جیفرے بیٹھ گیا اس کے چہرے کانپ رہے تھے۔۔۔ کچھ دیر بعد اس نے سر اٹھا کر کہا۔ ”ویسے
 بھی مجھے مرنا ہی ہے کیونکہ اب لاسکی حربہ کہاں سے فراہم کروں گا۔!“
 ”تم مجھے بتاؤ کہ لاسکی حربہ کہاں پہنچاتا ہے۔!“
 ”فیدر پوائنٹ کے ہٹ نمبر ستائیس میں۔۔۔!“
 ”فرض کرو تم یہیں اپنے گھر میں بیٹھے رہو۔ اس کے حکم کی تعمیل نہ کرو۔۔۔ تو کیا ہو گا۔!“
 ”اب تو جو کچھ میں نے سوچا ہے وہی ہو گا۔!“ جیفرے اٹھتا ہوا بولا۔ چہرے پر پائی جانے والی
 سراسیمگی کا فور ہو چکی تھی۔ اس کی بجائے آنکھوں میں کسی اٹل ارادے کی جھلکیاں تھیں۔ عمران
 بغور اس کا جائزہ لیتا رہا۔
 دفعتاً جیفرے بولا۔ ”مجھے خوشی ہے کہ مارکوس کے قتل کا مرتکب نہ ہو۔ کا اور میں یہ بھی
 جانتا ہوں کہ تم کون ہو۔۔۔ یہ میری خصوصیت ہے کہ لوگوں کو ان کی چال کے انداز سے پہچان
 لیتا ہوں۔!“
 ”ہو سکتا ہے۔۔۔!“ عمران نے لا پرواہی سے کہا۔ ”میں بہر حال آٹھ بڑوں کا ایجنٹ ہوں۔!“
 ”اگر تم نہ ہو تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ میں اپنی تنظیم سے متفر ہو چکا ہوں۔!“
 ”تو پھر مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔۔۔ میں یہاں آٹھ بڑوں کا مستقل ایجنٹ ہوں۔!“
 ”تم جھوٹ بول رہے ہو۔!“
 ”اچھی بات ہے۔۔۔ ابھی ثابت کئے دیتا ہوں۔۔۔ مارکوس نے یونہی خواہ مخواہ مجھ سے
 تعاون نہیں کیا تھا۔!“
 عمران نے لاسکی حربے کا کنٹرولنگ آپریشن سامنے والی میز پر رکھ دیا اور اپنا بریف کیس
 کھول کر اپنے حربے کے کنٹرولنگ آپریشن کا سوچ آج کیا۔
 بریف کیس سے سیاہ رنگ کا وہ ڈبہ برآمد ہوا جس میں الیکٹرونکس پوشیدہ تھا۔ ڈبہ لاسکی
 حربے کے کنٹرولنگ آپریشن کی سطح تک بلند ہوا اور دوسرے ہی لمحے میں اس کے پرچے اڑ گئے۔

نیکسی اس ڈاک کے قریب پہنچ کر رر کی جہاں سے ساحلی تفریح گاہوں کے لئے اسٹیمر چھو
 کرتے تھے۔
 صدر نے انہیں ایک اسٹیمر پر سوار ہوتے دیکھا۔ ان اسٹیمروں ہی پر بنگ آفس ہوا کرتے
 تھے جن سے مسافروں کو فوری طور پر نکٹ مل جاتے تھے۔
 صدر نے پھر جی بی ٹرانس میٹر پر ایکس ٹو کو اطلاع دی۔
 ”وہ ڈائمنڈ بیج کے ڈاک سے ”الفخر“ نامی اسٹیمر پر سوار ہوئے ہیں۔ میں اپنی گاڑی ڈاک سے
 قریب چھوڑ کر اسٹیمر پر جا رہا ہوں۔ گاڑی کی کنجی ڈرائیونگ سیٹ کے نیچے چھوڑے جا رہا
 ہوں۔۔۔۔۔ اؤور۔۔۔۔۔ اینڈ آل۔۔۔۔۔!“
 دوسری طرف سے کہا گیا۔ ”تم نے وہیں ٹھہر کر عقل مندی کا ثبوت دیا ہے۔ عورت
 ساتھی غیر اہم تھا۔ ڈائمنڈ بیج کے ہٹ نمبر تین سو گیارہ میں اب کوئی نہیں ہے۔ متقل کر دیا
 ہے۔ بقیہ لوگ بھی تمہارے پاس پہنچ رہے ہیں۔ اؤور اینڈ آل۔۔۔۔۔!“
 صدر نے اطمینان کا سانس لیا۔!



عمران جیفرے کو گھورے جا رہا تھا۔ وہ اس کے سامنے سر جھکائے بیٹھا تھا۔
 اچانک فون کی گھنٹی بجی۔۔۔۔۔ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”اگر الیکٹرونکس کی کال ہو تو کہہ دینا
 مارکوس کا کام تمام کر دیا۔!“
 جیفرے کے چہرے سے ناگواری مترشح تھی۔ اس نے اٹھ کر کال ریسیو کی۔
 ”ہاں۔۔۔۔۔ ڈاکٹر۔۔۔۔۔!“ وہ کہہ رہا تھا۔ ”کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔۔ اچھا۔
 بہت اچھا۔۔۔۔۔ لیکن اس میں۔۔۔۔۔ کم از کم تین گھنٹے صرف ہوں گے۔۔۔۔۔ ایک ضروری کام میں ا
 گیا ہوں۔۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔۔!“
 ریسیور رکھ کر وہ عمران کی طرف مڑا۔
 ”کس کام میں تین گھنٹے لگیں گے۔۔۔۔۔؟“ عمران نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔
 ”اس تک لاسکی حربہ پہنچانے میں۔۔۔۔۔!“
 ”کہاں پہنچانا ہے۔۔۔۔۔؟“

جیفرے بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

سیاہ ڈبہ اتنی دیر میں عمران کے بریف کیس میں واپس پہنچ چکا تھا۔ وہ اس کا ڈھکنا بند کرتا ہوا بولا۔ ”دیکھا تم نے....؟“

”نت.... تم نے.... اُسے بھی تباہ کر دیا....!“

”مجھے یہی حکم ملا تھا کہ اسے مکمل طور پر تباہ کر دو....!“

”اور.... یہ....!“ جیفرے نے عمران کے بریف کیس کی طرف اشارہ کیا۔

”یہ آٹھ بڑوں کی امانت ہے.... ورنہ یہاں کون ہے جو اس قسم کی کوئی چیز ایجاد کر سکے۔!“

”مم.... مجھے یقین آ گیا.... شاید اسی لئے انکم تمہیں ختم کر دینا چاہتا ہے۔ اگر اُسے علم

ہو جائے کہ کنٹرولنگ آپریٹس بھی تباہ کر دیا گیا تو وہ پاگل ہو جائے گا۔ اب وہ ہاتھ بھی بیکار ہو گیا جو گلا گھونٹ دیتا تھا لیکن مجھے حیرت ہے کہ تم آٹھ بڑوں کے ایجنٹ کیسے بن گئے جب کہ تنظیم تمہارے ملک کے مفاد میں کام نہیں کر رہی۔!“

”ایسی تو کوئی بات نہیں....!“

”تم کیا سمجھتے ہو....؟“

”ان کا جھگڑا یہاں کی ایک عیسائی جماعت سے ہے۔!“

”قطعی نہیں....! انکم محض ایک عورت کے لئے ان لوگوں سے جھگڑ بیٹھا ہے۔ ریٹا ولیمز

جس ملٹری اتاشی کی پرسنل اسٹنٹ تھی۔ اس سے انکم کا جھگڑا ہوا تھا.... اور جھگڑے کا باعث

ریٹا ولیمز ہی تھی۔ صرف میں اور مارکوس اس راز سے واقف ہیں۔ دوسروں کو انکم نے یہی باور

کرایا ہے کہ وہ آٹھ بڑوں کے حکم سے ان لوگوں کا خاتمہ کر رہا ہے۔ ہم دونوں کو انکم کے تحت

کام کرنے والے دوسرے ممبر نہیں جانتے۔!“

”لیکن نکولس کو مارکوس ہی نے انکم تک پہنچایا تھا۔!“ عمران بولا۔

”نکولس اسرائیل سے آیا تھا اور مارکوس سے اس کی ذاتی واقفیت تھی۔ بہر حال انکم راستے

سے ہٹ گیا تھا۔!“

”ہمارے ملک کو کس طرح نقصان پہنچایا جا رہا تھا۔!“

”ایک پڑوسی ملک کے لئے جاسوسی جو تمہارے خلاف بڑے پیمانے پر فوجی تیاریاں کر رہا

ہے۔!“

”اوہو....!“ عمران کی آنکھوں سے فکر مندی مترشح ہو رہی تھی۔

”اب کیا خیال ہے....؟“

”سوچنا پڑے گا۔!“

”مجھے سچ مچ صیہونی ہتھ کنڈوں سے نفرت ہو گئی ہے۔ مجھ جیسے بہت سے یہودی پڑا من

بقائے باہمی پر ایمان رکھتے ہیں۔! دنیا میں صیہونی بالادستی کے خواب نہیں دیکھتے، اور پھر تمہارے

ملک میں اتنے دن گزارنے کے بعد مجھے اسلامی اخلاقی قدروں سے بے حد لگاؤ ہو گیا ہے۔!“

”اس کے باوجود بھی تم مارکوس کو ختم کر دینے پر آمادہ ہو گئے تھے۔!“

”ہرگز نہیں....! میں صرف اُسے یقین دلانا چاہتا تھا کہ انکم اس کی زندگی کا خواہاں ہے۔

زبانی سمجھانے پر بات ذہن نشین نہ ہوتی۔ میں نے اس کے کوٹ میں ایسا ریسورٹ لہایا تھا جو اس کی

حربے کو اس کے جسم سے ایک بالشت کے فاصلے پر روک دیتا۔ پھر میں اندر آکر اُسے بتاتا کہ یہ

حملہ حقیقتاً اُسے ختم ہی کر دینے کے لئے تھا۔!“

”پھر تم فوراً ہی کیوں اندر نہیں آئے تھے۔!“

”میں انکھن میں پڑ گیا تھا۔ لاسکی حربے کے تباہ ہوتے ہی کنٹرولنگ آپریٹس میں بالکل نئی

تبدیلیاں پیدا ہوئی تھیں۔!“

”خیر.... تو اب کیا ارادہ ہے....؟“

”پہلے تم اعتراف کرو کہ آٹھ بڑوں کے ایجنٹ نہیں ہو.... اس کے بعد ہی کوئی بات

ہو سکے گی۔!“

عمران کچھ نہ بولا۔ اس کی آنکھوں میں پھر گہرے تفکر کے آثار نظر آنے لگے تھے.... کچھ

دیر بعد اس نے کہا۔ ”تم کوئی بات کرو یا نہ کرو.... اس سے کیا فرق پڑتا ہے لاسکی حربے میں تباہ

کر چکا۔ اب انکم سے بھی نپٹ لوں گا.... وہ سمجھتا ہے کہ میں اُس سے مرعوب ہو گیا ہوں۔ خیر

دیکھوں گا.... اچھا.... اچھا.... میں چلا۔!“

”اس نے اٹھ کر اپنا بریف کیس سنبھالا تھا۔

”ٹھہرو.... اب مجھے تمہانہ چھوڑو....!“

”پھر کیا کروں.... تمہارے لئے.... جب تک انکھم کا تصفیہ نہیں کر لیتا میں یقیناً آٹھ بڑوں کا ایجنٹ ہوں۔ اس کے بعد دیکھوں گا کہ تنظیم میرے ملک کے خلاف کیا کر رہی ہے۔!“

”سنو....! انکھم کے دوسرے ماتحت مجھے اور مارکوس کو نہیں جانتے.... ہو سکتا ہے کچھ

ایسے بھی ہوں جنہیں ہم نہ جانتے ہوں۔!“

”ہاں.... آں.... اس کا امکان ہے۔!“

”میری دانست میں وہ ہمیشہ سے تنظیم کی بجائے اپنے ذاتی مفاد کا زیادہ خیال رکھتا رہا ہے۔!“

”تو پھر.... میں....!“

”میری پوری بات سنو.... اگر تین گھنٹے کے اندر لاسکی حربہ اس تک نہ پہنچا تو شائد میں ختم کر دیا جاؤں.... اس لئے اب میں تمہارے ہی ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔!“

”مجھے کوئی اعتراض نہیں.... لیکن کیوں نہ ہم ویسا ہی ایک ہینڈ بیگ بازار سے خرید لیں جس میں لاسکی حربہ اپنے کنٹرولنگ آپریشن سمیت رکھا جاتا تھا۔!“

”اس سے کیا ہو گا....؟“

”تم وہی لے کر فیدر پوائنٹ چلو.... باقی سب کچھ میں دیکھ لوں گا۔!“

”اچھی بات ہے....! جیفرے نے طویل سانس لی۔



صفدر اپنے ساتھیوں کا منتظر ہی تھا کہ ایک بار پھر ہٹ نمبر ستائیس کا دروازہ کھلا۔ باہر اندھیرا پھیل چکا تھا۔ اس لئے وہ ہٹ سے برآمد ہونے والوں کی شکلیں نہ دیکھ سکا۔ لیکن دو افراد اسے نظر آئے تھے جو قریب ہی کھڑی ہوئی ایک گاڑی پر بیٹھے تھے اور گاڑی مغرب کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔ صفدر بے بسی سے ہاتھ متارہ گیا.... کچھ دور دوڑا بھی تھا۔ آس پاس کہیں کوئی دوسری گاڑی نہیں دکھائی دی تھی۔

پتا نہیں اب ہٹ نمبر ستائیس بالکل خالی تھا یا ابھی کچھ اور لوگ اس میں موجود تھے۔ قصور اس کے ساتھیوں کا بھی نہیں تھا۔ وہ اتنی جلدی فیدر پوائنٹ نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اندھیرے میں وہ اس چٹان کو گھورتا رہا جو کسی پرندے کے پر کی طرح پانی میں جھکی ہوئی تھی۔ اسی چٹان کی وجہ سے یہ ساحل تفریح گاہ فیدر پوائنٹ کہلاتی تھی۔

صفدر پھر ہٹ کے قریب واپس آ گیا۔ اس کی کوئی کھڑکی روشن نہیں تھی اور اب تو وہاں اتنا اندھیرا پھیل گیا تھا کہ برآمدے کی کوئی شے بھی نظر نہیں آ سکتی تھی۔ پھر ایسے میں کیا پتہ چل سکتا کہ اب ہٹ میں کوئی موجود ہے یا وہ بالکل ویران ہو چکا ہے۔!

تھوڑی دیر بعد ایک گاڑی وہیں آ کر رکی۔ صفدر یہ سمجھ کر آگے بڑھنے ہی والا تھا کہ شائد اس کے ساتھی آگئے ہیں۔ دو آدمی گاڑی سے اتر کر برآمدے کی تاریکی میں گم ہو گئے۔ صفدر دیوار سے لگا کھڑا تھا۔ اس نے دروازے پر دستک کی آواز سنی۔

”کون....؟“ کسی نے اندر سے پوچھا۔

”جیفرے....!“ غالباً جواب میں کہا گیا۔

اس کے بعد ہی کھڑکیوں میں مدھم سی روشنی نظر آئی تھی۔ کھڑکیوں پر موٹے پردے پڑے ہوئے تھے۔ دروازہ کھلا اور بند ہو گیا۔



جیفرے کے پیچھے عمران تھا.... دونوں ہٹ نمبر ستائیس میں داخل ہوئے۔ دروازہ بند کر کے تیسرا آدمی ان کی طرف مڑا۔ لیکن یہ انکھم نہیں تھا۔ عمران جیفرے سے متعلق بھی اندازہ نہ کر سکا کہ ان دونوں کے درمیان شناسائی رہی ہو۔

یہ آدمی بھی غیر ملکی تھا۔

”مجھ سے کہا گیا تھا کہ تم تنہا آؤ گے....!“ اس نے جیفرے سے کہا۔

”میرا ایک مقامی دوست ہے ابھی ابھی یہاں ملاقات ہو گئی.... ساتھ ہولیا۔!“

”اے کچھ دیر کے لئے باہر بھیج دو....!“

”اور تم یہاں میرے دوست کو مار ڈالو.... کیوں....؟“ عمران بول پڑا۔

”کیا مطلب....؟ یہ کیا کہہ رہا ہے۔!“ اس آدمی نے جیفرے کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

دفعۃً عمران نے اس پر چھلانگ لگائی اور دبوچ بیٹھا۔ پھر اس نے اس کی جیب سے سائیلنسر لگا ہوا پستول برآمد کر لینے میں دیر نہیں لگائی تھی۔

جیفرے نے اس کے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے۔ عمران نے اسے کرسی پر دھکیلتے ہوئے کہا۔ ”انکھم تنظیم سے غداری کر کے زندہ نہیں رہ سکتا۔!“

”بتاؤ.....!“ عمران دہاڑ کر اس کی طرف جھپٹا۔
”ٹھہرو.....!“

عمران اس کے قریب پہنچ کر رک گیا۔
”وہ اس وقت نودال نامی کارگو جہاز پر موجود ہے۔ مجھے ٹھیک ساڑھے نو بجے اس تک یہ پنڈ بیک پہنچانا ہے۔!“

عمران نے گھڑی دیکھی..... ساڑھے آٹھ تھے۔
”نودال کہاں ہے.....؟“

”کھلے سمندر میں..... ایک تیز رفتار لائچ مجھے نودال تک پہنچائے گی۔!“
”لائچ اس وقت کہاں ہے.....؟“

”اسی ڈاک پر..... سی ہاک نام ہے.....!“
”کیا تم بھی لنگھم کے ساتھ سفر کرو گے؟“

”ہاں میں اس کے ساتھ جاؤں گا۔!“
”اس کے ساتھ اور کتنے آدمی ہیں.....؟“

”اس کی سیکریٹری اور میرے علاوہ کوئی نہیں ہے۔!“

”اگر مقررہ وقت پر سی ہاک نامی لائچ تک نہ پہنچ سکو تو کیا ہو گا۔!“

”وہ روانہ ہو جائے گی اور نودال کے قریب پہنچ کر یہ اطلاع دے گی کہ میں مقررہ وقت تک نہیں پہنچ سکا۔!“

”اس کے بعد کیا ہو گا.....؟“

”میں نہیں جانتا کہ اس کے بعد کیا ہو گا۔!“

دفعتاً جیفر نے آگے بڑھا اور عمران کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اُسے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے الگ چلنے کا اشارہ کیا۔

دروازے کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔ ”یہ شخص جھوٹ بول رہا ہے..... مجھے یقین نہیں ہے کہ سی ہاک نامی کوئی کشتی ڈاک پر موجود ہو۔!“

”فکر نہ کرو..... دیکھیں گے.....!“ عمران نے اس کا شانہ تھپک کر کہا۔

”تنت..... تم کون ہو.....؟“ اجنبی نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔

”تم اسے پہچانتے ہو.....؟“ عمران نے اس کی طرف توجہ دیئے بغیر جیفر سے پوچھا۔
”نہیں.....!“

”تمہارا اندازہ درست تھا.....!“ عمران مسکرا کر بولا۔ ”پنڈ بیک وصول کر کے یہ تمہیں گولی مار دیتا۔“

اجنبی کر سی پر پڑا ہانپ رہا تھا۔

”تمہارا کیا نام ہے.....؟“ جیفر نے اُسے گھورتا ہوا دباڑا۔

لیکن اجنبی نے کوئی جواب نہ دیا۔ عمران نے ہاتھ اٹھا کر جیفر سے کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اجنبی سے بولا۔ ”تم سے پنڈ بیک وصول کر کے وہ تمہیں بھی زندہ نہ چھوڑتا..... خوش قسمت ہو کہ میں اس وقت یہاں موجود ہوں۔!“

”تنت..... تم..... کون ہو.....؟“

”آٹھ بڑوں کا نمائندہ..... لنگھم کو غداری کی سزا دینے کے لئے متعین کیا گیا ہوں۔!“
”کیسی سزا..... کس لئے.....؟“

”وہ تنظیم سے غداری کا مرتکب ہوا ہے.....!“

”میں کچھ نہیں جانتا..... مجھ سے تو یہ کہا گیا ہے کہ اس شخص سے ایک پنڈ بیک وصول کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دوں..... اس کے بارے میں مجھے بتایا گیا ہے کہ اس نے تنظیم سے غداری کی ہے۔!“

جیفر نے لنگھم کو گالیاں دینے لگا۔

”لنگھم کہاں ہے.....؟“ عمران نے اجنبی سے سوال کیا۔

اجنبی نے سختی سے ہونٹ بند کر لئے..... عمران نے جیب سے چاقو نکال کر کھولا۔
کر کر اہٹ کی آواز کمرے کے سنانے میں گونجی۔

”میں تمہارے جسم سے اس وقت تک گوشت کاٹتا رہوں گا جب تک کہ تم لنگھم کا پتہ نہ

بتاؤ.....!“ عمران نے بے حد سرد لہجے میں کہا۔

”نن..... نہیں.....!“

”اس نے ہٹ کے اندر داخل ہونے کی کوشش کی تھی!“ صفدر نے عمران کو بتایا۔ دوسری طرف سے چوہان اس کے چہرے پر نارنج کی روشنی ڈال رہا تھا۔ یہ لڑکی بھی سفید فام تھی۔

”اس کے ہینڈ بیگ سے سائیکلنر لگا ہوا پستول برآمد ہوا ہے۔!“ صفدر نے اطلاع دی۔

عمران نے لڑکی کا ہاتھ پکڑا اور کھینچتا ہوا ہٹ کے اندر لایا۔ جیفر سے جو ایک کرسی پر بیٹھا اونگھ رہا تھا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

عمران نے جھپٹ کر براؤن رنگ کا سوٹ کیس اٹھایا جس میں لاسکی حربے اور کنٹرولنگ سسٹم کے وزن کے برابر پتھر بھرے ہوئے تھے اپنا بریف کیس اس نے پہلے ہی صفدر کی تحویل میں چھوڑا تھا۔

وہ لڑکی کو ڈانمنڈ بیج ہی کے ایک ہٹ میں لایا۔ یہاں اندھیرا تھا۔ ہٹ میں قدم رکھتے ہی لڑکی عمران پر ٹوٹ پڑی۔ اگر عمران ذرا سا چوکتا تو وہ شور بھی مچانا شروع کر دیتی۔ اس نے بڑی پھرتی سے اس کی کپٹیوں پر مخصوص نوعیت کا دباؤ ڈالا تھا اور وہ بیجان سی ہو کر فرش پر گر پڑی تھی۔

اس کے بعد اس نے مختلف جگہوں پر رکھی ہوئی تین موم بتیاں روشن کیں اور لڑکی کے ہوش میں آنے کا منتظر رہا۔ اس میں تین منٹ سے زیادہ نہیں صرف ہوئے تھے۔

لڑکی نے آنکھیں کھولیں اور جلدی سے اٹھ بیٹھی۔

”اب اگر کوئی احتیاطی حرکت کی تو تمہیں اسی طرح گولی مار دی جائے گی جس طرح تم اُسے قتل کرنے والی تھیں۔!“

”مم..... میں..... قتل.....!“ وہ ہکلائی۔

”ہاں..... سامنے والی کرسی پر بیٹھ جاؤ.....!“

لڑکی نے چپ چاپ تعمیل کی۔

”تم اُسے گولی مار کر یہ سوٹ کیس اپنے ساتھ ساحل پر لے جاتیں اور وہاں میں تمہیں گولی مار کر یہ سوٹ کیس اس تک پہنچا دیتا۔ یقین کرو..... میں اس سلسلے کا آخری آدمی ہوں۔!“

”نہیں..... نہیں.....!“

”یقین کرو..... رینا ولیمز اُسے مل گئی ہے..... اب اُسے کسی کی بھی پردہ نہیں۔!“

”رر..... رینا ولیمز..... کو تو وہ..... بلیک میلر..... کہیں نکال لے گیا ہے پولیس اس کی

پھر وہ اسے وہیں چھوڑ کر ہٹ سے باہر چلا گیا تھا۔

اجنبی جیفر سے کو خون خوار نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔

”کیوں.....؟“ دفعتاً اس نے کہا۔ ”تم کیا کرنا چاہتے ہو.....؟“

”جو ہمارا دل چاہے گا۔!“

اجنبی نے قہقہہ لگایا اور بولا۔ ”تم اب بھی نہیں بچ سکو گے..... موت تمہارا مقدر ہو چکی ہے۔ ڈاکٹر بچہ نہیں ہے تم دیکھ لینا.....!“



عمران کو علم تھا کہ اس کے ماتحتوں میں صفدر یقینی طور پر کہیں آس پاس ہی موجود ہو گا کیونکہ اس نے فیدر پوائنٹ پہنچنے تک بلیک زیرو سے رابطہ قائم رکھا تھا اور اُسے پل پل کی خبریں ملتی رہی تھیں۔ باہر نکل کر اس نے اپنے مخصوص انداز میں سیٹی بجائی اور ایک سایہ بڑی تیزی سے اس کے قریب آ پہنچا۔ یہ صفدر ہی تھا جو ہٹ کی دیوار سے لگا کھڑا تھا۔

”ہٹ کے اندر دو آدمی موجود ہیں..... اگر اندر سے کوئی نکلنے کی کوشش کرے تو اُسے باز رکھنا۔!“ عمران نے کہا۔ ”اگر باہر سے کوئی اندر جانے کی کوشش کرے تو اُسے پکڑ لینا..... میں ذرا دیر کے لئے یہاں سے ہٹ رہا ہوں۔ دوسرے بھی پہنچ گئے یا نہیں؟“

”سب آگئے ہیں..... پچھلی طرف کی کھڑکیوں کی نگرانی کر رہے ہیں۔!“

”ٹھیک ہے..... انہیں بھی اس سے آگاہ کر دو.....!“

صفدر کو ہدایت دے کر وہ ڈاک کی طرف آیا۔ یہاں سی ہاک نام کی کوئی کشتی موجود نہیں تھی۔ پھر اس نے نوال نامی مال بردار جہاز کے متعلق چھان بین شروع کی۔ لیکن پچھلے ماہ سے اس نام کا کوئی جہاز بندرگاہ میں داخل نہیں ہوا تھا اور نہ یہی اطلاع ملی تھی کہ مستقبل قریب میں اس نام کا کوئی جہاز بندرگاہ میں داخل ہونے والا ہے۔

اسی دوران میں اس نے کسٹمر کی گشتی کشتیوں کے توسط سے یہ بھی معلوم کر لیا کہ سو میل کے اندر کھلے سمندر میں کوئی جہاز موجود نہیں ہے۔!

ساڑھے نو بجتے میں صرف دس منٹ باقی رہ گئے تھے جب ہٹ نمبر ستائیس کے قریب پہنچا اور یہاں ان لوگوں نے ایک لڑکی کو پکڑ رکھا تھا۔

”یہاں سے چار فرلانگ کے فاصلے پر.... کراؤن نامی ٹرالر.... مجھے یہ ہینڈ بیک اُسی ٹرالر پر پہنچانا تھا۔ پھر کل میں اور ڈاکٹر یہاں سے جزیرے کے لئے روانہ ہو جاتے!“

”کیا وہ اسی ٹرالر پر موجود ہے!“

”ہاں جب میں آئی ہوں تو وہ ٹرالر پر موجود تھا.... برقعہ پوش عورت کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی کہ وہ ریٹا ولیمز ہوگی.... میں اُسے کوئی مقامی عورت سمجھی تھی۔ ٹرالر ہی کے عملے کے کسی آدمی کی عورت....!“

”اچھی بات ہے....“ عمران طویل سانس لے کر بولا۔ ”تم یہ سوٹ کیس اٹھاؤ اور میرے ساتھ چلو....!“

”کہاں چلوں....!“

”اسی ٹرالر تک... خوف زدہ ہونے کی اب کوئی وجہ نہیں...! میں تمہارے ساتھ ہوں۔!“

”ریٹا ولیمز سے پہلے وہ صرف میرا تھا....!“

”یہ بھی خوش فہمی ہے تمہاری جب وہ صرف تمہارا تھا اس وقت بھی مختلف مقامات پر کئی دوسری عورتیں بھی یہی دعویٰ رکھتی تھیں۔!“

”تم اس کے بارے میں یہ سب کچھ کیسے جانتے ہو۔ میں نے تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔!“

”میں تنظیم میں دس چہروں والا کہلاتا ہوں.... آٹھ بڑے مجھے جانتے ہیں یا لنگھم۔!“

”دس چہروں والے سے کیا مراد ہے....؟“

”دس طرح کے بہروپ....! ابھی کچھ نظر آ رہا ہوں.... تھوڑی دیر بعد کچھ نظر آؤں گا۔ ویسے میں لنگھم سے زیادہ خوبصورت ہوں۔!“

”میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں....!“ لڑکی نے جھنجھلا کر کہا۔ ”چلو میں جلد از جلد اس قصبے کو ختم کرنا چاہتی ہوں....!“

وہ دونوں باہر نکلے تھے....! ہٹ نمبر ستائیس کے قریب سے گذرتے ہوئے عمران نے صفدر کو ہدایت دی کہ وہ خود وہیں موجود رہے اور دونوں قیدیوں کو سائیکو مینشن کی حوالات میں منتقل کراوے۔!

پھر وہ لڑکی سمیت ساحل کے اس حصے کی طرف چل پڑا تھا جہاں مبینہ ٹرالر انداز تھا۔

”تلاش میں ہے۔!“

عمران نے قہقہہ لگایا اور بولا۔ ”ریٹا ولیمز اسی کے ساتھ ہے اور اب وہ اسی سمت اپنے جزیرے کی طرف فرار ہو رہا ہے۔ یقین کرو لڑکی اس وقت میں نے تین زندگیاں بچائی ہیں۔ اچھا یہی بتاؤ کہ اس سوٹ کیس میں کیا ہے۔!“

”میں نہیں جانتی....!“

”میں تمہیں دکھاتا ہوں!“ عمران نے کہا اور سوٹ کیس کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

”ارے.... یہ تو.... پتھر کے ٹکڑے ہیں۔!“ لڑکی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

”کچھ لوگوں سے ہمیشہ کے لئے پیچھا چھڑانے کا ایک حیرت انگیز طریقہ....!“

اس نے لڑکی کے چہرے پر بہت زیادہ سراسیمگی کے آثار دیکھے۔

”اس نے ریٹا ولیمز کے لئے اب تک کئی قتل کئے ہیں۔!“

وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر سسکیاں لینے لگی۔ عمران خاموش کھڑا رہا۔ کچھ دیر بعد آگے بڑھا اور اس کا شانہ تھپک کر پر شفقت لہجے میں بولا۔ ”پرواہ مت کرو.... میں اسے دکھاؤں گا کہ تنظیم کے وفادار کیسے ہوتے ہیں۔!“

وہ سر اٹھا کر چند لمحے اُسے دیکھتی رہی پھر بولی۔ ”ہاں یہ حقیقت ہے کہ وہ تنظیم سے باہری ہو چکا ہے اور اب اپنے جزیرے میں پناہ لے گا جہاں اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ لیکن یہ ریٹا ولیمز۔!“

”آج شام تک ریٹا اُسی ہٹ نمبر ستائیس میں اس کے ساتھ تھی.... وہ اسے مقامی عورتوں کی طرح برقعے میں یہاں سے لے گیا تھا۔!“

”برقعے میں....!“ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

”ہاں.... ہاں....!“

وہ مٹھیاں بھیجنے کر دانت پیستی ہوئی بولی۔ ”میں دیکھوں گی.... دونوں کو....!“

”بیٹھ جاؤ.... اب اُس کے خلاف ہم دو ہو گئے ہیں۔!“

”میں نے اُس فشنگ ٹرالر پر ایک برقعہ پوش عورت دیکھی تھی۔!“

”کس فشنگ ٹرالر پر....؟“

”تم نے دیکھا گھوریا.... یہ آخر حربہ تھا۔ اگر تم مجھ سے بچ نکلتیں تو یہ تمہیں قتل کر دیتا۔“
 ”مم.... مگر.... وہ ٹرالر.... کہاں گیا....؟“
 ”یہی بتائے گا۔!“

اس کے بعد عمران نے اس کے دونوں ہاتھ اپنی ٹائی سے باندھے تھے اور اُسے ہوش آنے سے پہلے ہی اس نے اٹھا کر بٹھا دیا۔ یہ کوئی مقامی آدمی تھا۔
 ہوش جلد ہی آگیا تھا۔ عمران نے اس کے چاقو کی نوک اُسی کی گردن پر رکھتے ہوئے فشنگ ٹرالر کراؤن کے متعلق استفسار کیا۔

”وہ کھلے سمندر میں ہے.... دو گھنٹے پہلے یہاں سے چلا گیا۔!“
 ”تمہیں مس گھوریا کے پاس کس نے بھیجا تھا....؟“
 ”اسی صاحب نے جو ٹرالر پر تھا۔!“
 ”کیوں بھیجا تھا....؟“

”ایک سس.... سوٹ کیس کے لئے۔!“
 پھر بڑی مشکل سے اس نے اعتراف کیا تھا کہ وہ اس سے سوٹ کیس لے کر اسے قتل کر دیتا۔

”سوٹ کیس کہاں لے جاتے....؟“
 ”اُسی ٹرالر پر پہنچاتا....!“
 ”کس طرح پہنچاتے....؟“
 ”اپنی کشتی لے جاتا۔!“
 ”کہاں ہے تمہاری کشتی....؟“
 ”قریب ہی موجود ہے۔!“

پھر آدھے گھنٹے کے اندر ہی اندر کسٹم کی گشتی کشتیوں کے ذریعے ٹرالر کو تلاش کرنے کی مہم شروع کر دی گئی تھی۔ لیکن اس کا سراغ کہیں نہ مل سکا۔ دیے کئی دوسرے ٹرالر ملے تھے۔ لیکن ان کے عملے سے بھی کراؤن کے بارے میں معلومات حاصل نہ کی جاسکیں مگر عمران کے محکمے کی حراست میں تھا۔ اسے ڈاکٹر انکمھم کی طرف سے ایک ہزار روپے ملے تھے اور سوٹ کیس پہنچا

لڑکی کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی اس لئے عمران کو بھی اپنی دانست میں ریگنٹا پڑ رہا تھا۔
 کسی نہ کسی طرح وہ اس جگہ پہنچے جہاں کی نشان دہی لڑکی نے کی تھی۔ لیکن آس پاس کوئی ٹرالر نہ دکھائی دیا۔ چاروں طرف سناٹا تھا۔

دفترا لڑکی نے عمران کا بازو پکڑ کر کہا۔ ”تم کہاں سے آئے ہو....؟“
 ”بہت دیر میں تم نے یہ سوال کیا....!“ عمران ہنس کر بولا۔ ”میں شہر میں تھا اس نے فون پر مجھے اطلاع دی تھی کہ ایک لڑکی ہٹ نمبر ستائیس سے برآمد ہوگی.... اس کے ہاتھ میں براؤن رنگ کا سوٹ کیس ہوگا.... اسے ٹھکانے لگا کر سوٹ کیس حاصل کر لینا جسے میں کل کسی وقت منگواؤں گا.... لیکن میں معینہ وقت سے پہلے ہی یہاں پہنچ کر اس کی اصل اسکیم سے واقف ہو گیا۔ اس طرح میں تین زندگیاں بچا سکا۔!“
 پھر وہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ عمران نے اس کا شانہ دبا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا وہ قدموں کی چاپ سن رہا تھا۔

”دیکھو....!“ اُس نے آہستہ سے کہا۔ ”میں یہیں تمہارے قریب موجود ہوں.... کوئی آ رہا ہے۔!“ وہ بڑی پھرتی سے اُس کے پیچھے لیٹ گیا۔
 قدموں کی چاپ تھوڑے فاصلے پر تھم گئی اور کسی نے آہستہ سے کہا ”گھوریا! کیا تم ہو؟“
 ”ہاں.... میں ہوں.... تم کون ہو....!“ عمران نے لڑکی کی آواز سنی۔
 ”میں تمہیں لینے آیا ہوں.... کیا سوٹ کیس تمہارے پاس موجود ہے۔!“
 ”ہاں.... لیکن تم کون ہو....؟“

عمران نے اس سائے کو لڑکی کے قریب آتے دیکھا لیکن اُن کے درمیان کا فاصلہ مزید کم ہونے سے پہلے عمران نے اس پر چھلانگ لگائی۔ حملہ غیر متوقع تھا.... اس لئے وہ منہ سے آواز بھی نہ نکال سکا پھر جب وہ اُسے چھوڑ کر ہٹا تو اس کا شکار بیہوش ہو چکا تھا۔
 ”یہ.... کک.... کیا ہو رہا ہے....؟“ لڑکی ہکلائی۔

”اب دیکھو.... یہ کون ہے....!“ عمران نے جنسل مارچ کی روشنی شکار کے چہرے پر ڈالی۔
 ”میں نہیں جانتی....!“ جواب ملا۔
 عمران نے اس شخص کے پاس سے ایک بڑا سا چاقو برآمد کیا اور لڑکی سے بولا۔

دینے پر مزید دو ہزار کا وعدہ تھا۔

رات کے دو بجے تھے جب وہ سائیکو مینشن واپس پہنچے.... گھور یا بہت زیادہ پریشان تھی۔

”میں اسے اتنا ذلیل نہیں سمجھتی تھی۔!“ اس نے بہت دیر بعد زبان کھولی۔ ”کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ٹرار کہیں چھپا دیا گیا ہو.... ہو سکتا ہے اُسے بروقت علم ہو گیا ہو کہ اس کی سازش بے نقاب ہو چکی ہے۔!“

”ممکن ہے....!“ عمران کا مختصر سا جواب تھا.... اُسے دراصل اب یہ فکر تھی کہ جلد از جلد جیفرے اور مارکوس کو کیپٹن فیاض کے محکمے کے حوالے کر کے جوزف اور سلیمان کی گلو خلاصی کرائی جائے۔ جیفرے اور مارکوس ہی ان کی بے گناہی کے عینی شاہد تھے۔

بہر حال صبح ہوتے ہوتے اُسے سر سلطان کی طرف سے اطلاع مل گئی تھی کہ جوزف اور سلیمان گیارہ بجے تک رہا کر دیئے جائیں گے۔ ناشتے کی میز پر وہ گھور یا کے ساتھ تھا لیکن گھور یا شائد اس لئے خاموش تھی کہ وہ اس کے لئے اب قطعی اجنبی تھا۔ اجنبی اس لئے تھا کہ اپنی اصل شکل میں تھا۔

”تم بہت خاموش ہو....!“ دفعتاً عمران نے اس سے کہا۔

”میں نہیں جانتی کہ تم کون ہو.... پھر تم سے کیا بولوں....!“ وہ زبردستی مسکرائی تھی۔

”کیا میں نے پچھلی رات تمہیں نہیں بتایا تھا کہ لوگ مجھے دس چہروں والا کہتے ہیں۔!“

”نہیں....!“ وہ تمحیرانہ انداز میں اٹھ گئی۔

”بیٹھو.... بیٹھو....!“ عمران ہنس کر بولا۔ ”یہ کوئی ایسی حیرت انگیز بات نہیں ہے پچھلی

رات میں ایک بوڑھے آدمی کے میک اپ میں تھا۔!“

”مجھے اب کسی بات پر یقین نہیں آتا....!“ وہ ٹھنڈی سانس لے کر بیٹھتی ہوئی بولی۔

”اس پر یقین ہونا ہی چاہئے کہ وہ ریٹائرڈ کو نکال لے گیا۔!“

”میں دونوں کو جان سے مار دینا چاہتی ہوں۔!“

”مجھے اُس کے جزیرے تک لے چلو.... تمہاری یہ خواہش پوری کر دوں گا۔!“

”تم نہیں جانتے....؟“

”انکھم کے کتنے ساتھی جانتے ہیں۔!“

”ہاں وہ بہت زیادہ چالاک ہے.... میں یونان کے قریب پہنچ کر رہنمائی کر سکوں گی۔ لیکن

میرے خدا وہ.... جزیرہ....!“

”کیوں....؟“

”ایک پوری فوج بھی اُسے تسخیر کرنے سے عاری رہے گی۔!“

”میں نہیں سمجھا....!“

”وہ کچھ ایسا ہی ہے اسی لئے انکھم تنظیم سے سرکشی کی جرأت کر سکا ہے۔ کوئی اجنبی وہاں قدم نہیں رکھ سکتا۔ جزیرے کا صرف ایک ساحل ایسا ہے جس پر اسٹیرنگر انداز ہو سکتے ہیں اور اس ساحل کی سختی سے نگرانی کی جاتی ہے۔ پورے جزیرے پر چار عمارتیں ہیں۔ ایک سگار کی شکل کی ہے اور ایک ایش ٹرے کی شکل کی ہے۔ ایک بہت بڑی بوتل معلوم ہوتی ہے جو تھپی بھری جہاز سے مشابہ ہے اور ہر وقت متحرک رہتی ہے اگر فضا سے اسے دیکھا جائے تو وہ سطح سمندر پر تیرتا ہوا جہاز ہی لگتی ہے اور یہ سب آن کی آن میں نظروں سے اوجھل بھی ہو سکتی ہیں۔!“

”وہ کس طرح....؟“ عمران نے پوچھا۔

”زمین میں دھنستی چلی جاتی ہیں۔!“ گھور یا بچوں کے سے انداز میں بولی۔ اس وقت اس کے چہرے پر ایسے ہی تاثرات تھے جیسے کوئی ناسمجھ بچہ پرستان کی کہانی سنا رہا ہو۔ چند لمحے خاموش رہ کر پھر بولی۔ ”وہ جزیرے کی سمت اسی لئے بھاگا ہے کہ آٹھ بڑے اُسے معاف کر دیں گے۔!“

”بڑی عجیب بات ہے....!“

”بالکل عجیب بات نہیں.... تنظیم کی مالیات کا آدھے سے زیادہ حصہ انکھم کے جزیرے ہی

سے فراہم ہوتا ہے۔!“

”وضاحت کرتی چلو.... بات پلے نہیں پڑی۔!“

”وہاں سے اعلیٰ پیمانے پر فشیات کی اسمگلنگ ہوتی ہے.... فنش تصاویر والے رسائل چھپتے ہیں جن پر ”مطبوعہ مغربی جرمنی“ کی پرنٹ لائن ڈالی جاتی ہے.... اور اُن کے عوض تنظیم کروڑوں ڈالر سالانہ کماتی ہے۔!“

”مغربی جرمنی کی پرنٹ لائن....!“ عمران اپنا سر سہلاتا ہوا بڑبڑایا۔

”ہاں.... مشرقی وسطیٰ کے اسمگلر سونے اور ڈالروں کے عوض اُن کی بھاری تعداد وہاں

معلوم ہوتے ہو اور کبھی ہوش مند۔“

”میرے والدین کا بھی یہی خیال ہے.... اس لئے اس چکر میں نہ پڑو.... ہمیں صرف ایک بڑا کارنامہ انجام دینا ہے۔“

اسی شام کو وہ ایک بار بردار جہاز پر سوار ہوئے اور گلوریا کو ایک بار پھر حیرت ظاہر کرنی پڑی کیونکہ عمران اس جہاز پر چیف انجینئر کی حیثیت رکھتا تھا۔

”فکر نہ کرو....“ عمران احمقانہ انداز میں ہنس کر بولا۔ ”تم چیف انجینئر کی بیوی ہو....!“

”میں اس قسم کا مذاق پسند نہیں کرتی۔“

”اس کے علاوہ اور کوئی صورت ہی نہیں تھی۔ بار بردار جہازوں پر مسافر نہیں ہوا کرتے۔!“

”ہم فضائی سفر بھی کر سکتے تھے۔!“

”لیکن اس طرح ہم ان جزیروں تک نہ پہنچ سکتے.... اب جو تدبیر ہوگی تم دیکھ ہی لوگی۔!“

”آخر کیا تدبیر ہوگی مجھے بھی تو بتاؤ....!“

”یونان کی طرف بڑھتے ہوئے جب یہ جہاز جزیرہ اسکوپلس کے قریب سے گزرے گا تو میں سخت بیمار پڑ جاؤں گا.... اور ہمیں آرام کرنے کے لئے اسی جزیرے میں اتار دیا جائے گا۔!“

”اُوہ.... تب تو ٹھیک ہے....“ لنگھم کا جزیرہ اسکوپلس اور اسکینز اورا کے درمیان چھوٹے چھوٹے جزائر میں سے ایک ہے۔“

”اسی لئے میں نے اسکوپلس کا انتخاب کیا ہے.... اور یہ بڑی اچھی بات ہے کہ ہم وہاں سیاحت کا موسم شروع ہونے سے پہلے پہنچ رہے ہیں اس لئے ہم اپنا کام بہت سکون سے انجام دے سکیں گے۔“

”سیاحت کے موسم میں ان جزائر کا جواب نہیں ہوتا۔!“ گلوریا بولی۔ ”کہیں قیام کرنے کی جگہ نہیں ملتی.... آج کل سناٹا ہو گا۔ سوائے مقامی آدمیوں کے اور کوئی نہ دکھائی دے گا لیکن تم نے مال بردار جہاز کا انتخاب کر کے غلطی کی ہے۔ وہاں تک پہنچنے میں بہت دن لگ جائیں گے۔!“

”یہ سیدھا یونان ہی جائے گا کہیں رکا بھی تو ایک دن سے زیادہ کے لئے نہیں رکے گا۔!“

”بہر حال لنگھم ہم سے بہت پہلے پہنچ چکا ہو گا۔ کیونکہ وہ خلیج اومان کی کسی بندرگاہ سے فضائی راستہ اختیار کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔!“

سے لے جاتے ہیں۔!“

عمران کی آنکھوں میں گہرے فکر کے آثار تھے.... گلوریا کہتی رہی۔ ”بحری جہاز نمائندات میں منشیات کا کارخانہ ہے۔“ الیش ٹرے ہاؤز میں اسٹوڈیو اور چھاپہ خانہ ہے بوتل اور سگار میں رہائشی فلیٹ ہیں۔!“

”اگر میں تمہیں یونان تک لے جاؤں تو کیا صورت ہوگی۔!“

”سوچنا پڑے گا کیونکہ اسمگلرز کے اسٹیمروں سے اترنے والوں کی تعداد محدود ہوتی ہے اور وہ بھی ایک حد سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ ساحل ہی کے قریب گودام ہیں جن سے ان کی ضروریات پوری کر دی جاتی ہیں۔!“

”کیا وہ جزیرہ یونان کی حکومت کے زیر اثر نہیں ہے....؟“

”اُن اطراف کے کئی چھوٹے چھوٹے جزیرے لوگوں کی ذاتی ملکیت ہیں....!“



پچھلے دو دن سے شہر میں سکون تھا۔ کسی ایسی واردات کی اطلاع نہیں ملی تھی جسے لنگھم کے معاملات سے منسلک کیا جاسکتا۔ عمران نے لنگھم کے جزیرے کے محل وقوع سے متعلق خاصی معلومات فراہم کر لی تھیں اور اس سلسلے میں اپنے محکمے کے غیر ملکی ایجنٹوں سے رابطہ قائم کر کے ان سے بھی گفت و شنید کرتا رہا تھا۔

تیسرے دن گلوریا متحیر رہ گئی جب عمران نے اس سے سفر کے لئے تیار ہو جانے کو کہا۔

”کتنے لوگ ہمارے ساتھ ہوں گے....؟“ اس نے پوچھا۔

”میں اور تم....!“

”شاید بہت زیادہ نشے میں معلوم ہوتے ہو....!“ وہ ہنس پڑی۔

”ہر وقت رہتا ہوں.... تھوڑی سی تبدیلی اپنی شکل میں کروں گا اور تمہارے چہرے پر بھی تمہارے اصل خدو خال نہ ہوں گے۔!“

”صرف ہم دو اس کا کیا بگاڑ لیں گے....؟“

”فکر نہ کرو.... شمالی اسپورٹرز کے جزیرے میرے ہمدردوں سے خالی نہیں۔!“

”اچھی بات ہے.... میں تیار ہوں لیکن تم ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئے، کبھی پاگل

”اچھا.... اچھا.... میں فی الحال کسی بحث میں نہیں پڑنا چاہتی.... میرا دماغ بہت کمزور ہو گیا ہے۔!“

اسکو پلس پہنچتے پہنچتے وہ پوری طرح صحت مند ہو گئی تھی.... لیکن پچھلے تین دنوں سے اُسے عمران کی تیمارداری کرنی پڑ رہی تھی۔

”آخر اس کی کیا ضرورت تھی....!“ ایک بار وہ اسے سوپ پلاتے وقت جھنجھلائی۔

”بدلہ ضرور لیتا ہوں.... کیا میں نے تمہاری تیمارداری نہیں کی تھی!“

”جج جج بیمار ہو تو دل بھی لگے تیمارداری میں.... آخر جہاز والوں کو دکھانے سے کیا فائدہ!“

”کیپٹن کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا کہ میں حقیقتاً انجینئر نہیں ہوں۔!“

”کیا جہاز کا عملہ بھی بالکل نیا ہے....؟“

”نہیں.... اس کمپنی کے دوسرے جہاز سے اس پر میرا تبادلہ ہوا ہے.... میرے بعد سیکنڈ انجینئر عارضی طور پر جگہ سنبھال لے گا۔!“

”میں نہیں سمجھ سکتی کہ اتنے لمبے چوڑے کھڑاگ کی کیا ضرورت تھی۔!“

”یہ تمہارے سمجھنے کی باتیں نہیں ہیں۔!“

اسیکتھوس کے قریب وہ دونوں جہاز سے ایک بڑی دخانی کشتی میں منتقل کر دیئے گئے۔ جو انہیں اسکو پلس کی طرف لے چلی.... کشتی نے انہیں اسکو پلس کے چھوٹے سے ہاربر پر اتارا یہاں ایک اسٹیشن وگین ان کی منتظر تھی۔

سر سبز پہاڑوں کے درمیان چھوٹی چھوٹی سفید اور سادہ عمارتیں بکھری ہوئی تھیں۔ شاید ہی کوئی عمارت دو منزلہ رہی ہو۔

اسٹیشن وگین حرکت میں آئی تو گوریانے کہا۔ ”جون اور جولائی میں جزیرہ خوشبوؤں کا جزیرہ معلوم ہوتا ہے.... چاروں طرف پھول ہی پھول نظر آتے ہیں۔!“

”مگر میری بیماری جون جولائی کا انتظار نہیں کر سکتی تھی....!“ عمران بایں آنکھ دبا کر مسکرایا اور گوریانے جھنجھلا کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

کچھ دیر بعد اسٹیشن وگین ایک چھوٹی سی عمارت کے سامنے رکی۔ باہر کھڑے ہوئے ایک

”تم بالکل فکر نہ کرو.... یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو....!“

”کیا تم جج میرین انجینئر ہو....؟“

”کسی دشمن نے اڑائی ہوگی.... لیکن تم یہاں کسی کو باور کرانے نہ بیٹھ جانا کہ میں میرین انجینئر نہیں ہوں.... اور نہ یہ کہنا کہ ابھی تمہاری شادی نہیں ہوئی۔!“

”تم جیسے اوٹ پٹانگ آدمی کی بیوی کہلانے سے بہتر تو یہی ہوگا کہ سمندر میں چھلانگ لگا دوں۔!“

”اس مہم کے اختتام پر تمہیں اختیار ہوگا۔ چاہے شادی کرو چاہے سمندر میں چھلانگ لگا دو۔!“

”تم آخر ہو کیا بلا....؟“

”اب تک سینکڑوں افراد مجھ سے یہ سوال کر چکے ہیں لیکن کسی کو بھی کوئی معقول جواب نہیں دے سکا۔!“

”مجھے بحرِ سفر سے سخت الجھن ہوتی ہے۔!“

”میرا بھی یہی خیال ہے.... کہ اب تم کمپن میں جا کر سو جاؤ....!“

”میں بھی یہی سوچ رہی ہوں....!“

تیسرے دن گوریانے جج بیمار پڑ گئی تھی اور پھر اُسے معلوم ہوا تھا کہ وہ اوٹ پٹانگ آدمی کتنا اچھا تیمار دار ہے.... اسی دوران میں اُس نے اس کے لئے بے پناہ اپنائیت محسوس کی اور اسے اپنے بچپن کے قصے سنانے میں بہت سی باتیں کر ڈالیں۔

پانچ دن بعد وہ بالکل ٹھیک ہو گئی.... آہستہ آہستہ سمندری ہوا کی عادی ہوتی جا رہی تھی۔ اسی دن اس نے عمران سے کہا۔ ”الگھم کے خلاف میرا غصہ آہستہ آہستہ کم ہوتا جا رہا ہے۔!“

”یہ بُری بات ہے....!“

”میں سوچتی ہوں اس جھگڑے میں پڑنے سے کیا فائدہ.... نئے سرے سے زندگی شروع کروں۔ قطعی بھول جاؤں کہ ماضی میں کیا ہوا تھا۔!“

”اچھا تو پھر میرا کیا ہوگا.... میں اسے زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا۔!“

”آدمی کو صرف اپنا تحفظ کرنا چاہئے۔!“

”اپنے تحفظ کا تو میں قائل ہی نہیں ہوں.... اپنی ذات میں کیا رکھا ہے۔!“

گول مٹول سے آدمی نے ان کا استقبال کیا۔

اسٹیشن وگن میں ڈرائیور کے علاوہ دو آدمی اور بھی تھے انہوں نے نیچے اتر کر عمران کو سہارا دیا تھا اور وہ کراہتا ہوا اُن کے ساتھ چلے لگا تھا۔

موٹے آدمی نے سامان اتارا.... تھوڑی دیر بعد وہاں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں رہ گیا تھا۔
”میرا نام میلگم کوڑ ہے جناب....!“ اس نے عمران سے کہا۔ ”آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی.... میں بہت اچھا باورچی بھی ہوں.... چاکلیٹ کیک.... بکلاوا.... اور کیتیفنی تیار کرنے میں پورا جزیرہ میرا مقابلہ نہیں کر سکتا!“

”بہت بہت شکریہ....! میں عدنان اور یہ مسز عدنان ہیں۔!“

”آپ کوئی بھی ہوں.... شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔ یہ بڑی اچھی بات ہے کہ محترمہ آپ کے ساتھ ہیں۔ ورنہ اس گھر میں آپ کو کوئی سریلی آواز نہ سنائی دیتی۔ میں ساٹھ سال کا ہوں لیکن میں نے اب تک شادی نہیں کی۔!“

”ساٹھ سال کے ہو....؟“ عمران نے بہت زیادہ حیرت ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں جناب....!“

”میرا دعویٰ ہے کہ کوئی تمہیں چالیس سال سے زیادہ کا بھی نہیں کہہ سکتا۔!“

موٹے آدمی کے دانت نکل پڑے اور اس نے بڑے ادب سے کہا۔ ”محترمہ سے معافی کا خواستگار ہوں دراصل میں نے تیس سال کے بوڑھے بکثرت دیکھے تھے اس لئے شادی کی ہمت نہیں کر سکا تھا۔!“

اس پر گلو ریا صرف ہنس دی تھی اور عمران احمقانہ انداز میں اپنے گالوں پر ہاتھ پھیرنے لگا تھا۔ پھر میلگم ان کے لئے کافی تیار کرنے کے لئے چلا گیا تھا۔

دو دن تک وہ آرام کرتے رہے تھے اور عمران نے کسی قدر بحالی صحت کا مظاہرہ شروع کر دیا تھا۔ تیسرے دن سر شام وہ دونوں آدمی پہنچے جنہوں نے ہاربر سے یہاں تک اسٹیشن وگن میں پہنچایا تھا.... یہ دونوں قبر صحری ترک تھے۔ ایک عمران سے گفتگو کر رہا تھا اور دوسرا خاموش تھا۔
”تین جزیرے یہاں سے پچیس میل کے فاصلے پر ہیں اُن میں سے ایک انکھم آئیل کہلاتا ہے۔!“

”ٹھیک ہے وہی جزیرہ ہو سکتا ہے.... کیا تم کبھی اُدھر گئے ہو....؟“

”کل ہم بڑی دیر تک اُس کے گرد چکر لگاتے رہے ہیں۔!“

عمران نے ان عمارات کا ذکر کیا جن کے بارے میں گلو ریا سے معلوم ہوا تھا۔

”عمارتیں اسی صورت میں نظر آسکتی ہیں جب ہم جزیرے پر پرواز کریں۔ چاروں طرف اونچے اونچے پہاڑ ہیں۔ اس کا ہاربر بھی چٹانوں کے درمیان واقع ہے اور اس میں داخلہ ممنوع ہے اگر کوئی زبردستی داخل ہونے کی کوشش کرے تو پھرے دار کو گولی مار دینے کا حق حاصل ہے۔“

”جزیرے کے گرد چکر لگانے پر تو کسی کو کوئی اعتراض نہیں....؟“

”نہیں.... بہتری کشتیاں آس پاس مچھلیوں کا شکار کرتی رہتی ہیں۔!“

”اچھا تو پھر کل صبح کی رہی.... میں بھی مچھلیوں کا شکار کرنا چاہتا ہوں۔!“

”بہت بہتر.... کل ٹھیک نوبے ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔!“

وہ دونوں چلے گئے اور گلو ریا نے عمران سے پوچھا۔ ”کیا میں تجھ تمہارے آلہ کار کی حیثیت رکھتی ہوں۔!“

”خواتین کی حیثیت کے بارے میں میری کوئی ذاتی رائے نہیں ہے۔!“

”تم آدمی ہو یا صرف سوچنے اور حرکت کرنے کی مشین....!“

”کہنا کیا چاہتی ہو....؟“

”کیا میں بد صورت....؟“

”دنیا کی کوئی عورت بد صورت نہیں ہے ہر عورت حسن کا کوئی نہ کوئی پہلو دبائے بیٹھی ہے۔!“

”بکو اس کرنے کی مشین بھی ہو....!“ وہ بُرا سامنہ بنا کر بولی۔

”مرد دو طرح کے ہوتے ہیں....!“

”کیا مطلب....؟“

”یا اُکو ہوتے ہیں.... یا اُلو نہیں ہوتے۔!“

”اپنے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے....!“

”میں سرے سے مرد ہی نہیں ہوں....!“

”میرا بھی یہی خیال ہے....!“ گلو ریا نے جلے کئے لہجے میں کہا۔

ترک ساتھی نے اتنی دیر میں تین بڑی مچھلیاں پکڑی تھیں اور اب انہیں تلنے کے لئے قتلے بنا رہا تھا۔

”کیا تمہیں یقین ہے کہ تم اُن دونوں کو ختم کر دو گی....؟“

وہ کچھ نہ بولی.... تھوری دیر تک خاموشی سے خلا میں گھورتے رہنے کے بعد اس نے کہا۔
”اُن سب دشواریوں کے باوجود نہ جانے کیوں میرا خیال ہے کہ میں تمہاری مدد سے اس میں کامیاب ہو جاؤں گی!“

لائچ سمندر کا سینہ چیرتی آگے بڑھی جا رہی تھی۔

عمران نے پھر دور بین اٹھائی اور مشرق کی سمت دیکھتا رہا۔ ترک ساتھی شاید کچھ کہنا چاہتا تھا۔ مچھلیوں کو چھوڑ کر وہ اس کے قریب آکھڑا ہوا۔

”ہوں....!“ عمران نے اس کی طرف مڑے بغیر کہا۔ ”کیا بات ہے....؟“

”کیا یہ لڑکی انہی لوگوں سے تعلق رکھتی ہے....!“ اُس نے عمران سے پوچھا۔

”ہاں.... آں....!“

”اور آپ کو اس پر اعتماد بھی ہے!“

”جب تک کوئی غلط حرکت سرزد نہ ہو.... اعتماد کرنا ہی چاہئے!“

”میرا تجربہ ہے کہ یہ لوگ کسی حال میں بھی صادق القول ثابت نہیں ہوتے!“

”میرا صرف ایک ہی قول ہے جو کہنے رہو اور کام جاری رکھو.... اگر یہ لڑکی رہنمائی نہ کرتی

تو انکھم کے جزیرے کا سراغ مجھے نہ ملتا.... ویسے تم کہنا کیا چاہتے ہو....!“

”ہو سکتا ہے یہ جال ہمیں پھانسنے کے لئے بچھایا گیا ہو....!“

”نہیں.... اس کا امکان نہیں.... انکھم سچ سچ اس سے چھٹکارا پاتا چاہتا تھا.... میں نے

ثابت کر دیا ہے۔!“

ترک ساتھی خاموش ہو گیا.... چھوٹے چھوٹے جزیروں کا سلسلہ اب قریب ہوتا جا رہا تھا۔

ترک ساتھی نے انکھم کے جزیرے کی طرف اشارہ کیا۔ یہ اونچی اونچی سنگلاخ چٹانوں سے

گھرا ہوا تھا جو دور سے بھی ناقابل عبور معلوم ہوتی تھیں۔

”لیکن ان نگلی چٹانوں کے قلب میں بڑی شادابی ہے۔!“ ترک ساتھی نے کہا۔ ”اگر طیارے

”مجھے بھوک لگ رہی ہے.... پتہ نہیں میلم صاحب اس وقت کیا تیار کر رہے ہیں۔!“

گلو ریا اٹھ کر کچن کی طرف چلی گئی تھی۔

دوسری صبح وہ ایک بڑی سی لائچ میں اسکوپس سے ان جزائر کی طرف روانہ ہوئے مچھلیوں کے شکار کا سامان ساتھ تھا۔ دونوں ترکوں میں سے ایک لائچ اسٹیز کر رہا تھا اور دوسرا گلو ریا کو بتا رہا تھا کہ مچھلیوں کا شکار کس طرح کیا جاتا ہے۔!

عمران دور بین سنبھالے گرد و پیش کا جائزہ لے رہا تھا۔ کچھ دیر بعد گلو ریا اُس کے پاس آ بیٹھی۔

”میرا خیال ہے کہ تم سچ سچ پاگل ہو گئے ہو....!“ اُس نے کہا۔

”کئی بار تم یہی خیال ظاہر کر چکی ہو۔!“

”یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ تم تین آدمی اس مہم پر نکلے ہو۔!“

”پھر کتنے آدمیوں کی ضرورت ہو گی۔!“

”تین سو بھی ناکافی ہوں گے.... یہاں اس جزیرے میں اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا اسی

لئے وہ تنظیم سے بغاوت کی جرأت کر سکا ہے۔!“

”کیا تم بہت چاہتی ہو اُسے....؟“

”میں اُسے قطعاً نہیں چاہتی لیکن اس کے قریب کسی دوسری عورت کا وجود برداشت نہیں

کر سکتی۔ اُس نے میری جگہ ریٹا دلیمز کو کیوں دی۔!“

”جب وہ اسی قسم کا آدمی ہے تو تم نے بھی کسی اور ہی کی جگہ لی ہو گی۔!“

”وہ میری فتح تھی.... مجھے صرف اپنی فتح یابی سے پیار ہے۔!“

”اوہو.... تو تم صرف اپنی شکست کا بدلہ لینا چاہتی ہو۔!“

”یہی سمجھ لو اور تم دیکھنا اُن دونوں کے خاتمے کے بعد تمہیں بھی مار ڈالوں گی۔ ہو شیار رہنا۔!“

”مجھ بیچارے کا قصور....!“

”میں تمہیں متاثر نہ کر سکی۔!“

”یہ میری نالائقی ہے.... اس سے تمہاری لشکر کشی پر کوئی حرف نہیں آتا۔!“

”دیکھوں گی.... تمہیں بھی دیکھوں گی۔!“

سے اس کا نظارہ کیا جائے تو ایسا معلوم ہو گا جیسے کارہ نما انگشتی میں بڑا سا مرد جگمگا رہا ہو۔“

”کتنے قریب سے چکر لگا سکو گے۔۔۔۔۔!“

”بالکل قریب سے بھی ممکن ہے۔۔۔۔۔ لیکن لالچ سے اتر کر کہیں قدم نہ رکھ سکیں گے۔!“

”فی الحال اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔۔۔۔۔!“ عمران نے کہا۔

انہوں نے جزیرے کا ایک چکر لگایا اور ایک میل کے فاصلے پر واقع دوسرے جزیرے کی طرف نکل گئے۔ یہ غیر آباد تھا۔ انہوں نے دو پہر کا کھانا کھایا اور کھانے کے بعد دونوں ترک انہیں وہیں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔

”تم نے کیا دیکھا۔۔۔۔۔؟“ گوریانے عمران کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

”بظاہر۔۔۔۔۔ وہ چٹانیں ناقابل عبور معلوم ہوتی ہیں۔!“

”میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ زندگی بھر چکر ہی لگاتے رہ جاؤ گے۔۔۔۔۔ جزیرے میں داخل ہونا کسی طرح بھی ممکن نہ ہو گا۔!“

”روز روشن میں بھی اس کے بار بار پر اتر سکتا ہوں۔۔۔۔۔ لیکن خواہ مخواہ خون بہانے سے مجھے دلچسپی نہیں۔!“

”تمہارا ہاتھ اٹھنے سے پہلے ہی کسی پہرے دار کی گولی تمہیں چھید کر رکھ دے گی۔!“

”گولیاں خاص طور پر مجھ سے اتنی الرجک ہیں کہ کتر کر نکل جاتی ہیں۔۔۔۔۔ یقین نہ آئے تو سنبھالو پستول اور مجھ پر پے در پے فائر کر کے دیکھ لو۔!“

وہ مضحکہ اڑانے کے سے انداز میں ہنس پڑی۔

”یہ ایک غیر آباد جگہ ہے۔۔۔۔۔ کوئی ہمارے اس مشغلے میں دخل اندازی بھی نہ کر سکے گا۔!“

”فضول باتیں نہ کرو۔۔۔۔۔ میں سوچ رہی ہوں کہ مجھ سے حماقت سرزد ہوئی ہے۔!“

”حماقت کا احساس ہو جانا دانش مندی کی علامت نہیں ہے۔۔۔۔۔ دانش مند وہ ہے جو مسلسل حماقتوں کا مرتکب ہو تا چلا جائے حتیٰ کہ لوگ اُسے سچ و دانش مند تسلیم کر لیں۔ بھلا حماقت کا

احساس ہو جانے کے بعد پچھتاوے کے علاوہ اور کیا ہاتھ آتا ہے۔!“

”بعض اوقات فلسفہ بھی بھونکنے لگتے ہو۔۔۔۔۔!“

”بھونکنے والے فلسفی ہی ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ ورنہ پور ہو کر بھونکنا چھوڑ دیں۔!“

”کیا بات ہوئی؟“

”دراصل کہنا یہ چاہتا تھا کہ بھونکنے والے فلسفیوں سے بہتر ہوتے ہیں۔!“

”دلیل۔۔۔۔۔!“

”فلسفی اپنے افکار اُن پر ضائع کرتا ہے جو اُسے سمجھ سکتے ہیں لیکن بت بنے کھڑے رہتے

ہیں۔ بھونکنے والا انہیں کم از کم پیچھے تو بنا دیتا ہے۔!“

”یہ باتیں تو ڈائمنڈ سچ کے اس ہٹ میں بھی ہو سکتی تھیں اتنا لمبا سفر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔۔۔!“ وہ اکتا کر بولی۔

”میں یہ بتانا چاہتا تھا کہ صرف بھونکتا ہی نہیں ہوں کبھی کبھی کاٹ بھی لیتا ہوں۔!“

”صرف مسخرے ہو۔۔۔۔۔!“ اس نے خشک لہجے میں کہا اور دوسری طرف دیکھنے لگی۔

کچھ دیر خاموش رہ کر دفعتاً چوکی۔

”وہ دونوں کہاں گئے۔۔۔۔۔ ارے۔۔۔۔۔ لالچ لے گئے کیا۔۔۔۔۔!“

”ہاں۔۔۔۔۔ اُوہ۔۔۔۔۔!“ عمران بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

”کیوں۔۔۔۔۔؟ کیا تمہیں علم نہیں تھا کہ وہ لالچ لے گئے۔!“

”نہیں۔۔۔۔۔ میں تو باتوں میں لگ گیا تھا۔۔۔۔۔ اس طرف دھیان ہی نہیں تھا۔!“

”کیا اس قسم کی کوئی بات پہلے سے طے تھی۔!“

”ہرگز نہیں۔۔۔۔۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!“

”تم انہیں کب سے جانتے ہو۔۔۔۔۔؟“

”جب سے ان جزیروں میں قدم رکھا ہے۔۔۔۔۔ دراصل ایک شناسا نے انہیں میری آمد سے

مطلع کرتے ہوئے درخواست کی تھی کہ ہر طرح میری مدد کی جائے۔!“

”تب تو تم سچ و سچ بالکل احمق ہو۔۔۔۔۔!“ وہ جھلا کر چیخی۔

”ارے۔۔۔۔۔ ارے۔۔۔۔۔ اس غصے کی وجہ۔۔۔۔۔!“

”وہ دونوں انکھم کے ایجنٹ ہیں۔!“

”نہیں!“ عمران نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔ ”ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا تمہیں وہم ہو گیا ہے۔!“

”دیکھ لینا۔۔۔۔۔ لیکن میں اس کے لئے ہرگز تیار نہیں۔۔۔۔۔ خود کشی کر لوں گی۔!“

”کس پر تیار نہیں....!“

”میں سمجھی تھی کہ تھوڑی بہت عقل رکھتے ہی ہو گے۔“ وہ دانت پیستی ہوئی بولی۔

”اب مجھے الجھن میں نہ ڈالو.... بتاؤ کیا بات ہے۔!“

”اس کے ایجنٹ سیاحت کے لئے آئے ہوئے جوڑوں کو اسی طرح ویران جزیروں میں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور وہاں سے دوسرے لوگ انہیں پکڑ کر انکھم کے جزیرے میں لے جاتے ہیں۔!“

”آہا.... تب تو بڑی اچھی بات ہے....!“ عمران خوش ہو کر بولا۔

”جانتے ہو.... کیوں لے جاتے ہیں....!“ وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

”میں کیا جانوں....!“

”اگر وہ اپنی بیہودہ تصاویر کھنچوانے پر آمادہ نہیں تو انہیں قیدی بنا لیا جاتا ہے اور اس قدر تشدد کیا جاتا ہے کہ وہ بالآخر ان کی بات مان لیں۔!“

”ارے باپ رے....!“ عمران پیٹ پر ہاتھ پھیرتا ہوا بڑبڑایا۔ ”تب تو مجھے بھی خودکشی ہی کرنی پڑی گی۔!“

”سنو.... اگر ایک گھنٹے کے اندر اندر وہ لوگ واپس نہ آئے تو میں سچ جج تمہیں گولی مار کو خودکشی کر لوں گی۔!“

عمران کچھ نہ بولا۔ بولتا بھی کیا؟ انکھم کے جزیرے میں داخل ہونے کے لئے یہ اسکیم اس کے ترک ساتھیوں ہی نے بنائی تھی۔ لیکن گھوڑیا کے سامنے اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کوئی بھی عورت دیدہ و دانستہ خطرہ مول لینے کو تیار نہ ہوتی۔



شام کے پانچ بج گئے لیکن عمران کے ساتھیوں والی لالچ واپس نہ آئی۔ البتہ اس دوران میں انہوں نے ایک ایسی لالچ ضرور دیکھی جو بار بار اس جزیرے کے اسی ساحل کے قریب سے گذرتی رہی تھی جس پر وہ دونوں تھے۔

آخر گھوڑیا کے صبر کا پیمانہ چھلک پڑا اور وہ چیخ کر بولی۔ ”وہ رات کے منتظر ہیں۔!“

”مم.... میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں....!“ عمران نے مردہ سی آواز میں کہا۔

”اسی عقل کے سہارے انکھم سے نپٹنے چلے تھے....؟“

”کبھی کبھی غلطی بھی ہو جاتی ہے.... اب تم یہی دیکھو....! سب کچھ بتایا تھا تم نے علاوہ اس

بات کے۔!“

”اچھا.... نکالو.... ریوالور میں دیکھوں گی کہ کس طرح گولیاں تم سے کترا کر نکلتی ہیں۔!“

”میں سمجھ گیا.... تم مجھے مار کر خودکشی کرنا چاہتی ہو.... چلو یہی سہی۔!“ عمران نے

ریوالور نکال کر اس کے حوالے کر دیا۔

”یقین کرو.... اب میں جس ذلت سے دوچار ہونے والی ہوں اس سے تو یہی بہتر ہے کہ

خودکشی کر لوں۔!“

”مجھے مار کر مرنا.... میں تمہاری لاش برداشت نہ کر سکوں گا.... مجھے انکھم کی اسکیم کا علم

پہلے ہی سے ہو گیا تھا.... میں تمہیں ہر قیمت پر بچانا چاہتا تھا اس لئے تم سے پہلے تین مردوں کی زندگیوں کی حفاظت بھی کرنی پڑی تھی۔ چلو فائر کرو....!“

”نہیں میں تمہیں نہیں مار سکتی....!“

”چلو تو پھر.... خودکشی کا ارادہ بھی ملتوی کر دو.... اور مجھ پر اعتماد کرو....!“

”تم تنہا کیا کر لو گے....؟“

”اگر کچھ نہ کرے گا تو تمہیں مار کر خودکشی کر لوں گا۔!“

”اگر تم پوری دیانتداری سے یہ بات کہہ رہے ہو تو مجھے منظور ہے۔!“

”لاؤ.... ریوالور واپس کر دو....!“ وہ آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے ریوالور لیتا ہوا بولا۔

کچھ دیر تک وہ خاموش بیٹھے رہے.... پھر اچانک گھوڑیا اٹھ کھڑی ہوئی.... وہ بائیں جانب

دیکھ رہی تھی۔

”آگئے.... ہو شیار ہو جاؤ....!“

”کون....؟“ عمران بھی اٹھ کر ادھر ہی دیکھنے لگا۔ دو لالچیں جزیرے کی طرف بڑھی

آ رہی تھیں۔

”یہ لالچیں اسی جزیرے کی ہیں۔!“

”آنے دو.... دیکھا جائے گا....!“ لیکن وہ لالچیں فرائے بھرتی آگے نکلی چلی گئیں۔

”تم نے دیکھا.....!“ عمران چپک کر بولا۔

”وہ ہمارے متعلق اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔“ گلوریا نے خشک لہجے میں کہا۔

عمران اپنے ساتھیوں سے متعلق جھنجھلاہٹ میں مبتلا ہو گیا تھا..... اسکیم کے مطابق انہیں اب تک واپس آ جانا چاہئے تھا۔ لالچ واپس آتی اور یہاں سے روانگی کے وقت اچانک خراب ہو جاتی۔ اسی طرح وہاں ان کی موجودگی کا جواز پیدا کیا جاسکتا تھا۔

سورج مغرب میں جھکتا جا رہا تھا۔

”یکایک ایک لالچ پھر آتی دکھائی دی..... کچھ قریب آئی تو گلوریا اُسے پہچان کر ”چکاری“ آگئی۔“

یہ وہی لالچ تھی جس پر انہوں نے سفر کیا تھا۔ اس کے کنارے لگتے ہی دونوں دوڑ پڑے۔

ترکوں نے شرمندگی ظاہر کرتے ہوئے بتایا کہ وہ ضروری کام میں الجھ کر رہ گئے تھے اس لئے انہیں انتظار کی زحمت اٹھانی پڑی۔

”کوئی بات نہیں.....“ عمران نے خوش دلی سے کہا۔ ”اب تو ہمیں واپس پہنچا دو..... کل صبح سے میں اپنی مہم شروع کروں گا۔“

روانگی کے وقت انجن اشارت نہ ہو سکا۔

”یہ تو بہت بُرا ہوا.....!“ ایک ترک بڑبڑایا۔

”کیوں..... کیا کوئی خاص گڑبڑ.....!“ عمران چونک کر بولا۔

وہ دونوں کوئی جواب دیئے بغیر انجن کا معائنہ کرنے لگے۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔

”میرا خیال ہے کہ ہم تقدیر سے نہیں لڑ سکتے۔“ گلوریا نے آہستہ سے کہا۔

”تم دیکھنا..... تقدیر ضرور لڑے گی.....!“ عمران خوش ہو کر بولا۔

اتنے میں وہی دونوں لالچیں پھر دکھائی دیں جو کچھ دیر پہلے ادھر سے گذری تھیں شائد وہ

اسی جزیرے کے گرد چکر لگا رہی تھیں۔

اس بار وہ ترکوں کی لالچ کے قریب آ کر کیں..... گلوریا خوف زدہ انداز میں عمران سے لگ کر

بیٹھ گئی۔

”کوئی پریشانی.....؟“ آنے والی لالچوں میں سے کسی نے پکار کر پوچھا۔

”انجن یز ہو گیا ہے.....!“ ترکوں میں سے ایک نے جواب دیا۔

”کہاں جاتا ہے.....؟“ پوچھا گیا۔

”اسکو پلس.....!“

”اوہو..... ہمارے لائق کوئی خدمت.....!“

”مہربانی ہوگی..... اگر ہمیں اسکو پلس پہنچا سکو.....!“

”نن..... نہیں.....!“ گلوریا عمران کے کان میں منمنائی۔

”ڈرو..... نہیں.....!“ عمران آہستہ سے بولا۔ ”اگر ہم ان کے ہاربر تک پہنچ سکیں تو یہ بڑی

اچھی بات ہوگی..... مجھ پر اعتماد کرو.....!“

”چتا نہیں تم کیا کرنا چاہتے ہو.....!“

”گلوریا کی حیثیت سے تم پہچانی نہ جاسوگی..... یہ پلاسٹک میک اپ ہے۔“

”خدا جانے کیا ہو.....!“

”بس اب خاموش.....!“

دوسری طرف ترک ساتھی ان لوگوں سے گفتگو کر رہا تھا۔ بالآخر یہ طے پایا کہ لالچ کے تین

افراد ان کی ایک لالچ پر بیٹھ جائیں اور دوسری لالچ ان کی لالچ کو کھینچتی ہوئی اسکو پلس تک لے

جائے۔

”دیکھا تم نے.....!“ گلوریا آہستہ سے بولی۔

”بالکل میری خواہش کے مطابق!“ عمران بولا۔ ”اٹھو ہم دونوں اسی لالچ پر بیٹھیں گے۔“

اس نے اپنا بریف کیس سنبھالا اور گلوریا نے کھانے کی ٹوکری اٹھائی۔ لالچ ان کی لالچ سے

آگئی تھی..... وہ اس پر چلے گئے۔

اس لالچ پر اسٹرو کر کے علاوہ ایک آدمی اور بھی تھا جو ان کے پیچھے بیٹھ گیا۔

ناکارہ لالچ ایک رسی کے ذریعے دوسری لالچ سے منسلک کر دی گئی۔

اسکو پلس کے لئے سفر شروع ہو گیا..... ناکارہ لالچ کھینچنے والی لالچ آگے تھی..... اور عمران

والی لالچ اس کے پیچھے چل رہی تھی۔

دفعۃً ایک جگہ پہنچ کر اس لالچ نے مخالف سمت میں رخ موڑ دیا۔

”ہائیں..... ہائیں..... یہ کدھر.....!“ عمران بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

”چپ چاپ بیٹھے رہو.....!“ پشت سے آواز آئی۔ ”ورنہ گولی مار دی جائے گی۔!“

”ملک..... کیوں.....؟“ عمران مڑا..... اور پیچھے بیٹھے ہوئے آدمی کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر گڑگڑانے لگا۔ ”اے..... بھائی..... یہ کیا..... ہم لوگ بہت غریب آدمی ہیں ہمارے پاس زیادہ رقم نہیں ہے..... اگر تم نے چھین لی تو بھیک مانگنی پڑے گی۔!“

”اُدھر منہ کرو.....!“ وہ آدمی ریوالور کو جنبش دے کر غریبا۔

”بب..... بہتر اچھا..... ہولی فادر..... سیوا..... سیوا.....!“

”یہ عورت تمہاری کون ہے.....!“ پوچھا گیا۔

”بب..... بیوی.....!“

”تم دونوں بہت خوب صورت ہو..... کس ملک سے تعلق رکھتے ہو۔!“

”شش شکریہ..... ہم میکسیکو سے آئے ہیں۔!“

”کہاں ٹھہرے ہو.....؟“

”اسکو پلس میں..... مسٹر میلکم کوز کے ساتھ..... دراصل اتھنز جا رہے تھے..... میں پیار

ہو گیا..... جہاز پر چیف انجینئر ہوں..... میرے کپتان نے علاج کے لئے اسکو پلس میں اتار دیا تھا۔“

”اب تم دونوں ہمارے مہمان ہو..... ہمارا جزیہ..... ان سارے جزیروں سے زیادہ خوب

صورت ہے..... فلم میں کام کرو گے۔!“

”ارے..... ارے..... کیوں شرمندہ کر رہے ہو اب ہم اتنے خوب صورت بھی نہیں ہیں۔!“

”ہم صرف انہیں اپنے جزیرے کی سیر کراتے ہیں، جو ہمیں پسند آجاتے ہیں۔ ہر ایک کو

داخلے کی اجازت نہیں ملتی۔!“

”میں زیادہ پسند آیا ہوں یا میری بیوی.....!“ عمران نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

”دونوں.....!“

”بور کر دیا..... تم نے.....!“ عمران نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔

”کیوں.....؟“

”میں خود کو اپنی بیوی سے حسین نہیں سمجھتا.....!“

”بکواس مت کرو.....!“ گلوری اچھلا کر بولی۔

”تمہیں حسین سمجھنا اگر بکواس ہے تو میں ابھی سمندر میں چھلانگ لگائے دیتا ہوں۔!“

”جھگڑا مت کرو.....!“ عقب سے حکم ملا۔

کچھ دیر بعد لانچ ہاربر میں داخل ہونے کے لئے چٹانوں کے سلسلے کے قریب پہنچی اور اسٹیرنگ کرنے والے نے چیخ کر کسی کو مخاطب کیا۔

چٹانوں سے سبز رنگ کی روشنی غالباً داخلے کی اجازت کے طور پر نمودار ہوئی تھی۔ لانچ ہاربر میں داخل ہوئی۔

ہاربر دیکھ کر عمران کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اس چھوٹے سے گم نام جزیرے کا ہاربر اتنا بڑا ہو گا۔ بہت بڑے بڑے اسٹیرس اس میں بہ آسانی لنگر انداز ہو سکتے تھے۔

ہاربر سے وہ سگار نما عمارت تک پہنچائے گئے..... جو نیچے سے اوپر تک روشن نظر آرہی تھی۔ لفٹ کے ذریعے گیارہویں منزل تک پہنچے..... یہاں اُن کے لئے ایک فلیٹ کا دروازہ کھولا گیا۔ وہ اندر پہنچے..... دو آدمی اُن کے ساتھ تھے۔

”آرام کرو..... کل ہم تمہیں جزیرے کی سیر کرائیں گے..... یہاں کے عجائبات دکھائیں گے.....!“ اُن میں سے ایک بولا۔

”ہم آپ لوگوں کے بے حد مشکور ہیں جناب.....!“ عمران نے ہنس کر کہا۔ ویسے وہ گلوری کی آنکھوں میں تشویش کی پرچھائیاں دیکھ رہا تھا۔

”کچن میں سب کچھ موجود ہے۔!“ اسی آدمی نے اطلاع دی اور پھر وہ دونوں چلے گئے۔

عمران نے کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ گلوری نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اشاروں ہی میں بتانے لگی کہ ان کی گفتگو کہیں اور بھی سنی جاسکتی ہے۔ اس لئے اہم باتیں بذریعہ تحریر ہوں گی۔

”ڈارلنگ..... تم بہت فکر مند نظر آرہی ہو..... میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں..... ہمیں یہاں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔!“

گلوری کی آنکھوں میں حیرت کے آثار نظر آئے اور اس نے اپنے وینٹی بیک سے قلم اور نوٹ بک نکال کر لکھنا شروع کیا۔ ”تم حیرت انگیز طور پر آواز بدل سکتے ہو..... میں اس پر قادر نہیں

ہوں اس لئے مجھے زیادہ تر خاموش رہنا پڑے گا۔ یہ ساری عمارتیں کان رکھتی ہیں.... یہاں کی ساری آوازیں ایش ٹرے ہاؤز میں بخوبی سنی جاسکتی ہیں۔ انکھم وہیں رہتا ہے۔“

عمران نے پڑھ کر سر کو جنبش دی اور بولا۔ ”اب غصہ تھوک دو لگے ہاتھ مفت کی تفریح ہو جائے گی۔“

وہ کھانے لگی.... پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ”تم سچ جچ احمق ہو.... کیا تم نے نہیں دیکھا تھا کہ وہ ریوالتور دکھا کر ہمیں یہاں لائے ہیں۔!“

”ہاں یہ بات تو ہے....“ عمران نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔ ”لیکن یہ تو سوچو کیا ہم لالچ سے چھلانگ لگا دیتے.... ہم تو یہی سمجھ کر بیٹھے تھے کہ یہ ہمیں اسکوپلس پہنچا دیں گے۔!“

”کچھ سوچو.... مجھے تو ڈر لگ رہا ہے۔!“

”ڈرنے کی کیا بات ہے۔ واہ.... مارنا ہوتا تو وہیں مار کر سمندر میں پھینک دیتے یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی۔!“

”تم واقعی بیوقوف ہو.... یہ تو سوچو کہ میں عورت ہوں۔!“

”عورت ہی سمجھ کر تم سے شادی کی تھی۔“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”اس میں بیوقوفی کی کیا بات ہے۔!“

”تم سمجھتے کیوں نہیں.... اگر ان لوگوں سے مجھے کوئی گزند پہنچا تو....؟“

”رورو کر اپنی جان دے دوں گا۔!“

گھوریانے اس کے بازو پر گھونہ رسید کر دیا اور عمران سی کر کے رہ گیا۔ پھر بولا۔ ”ڈارلنگ مرنے سے پہلے کھانا تو کھا ہی لینا چاہئے.... ورنہ معدہ اب مجھے کھا جائے گا۔!“

سچ جچ وہ بہت بھوکا تھا.... جب سے ان جزائر میں قدم رکھا تھا بھوک غیر معمولی طور پر کھل گئی تھی۔ رات سکون سے گزری تھی.... عمران پہلے جاگا اور ایسے سوالات مرتب کرنے لگا جن کے جوابات کی روشنی میں وہ اس جزیرے سے متعلق معلومات حاصل کر سکتا۔

ان میں سب سے زیادہ اہم سوال یہ تھا کہ اگر وہ وہاں کسی جگہ چھپنا چاہیں تو کامیاب ہو سکیں گے یا نہیں۔ گھوریانے اس کے قدر مطمئن کر دیا تھا۔

نوبے کے قریب ان آدمیوں میں سے ایک ان کے فلیٹ میں داخل ہوا جو پچھلی رات

انہیں ساتھ لائے تھے۔

”کیا تم لوگ سیر کے لئے تیار ہو....؟“ اس نے پوچھا۔

”بالکل.... بالکل....!“ عمران نے چپک کر جواب دیا۔

گھوریانے آنکھوں میں سراسیمگی کے آثار اسی وقت سے پائے جانے لگے تھے جب اس آدمی نے فلیٹ میں قدم رکھا تھا۔

وہ باہر نکلے.... عمران نے اپنا ریوالتور فلیٹ ہی میں ایک جگہ چھپا دیا تھا.... خدشہ تھا کہ کسی مرحلے پر تلاشی کی نوبت بھی آسکتی ہے.... لیکن بریف کیس اب بھی ہاتھ ہی میں تھا۔

”اس میں کیا ہے....؟“ اس آدمی نے سوال کیا۔

”ٹیپ ریکارڈر.... مجھے مختلف قسم کے پرندوں کی آوازیں ریکارڈ کرنے کا شوق ہے۔ شاید تمہارے جزیرے میں کوئی نئی قسم کا پرندہ مل سکے۔!“ عمران نے جواب دیا۔

”اور بھی پرندوں کی آوازیں پہلے سے ریکارڈ کر رکھی ہوں گی....؟“

”ہاں.... ہاں.... بالکل سنو گے....!“

”ضرور سنوں گا....!“

”آؤ....!“ عمران کہتا ہوا پھر فلیٹ میں مڑ گیا۔

اس نے بریف کیس کھولا اور ٹیپ چلا دیا.... مختلف قسم کے پرندوں کی آوازیں کمرے میں گونجنے لگیں۔

”ٹھیک ہے.... بس....!“ وہ آدمی ہاتھ اٹھاتا ہوا بولا اور عمران نے ٹیپ روک کر بریف کیس بند کر دیا۔

دوبارہ باہر نکلے اور لفٹ کے ذریعے نیچے پہنچ کر ساتھی نے کہا۔ ”ہمارا جزیرہ بہت بڑا نہیں ہے اس لئے میں تمہاری تفریح کے لئے گاڑی ساتھ نہیں لایا۔“

”یہ تو بہت اچھا کیا تم نے.... میں پیدل ہی تفریح کا قائل ہوں....!“

واقعی بڑا خوب صورت جزیرہ تھا.... چاروں طرف سبزہ ہی سبزہ دکھائی دے رہا تھا۔ لیکن ان کا ساتھی انہیں عمارات کی طرف لے جانے کی بجائے ویرانے کی جانب لے چلا تھا۔

گھوریانے عمران کی طرف دیکھا.... اس کی آنکھوں میں بے اطمینانی کی جھلکیاں تھیں۔

عمران چپ چاپ چلتا رہا.... وہ ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں ایک میدان کے گرد اونچی اونچی پھول دار جھاڑیاں تھیں۔

یہاں انہوں نے ایک بڑا سا مووی کسیرہ دیکھا.... ویسا ہی جیسا فلموں کی شوٹنگ کے سلسلے میں استعمال کیا جاتا ہے.... دو آدمی بھی پہلے سے موجود تھے.... ایک نے عمران کی طرف بڑھ کر اس کے ہاتھ میں ایک فائیل تھما دیا.... اور عمران کے ساتھی نے کہا۔ ”یہ کہانی تم بغور پڑھ لو اس کے مطابق تمہیں فلم میں رول ادا کرنا پڑے گا۔ ہاں ادھر آ جاؤ مسز تم یہیں ٹھہرو....!“ وہ عمران کو گھوریا سے الگ لے گیا.... دونوں گھاس پر بیٹھ گئے.... اور عمران نے فائیل کھولا.... یہ ایک بلیو فلم کا اسکرپٹ تھا۔ عمران فائیل بند کر کے اپنے ساتھی کو گھور نے لگا۔

”کیوں.... کیا بات ہے....؟“

”میں سمجھ گیا.... بالکل سمجھ گیا....!“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ”تم ہمیں اس گھٹیا کام پر مجبور کرنا چاہتے ہو۔“

”یہی سمجھ لو.... تمہارا کیا بگڑتا ہے.... تم دونوں میکسیکو کے رہنے والے ہو اور ہم اس فلم کے پرنٹ صرف مشرقی وسطیٰ میں فروخت کریں گے۔!“

”یعنی تم اس کی تجارت کرو گے۔!“

”ہم کچھ بھی کریں تمہیں اس سے بحث نہ ہونی چاہئے۔!“ ساتھی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”اگر تم آمادہ نہ ہوئے تو پھر ہم میں سے کوئی زبردستی تمہاری بیوی کو ہیروئن بنائے گا اور تم بے بسی سے بیٹھے سب کچھ دیکھتے رہو گے.... اس صورت میں تو یہ فلم بہت زیادہ قیمتی ہوگی۔!“

”میں بے بسی سے بیٹھا دیکھتا ہوں گا۔!“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پر غور لہجے میں بولا۔

”اور کیا....!“

عمران نے فائیل پھینک کر اس کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا.... پھر دوسرے ہی لمحے میں اس کے سر سے بلند ہوا اور ان دونوں پر اچھال پھینک دیا گیا جو کسیرے کے قریب کھڑے ہوئے تھے۔ تینوں کسیرے سمیت زمین پر گرے.... گھوریا بوکھلا کر دور بھاگ کھڑی ہوئی تھی۔ لیکن جھاڑیوں کے قریب دوسری طرف نہیں گئی۔ عمران پر جیسے دیوانگی سی طاری ہو گئی تھی۔ اس نے

پھر ان دونوں کو زمین سے نہ اٹھنے دیا۔ بُری طرح انہیں روندے ڈال رہا تھا۔

گھوریا جھاڑیوں کے قریب کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ تینوں دلدل میں پھنسے ہوئے جانوروں کی سی بھیانک آوازوں میں چیخ رہے تھے۔ عمران انہیں جلد از جلد بیہوش کر کے کسی جگہ پہنچ جانا چاہتا تھا۔ جہاں گھوریا سمیت پناہ لے سکتا۔

کامیابی میں دیر نہ لگی کیونکہ ان تینوں کے خواب و خیال میں بھی شائد یہ غیر فلمی وقوعہ نہ رہا ہو۔ انہیں اسی حال میں چھوڑ کر اس نے اپنا بریف کیس اٹھایا اور دوڑ کر گھوریا کے قریب پہنچا۔

”چلو....!“ جلدی سے کسی ایسی جگہ پہنچنا ہے جہاں کچھ دیر چھپے رہ سکیں۔

”ہج.... چلو....!“ گھوریا کانپتی ہوئی آواز میں ہکلائی۔

دونوں دوڑتے ہوئے جھاڑیاں پار کر گئے.... ساحلی چٹانیں دور نہیں تھیں.... دونوں ان میں گھسے اور اونچے اونچے راستے طے کرتے رہے۔ بلا آخر گھوریا نے ایک جگہ رکنے کو کہا دونوں بُری طرح ہانپ رہے تھے۔ گھوریا تو رکتے ہی گر پڑی ہوئی لیکن عمران نے اسے فوراً سنبھال لیا۔

جب اس کی حالت ذرا سنبھلی تو اس نے عمران کو اس طرح گھورنا شروع کیا جیسے اس کے سر پر سینگ نکل آئے ہوں۔

”کیا بات ہے...؟ کیا میری ناک ٹیڑھی ہو گئی ہے!“ عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

”اب.... تـت.... تم سے خوف معلوم ہونے لگا ہے۔!“

”کیوں....؟ کیا مجھے گھاس کھاتے دیکھ لیا ہے۔!“

”میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم میں اس قدر درندگی ہوگی۔!“

”کیا بات کہی ہے تم نے.... خواہ مخواہ کی شرمندگی سے بچنے کے لئے درندگی نہ دکھاتا تو

اور کیا کرتا۔!“

وہ منہ پھیر کر دوسری طرف دیکھنے لگی.... اور عمران کھنکھار کر بولا۔ ”کیا اس جگہ ہم کچھ دیر

محفوظ رہ سکیں گے۔!“

”اگر بیلی کو پٹر تلاش میں نکلے تو ہم کہیں بھی نہ بچ سکیں گے۔!“

”اگر ایسا ہوا تو پورا جزیرہ الٹ پلٹ کر رکھ دوں گا۔!“

”بس فضول باتیں نہ کرو.... احمقوں کی طرح یہاں تنہا آ پھنسے ہیں۔!“

”پوری فوج لے کر کس طرح داخل ہو سکتے.... اپنی مرضی سے داخل ہونا چاہتے تو کیا صورت ہوتی۔!“

”کیا مطلب....؟“ وہ چونک کر اُسے گھورنے لگی۔

”فضول بحثوں میں نہ پڑو....!“

”میں سمجھی تم نے انہیں موقع دیا تھا کہ وہ ہمیں یہاں پکڑ لائیں۔!“

عمران کچھ نہ بولا۔

”ضرور یہی بات ہے.... کیوں....؟“

عمران نے بے بسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سر کو اثباتی جنبش دی۔

”تم سے بڑا بیوقوف روئے زمین پر دوسرا نہ ہو گا۔!“

”اب تو بھوک لگ رہی ہے.... کیا یہاں پتھر چبائیں گے۔!“

”آخر تم ہو کیا چیز.... موت سر پر منڈلا رہی ہے اور تمہیں بھوک لگی ہے.... چار ہیلی کوپٹر ہیں اگر چاروں نکل پڑیں تلاش میں تو بھاگے راستہ نہ ملے گا.... وہ اوپر سے فائرنگ بھی کر سکتے ہیں۔!“

”گولی کھائی اور سارے دکھ ختم....!“ عمران دیدے بچا کر بولا۔ ”لیکن بھوک میں عرصہ تک تڑپ تڑپ کر مرنا پڑتا ہے۔ آئیں ہیلی کوپٹر.... اور ہمارا اصفایا کر دیں۔ لیکن بہت زیادہ بھوک لگنے سے پہلے آجائیں.... ورنہ پھر کیا فائدہ۔!“

”اچھا اب تم خاموش رہو.... ورنہ میں اپنا سر کسی پتھر سے ٹکرا دوں گی۔!“

”ٹھہرو.... ٹھہرو.... مجھے یاد آیا.... میرے پاس بھوک اور پیاس رفع کرنے والی ٹیبلٹس

بھی موجود ہیں.... اتنی ہیں کہ تین چار دن بہ آسانی گزارے جا سکیں گے۔!“

ایک گھنٹے بعد انہیں ہیلی کوپٹر کی گڑگڑاہٹ سنائی دی تھی۔ عمران نے اپنا بریف کیس اٹھایا۔

”کیا کر رہے ہو.... کیا اب.... پرندوں کی آوازیں سنو گے....!“ وہ خوف زدہ سی آواز

میں بولی۔

”نہیں.... اس میں سے ٹیپ ریکارڈ نکال دوں گا.... اور پھر تم دیکھنا....!“

”عمران نے سفر شروع کرنے سے پہلے ڈاکٹر داور کے بریف کیس میں کچھ تبدیلیاں کی

تھیں اور انہیں تبدیلیوں کی بناء پر وہ اُسے بڑی آزادی سے ساتھ لئے پھرتا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُس نے ٹیپ ریکارڈر بریف کیس سے نکال کر ایک طرف رکھ دیا اور الیکٹرو گس کے کنٹرول سسٹم

پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔ ”اچھا بیٹے.... انکھم اب میں تمہارے خلاف اعلان جنگ کر رہا ہوں۔!“

”فضول بکواس مت کرو جب اپنی اس حماقت کا کوئی تدارک نہیں کر سکتے تو دماغ بھی نہ چالو!“

ہیلی کوپٹر کی آواز قریب ہوتی جا رہی تھی جیسے ہی وہ عمران کو دکھائی دیا۔ اُس نے کنٹرول کی

ایک ناب کو حرکت دی.... الیکٹرو گس بریف کیس سے نکل کر فضا میں بلند ہوا.... اور جیسے ہی

ہیلی کوپٹر کی اونچائی تک پہنچا ایک زبردست دھماکے کے ساتھ ہیلی کوپٹر کے پر نیچے اڑ گئے....

اس غیر متوقع دھماکے نے گوریلا کو ہلا کر رکھ دیا.... وہ بیٹھے بیٹھے ایک طرف لڑھک گئی تھی۔

الیکٹرو گس بڑی تیزی سے بریف کیس کی طرف واپس آ رہا تھا۔

بریف کیس بند کر کے عمران نے گوریلا کو اٹھنے میں مدد دی جس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ

رہی تھیں اور زبان سے الفاظ نہیں نکل رہے تھے۔ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن صرف ہونٹ ہل کر رہ

جاتے۔ کسی قدر حالت سنبھلی تو عمران نے اس سے کہا۔ ”اب ہمیں فوری طور پر اپنی پوزیشن

تبدیلی کر لینی چاہئے۔!“

وہ چپ چاپ اٹھی تھی اور گرتی پڑتی اس کے ساتھ چلنے لگی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک

ایسی جگہ پہنچے جہاں چھپ کر وہ جزیرے کے آبادی والے حصے پر بھی نظر رکھ سکتے تھے۔

”بس ایک ہی جھٹکے میں یہ حال ہو گیا تمہارا حالانکہ انکھم کی گردن اڑا دینے کا دعویٰ کر کے

چلی تھیں میرے ساتھ۔!“

”تنت.... تم.... چتا نہیں کون ہو.... اور کیا چاہتے ہو....!“

”تم مجھے بتاؤ کس دل سے اس آدمی کو قتل کر تیں جس سے سوٹ کیس لے کر انکھم....

تک پہنچانا تھا۔!“

”میں نہیں جانتی کہ میں اس وقت اُس پر کیسے آمادہ ہو گئی تھی۔!“

”میں جانتا ہوں....!“

”کیا جانتے ہو....؟“

”تم سمجھتی تھیں کہ ریٹا ولیمز کا قصہ پاک ہوا اب انکھم صرف تمہارا ہے۔!“

گوریا کچھ نہ بولی.... اس کی تو گویا گھٹکی بندھ گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کچھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی رخصت ہو گئی ہو۔

عمران کا خیال درست نکلا.... کچھ دیر بعد ایک جیب کار چٹانوں کی طرف آتی دکھائی دی۔ کچھ فاصلے پر رکی اور اس پر بذریعہ لاؤڈ سپیکر کہا گیا۔ ”ڈاکٹر! لنگھم آٹھ بڑوں کے سامنے پیش ہونے کو تیار ہے.... تم جو کوئی بھی ہو سامنے آؤ!“

عمران خاموش بیٹھا مسکراتا رہا.... گاڑی سے کچھ دیر تک یہی الفاظ دہرائے جاتے رہے۔ اس کے بعد وہ واپس چلی گئی۔

اب عمران نے ٹیپ ریکارڈ اٹھایا اور اس کے میکیزم میں جلدی جلدی کسی قسم کی تبدیلی کی اور اسے اس مقام کی طرف لے دوڑا جہاں سے پہلے ہیلی کوپٹر کو تباہ کیا تھا۔ گوریا اس کی ہدایت کے مطابق وہیں ٹھہری رہی تھی۔



گوریا کی حالت تباہ تھی۔ آدھا گھنٹہ گزر گیا.... لیکن عمران کی واپسی نہ ہوئی۔ وہ اپنے ساتھ ٹیپ ریکارڈ اور بریف کیس لے گیا تھا۔ گوریا کو جزیرے میں شدید بے چینی کے آثار نظر آرہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اچانک وہاں کوئی دبا پھوٹ پڑی ہو۔

دفعتاً اُس نے پھر ایک گاڑی چٹانوں کی طرف آتی دیکھی اور اس کا دل شدت سے دھڑکنے لگا کیونکہ یہ ایک اسلحہ بند گاڑی تھی لیکن بادی النظر میں عام کاروں سے مختلف نظر آتی تھی.... وہ اس مقام پر رک گئی جہاں دونوں ہیلی کوپٹر تباہ ہوئے تھے.... ایک بار لاؤڈ سپیکر کے ذریعے ان دونوں کو مخاطب کیا گیا۔

”میں ڈاکٹر! لنگھم....! تم دونوں سے مخاطب ہوں.... سامنے آؤ تاکہ اس سلسلے میں گفتگو ہو سکے!“

دوسری آواز بھی لاؤڈ سپیکر کے ذریعے فضا میں گونجی۔ ”ڈاکٹر! لنگھم.... آٹھ بڑے تمہیں اور رینالیز کو معمولی قیدیوں کی طرح اپنے حضور دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے میں اس سلسلے میں کسی قسم کی بھی گفتگو غیر ضروری سمجھتا ہوں!“

اچانک دوسری آواز کی سمت اسلحہ بند گاڑی سے ایک فائر ہوا اور چٹان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر

”شائد.... یہی بات ہو.... لیکن یہ کیا تھا جس نے ہیلی کوپٹر کو اس طرح تباہ کر دیا اب کیا ہو گا!“

”تمہیں لنگھم کا اسلحہ حربہ یاد ہے۔!“

”یہ اسی کا جواب ہے.... ایک مختصر ترین تباہ کن حربہ.... اتنا تباہ کن کہ پورے جزیرے کو

کھنڈر بنادے گا!“

”تمہیں کہاں سے ملا....؟“

”جہاں سے لنگھم کو اسلحہ حربہ ملا تھا.... سنو میں آٹھ بڑوں کا نمائندہ ہوں.... اور مجھے لنگھم کی سرکوبی کے لئے متعین کیا گیا ہے۔!“

”کچھ بھی ہو.... تم تنہا کچھ نہ کر سکو گے۔!“

”میں تنہا بک ہوں.... تم ہو میرے ساتھ....!“

”م.... میں.... اتنی کمزور.... اتنی بزدل....!“

”اب میں تمہیں اصل بات بتاتا ہوں.... مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ لنگھم اپنے کچھ آدمیوں کو جو اس کے بارے میں بہت کچھ جانتے تھے انہی کے ہاتھوں ایک دوسرے کو ختم کر دینا چاہتا ہے۔ لہذا میں نے لنگھم پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے ان کی جانیں بچانا ضروری سمجھا.... آخری آدمی وہ تھا جس نے تم پر چاقو سے حملہ کرنا چاہا تھا۔!“

”وہیں مر گئی ہوتی تو بہتر تھا....!“

اتنے میں پھر ہیلی کوپٹر کی آواز سنائی دی.... بستی اب انہیں دکھائی دے رہی تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک ہیلی کوپٹر اسی جانب پرواز کر رہا ہے جدھر پہلا ہیلی کوپٹر تباہ ہوا تھا۔

عمران نے بریف کیس سنبھالا اور پھر جیسے ہی ہیلی کوپٹر وہاں پہنچا.... دھماکے کے ساتھ اس کے بھی پر نچے اڑ گئے۔

”تم.... آدمی بھی ہو.... یا....!“ آواز میں تھر تھری کی بناء پر گوریا جملہ پورا نہ کر سکی۔

اور پھر انہوں نے دیکھا کہ جزیرے کی عجیب و غریب عمارتوں سے آدمی ابل پڑے ہیں۔ عمران نے گوریا سے کہا۔ ”لنگھم کو علم ہے کہ ہم صرف دو ہیں.... اب وہ ہمیں دھوکے سے پکڑ لے گا یا مار ڈالنے کی کوشش کرے گا۔!“

کے ہاتھ اور پیر باندھ دیئے گئے۔

الکھم کی آواز تو وہ سن رہی تھی.... لیکن الفاظ سمجھ میں نہیں آرہے تھے۔

”دوستو....! تم نے تنظیم سے وفاداری کا ثبوت دیا ہے.... اب ریٹولیز کو بھی لاؤ۔!“
 عمران کی آواز پھر فضا میں گونجی.... ”اسے یہیں پزارہنے دو.... اس نے آٹھ بڑوں کو چیلنج کیا تھا کہ کوئی اس کے جزیرے میں قدم بھی نہ رکھ سکے گا۔ بہر حال اب اس کے بعد جسے تم سب متفقہ طور پر پسند کرو گے وہی تمہارا سربراہ مقرر کیا جائے گا۔!“

وہ لوگ الکھم کو اسی چٹان پر چھوڑ کر واپس چلے گئے۔

گھوڑیا کے دل کی دھڑکن پھر تیز ہو گئی.... وہ سوچ رہی تھی کہ آٹھ بڑوں کے اس نمائندے سے تو انہونی سرزد ہوئی ہے۔ ٹھیک دس منٹ بعد عمران اسے اپنی طرف آتا دکھائی دیا اور وہ خود اٹھ کر اس کی طرف دوڑ گئی۔

”تنت.... تم نے تو واقعی کمال کر دیا۔!“ وہ اس کے قریب پہنچ کر اس کے اوپر گرتی ہوئی بولی۔ ”ارے.... ارے....!“ عمران نے اسے سنبھالتے ہوئے کہا۔

”واقعی میرا دل چاہ رہا ہے کہ تمہیں گود میں اٹھا کر ناچنا شروع کروں۔!“

”کوشش کرو....!“ عمران نے اسامندہ بنا کر بولا۔

”مگر.... تم صرف.... پتا نہیں تم کیا ہو.... کس پتھر سے تراشے گئے ہو.... میں تمہیں آدمی نہیں سمجھتی۔!“

”اچھا.... اب ادھر ہی چلو.... وہ لوگ ریٹولیز کو بھی لارہے ہوں گے۔!“

”اس کے بعد کیا ہو گا۔!“

”میں انہیں آٹھ بڑوں کے سامنے پیش کروں گا۔!“

”مم.... میرا کیا ہو گا....!“

”تم ان کے خلاف گواہ کی حیثیت سے پیش کی جاؤ گی.... اور ہو سکتا ہے کہ ان کے بعد تم

ہی اس جزیرے کی مالک بنادی جاؤ.... میں تمہاری سفارش کروں گا۔!“

”نہیں.... میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں.... یقیناً تم کسی شعبے کے سربراہ ہی

ہو گے۔ مجھے اپنی ماتحتی میں کوئی کام دے دینا۔!“

فضا میں اچھل گئی۔

اس کے بعد سناٹا چھا گیا.... گھوڑیا بنیانی انداز میں بڑبڑا رہی تھی۔ ”وہ احمق وہ ناداں....

ضرور ختم ہو گیا ہو گا.... اب میرا کیا ہو گا.... اب میرا کیا ہو گا۔!“

اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اب دم گھٹ جائے گا۔ اس نے دیکھا اسلحہ بند گاڑی سے تین آدمی اترے ان میں سے ایک یقینی طور پر الکھم تھا.... وہ چٹانوں میں داخل ہونے کے لئے آگے بڑھ رہے تھے۔ پھر وہ کسی قدر بلندی تک پہنچے ہی تھے کہ گاڑی زبردست دھماکے کے ساتھ تباہ ہو گئی.... یہ دھماکہ اتنا ہی زبردست تھا کہ ان میں سے ایک لڑھکتا ہوا نیچے چلا گیا۔ دو اہلکار منہ گرے تھے لیکن جہاں تھے وہیں پڑے رہے۔

پھر عمران کی آواز سنائے میں گونجی ”تم نے دیکھا الکھم! اب تم تینوں میری زد پر ہو۔ تمہارے بھی جیتھرے اڑ سکتے ہیں.... میں تمہا پورے جزیرے کو تباہ کر سکتا ہوں۔!“

الکھم کے ساتھیوں میں سے جو لڑھکتا ہوا نیچے پہنچا تھا پھر اٹھ کھڑا ہوا لیکن اس نے بے بسی سے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا رکھے تھے۔

”اٹھو.... اور تم دونوں بھی اپنے اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ....!“ عمران کی غراہٹ سنائی دی۔

وہ دونوں بوکھلا کر کھڑے ہو گئے تھے اور پھر ان کے ہاتھ بھی اوپر اٹھ گئے۔

عمران کہتا رہا۔ ”اب میں جزیرے کے لوگوں سے مخاطب ہوں اگر تم نے الکھم کا ساتھ دیا تو یہ جزیرہ سچ سچ تباہ کر دیا جائے گا۔ الکھم کی حمایت کا مطلب ہو گا تنظیم سے بغاوت۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ آٹھ بڑوں کے نمائندہ خصوصی کو قتل کر کے بھاگا ہے۔ ایک عورت.... ریٹولیز کے لئے اس نے مقدس تنظیم سے بغاوت کی ہے۔ ہیکل سلیمان کی قسم اس نے داؤد کی بھیڑوں کے درمیان بھیڑیے کا کردار کیا ہے۔ میں تنظیم کے تقدس کے نام پر تم سے کہتا ہوں کہ اسے اور ریٹولیز کو میرے حوالے کر دو۔ ابھی اسے گراؤ اور اس کے ہاتھ پشت پر باندھ دو۔!“

اس دوران میں کچھ اور لوگ بھی وہاں آگئے تھے۔ گھوڑیا نے دیکھا کہ وہ چٹان پر چڑھ رہے ہیں اور پھر وہ سب الکھم پر ٹوٹ پڑے تھے۔

گھوڑیا نے قہقہہ لگایا.... ذرا ہی سی دیر میں اس نے الکھم کو بے بس ہوتے دیکھا.... اس

”چلو..... یہی سہی!“

وہ اس کے ساتھ اس جگہ پہنچی جہاں سے اس نے اسلحہ بند گاڑی کو تباہ کیا تھا.... کچھ دیر بعد جزیرے کے لوگ ریٹا ولیمز کو بھی اسی چٹان پر پہنچا گئے جہاں انکھم بندھا پڑا تھا۔

”شاباش....“ عمران نے ٹپ ریکارڈر کے مائیک میں کہا اور اُس کی آواز دور دور تک سنی گئی۔ اس کے بعد ”مجھے ایک ہیلی کاپٹر بھی چاہئے!“

وہ لوگ چٹان سے اتر کر پھر بستی کی طرف چلے گئے.... ریٹا ولیمز کے ہاتھ اس کی پشت پر بندھے ہوئے تھے۔

عمران اور گلوری اُن کے قریب جا پہنچے۔ ریٹا ولیمز انہیں بڑی نفرت سے دیکھ رہی تھی۔ انکھم البتہ اوںدھا پڑا گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ دفعتاً ریٹا ولیمز بولی۔ ”ڈاکٹر....! تم پرواہ نہ

کرنا.... میں دیکھوں گی انہیں جن کے سامنے ہمیں پیش کیا جائے گا!“

”خاموش....!“ انکھم آنکھیں کھولے بغیر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”مجھ سے غلطی سرزد ہوئی تھی۔ میں معافی مانگ لوں گا۔ معاف کر دیا جاؤں گا۔ مجھے یقین ہے۔!“

”اچھا.... اب نہیں بولوں گی!“

ہیلی کوپٹر پہنچنے میں دیر نہیں لگی تھی۔ اس پر وہی تینوں بیٹھ کر آئے تھے جنہوں نے فلم بندی کی تجویز پر عمران کے ہاتھوں مار کھائی تھی۔ وہ بڑی لجاجت سے معافی کے خواست گار ہوئے۔

”ارے کوئی بات نہیں....!“ عمران نے ہنس کر کہا۔ ”تم تینوں تو انعام کے مستحق ہو۔ تمہاری ہی وجہ سے میں انکھم کو دکھا سکا کہ آٹھ بڑوں کے آگے وہ کتنا حقیر ہے۔!“

انکھم اور ریٹا ولیمز کو ہیلی کوپٹر میں بٹھایا گیا.... یہ دونوں بھی بیٹھے اور ہیلی کوپٹر دوبارہ شور مچاتا ہوا فضا میں بلند ہو گیا۔

عمران پائلٹ کو ہدایات دیتا ہوا ایک ویران جزیرے تک لایا جہاں سے وہ دونوں انکھم کے جزیرے میں پہنچائے گئے تھے۔ ہیلی کوپٹر نے لینڈ کیا اور وہ وہیں اتر گئے۔

عمران نے پائلٹ سے کہا۔ ”اب تم واپس جاؤ.... سب سے کہہ دینا کہ آٹھ بڑوں کے حکم کے بغیر کوئی جزیرے سے قدم نہ نکالے.... ضروری احکامات کل شام تک پہنچیں گے۔!“

پائلٹ اسے سلام کر کے ہیلی کوپٹر اڑا لے گیا.... پھر گلوری کو وہی لانچ دکھائی دی جو انہیں

پچھلے دن اس جزیرے میں لائی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ دیر سے جزیرے کے گرد چکر لگاتی رہی ہو۔ لانچ ساحل سے آگئی اور دونوں قبر صی ترک دوڑتے ہوئے ان تک پہنچے۔

کچھ دیر بعد لانچ کا سفر شروع ہوا۔ وہ جزیرے کے ساحلوں سے لگی لگی چلتی رہی۔ ان اطراف میں سمندر پر سکون تھا۔ تین گھنٹے بعد لانچ نے انہیں ایک جہاز کے قریب پہنچایا تھا۔

”ارے یہ تو وہی ہے....!“ گلوری ابے اختیار بولی۔

”وہی تا جس پر میں چیف انجینئر ہوں....!“ عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔ لانچ سے وہ اس جہاز پر پہنچے.... ریٹا ولیمز اور انکھم کو ایک کیمین میں بند کر دیا گیا۔ اب ان کے ہاتھ پیر کھول دیئے گئے تھے۔

عمران نے گلوری سے کہا۔ ”فی الحال ہم دونوں کو آرام کرنا چاہئے.... لیکن میں کل انکھم کو تمہاری اصلی شکل ضرور دکھاؤں گا۔!“

”ضرور.... ضرور....!“ وہ خوش ہو کر بولی۔ ”اور میں ان دونوں کے منہ پر تھوکوں گی۔!“

”نہیں....! تم ایسی کوئی حرکت نہیں کرو گی۔!“ عمران نے سخت لہجے میں کہا اور وہ سہم کر خاموش ہو رہی۔

دوسرے دن عمران نے گلوری کا میک اپ اتار دیا اور اسے ساتھ لے کر انکھم والے کیمین میں پہنچا اسے دیکھتے ہی انکھم بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

”بیٹھ جاؤ....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر غرایا۔ ”نہ صرف اسے بلکہ ان تینوں کو بھی میں نے بچا لیا جنہیں یکے بعد دیگرے ایک دوسرے کے ہاتھوں قتل ہونا تھا۔!“

”تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آٹھ بڑوں سے مجھے معافی نہیں ملے گی۔!“

”کن آٹھ بڑوں کی بات کر رہے ہو....؟ انکھم....!“

”کیا مطلب....!“

”تم اور ریٹا ولیمز قیدی ہو.... اور گلوری وعدہ معاف گواہ ہے.... تمہارے خلاف۔!“

”یعنی.... یعنی....!“

”تم عمران کے قیدی ہو....!“

”اوہ.... اوہ.... بہت اچھے....!“ انکھم نے پر مسرت قہقہہ لگایا اور گلوری حیرت سے

کرتی ہے جو تم نے میرے ملک میں کئے تھے اور رینا ولیمز تمہیں اپنا پاس وہ فوجی اتاشی تو یاد ہی ہوگا۔ جسے تم نے زہریلی گیس کے ذریعے ختم کیا تھا۔“
دونوں کچھ نہ بولے۔

”میں تمہیں پاتال میں بھی نہ چھوڑتا۔“ عمران کہتا رہا۔ ”اب دیکھو! لئے جا رہا ہوں تم دونوں پھانسی کے پھندے کے منتظر ہو۔“

اس کے بعد دونوں باہر نکلے تھے اور کیمین باہر سے مقفل کر دیا گیا تھا۔ گھوڑیہ کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ عمران اُسے سہارا دے کر اپنے کیمین میں لایا۔

وہ اس کے سینے سے سر نکالے کسی منہسی سی بچی کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روتی رہی۔

”ار..... رر..... دیکھو رحم کرو مجھ پر..... میرے اعصاب جواب دے جاتے ہیں۔ اگر کوئی عورت میرے سامنے رو پڑے۔ میں خود کو بالکل امرود کی جیلی محسوس کرنے لگتا ہوں اور مجھ سے بڑی بڑی حماقتیں سرزد ہو جاتی ہیں۔ یقین کرو..... تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ یہ میرا وعدہ ہے اس کیس کے فیصلے کے بعد جہاں کہو گی تمہیں بھجوا دیا جائے گا۔“

”مم..... میں جانتی ہوں..... تم وہی کرو گے جو کہہ رہے ہو۔“
”تو پھر چپ ہو جاؤ..... ورنہ..... میرا زورس بریک ڈاؤن.....!“

وہ سسکیاں لیتی ہوئی اس کے پاس سے ہٹ گئی۔ بڑی دیر بعد اس کی حالت سنبھل سکی تھی۔ دوپہر کو کھانے کی میز پر اُس نے عمران سے کہا۔ ”تم بہت دلیر اور شریف ہو۔ اتنے دن تمہارے ساتھ رہی لیکن تم نے شرافت کی حدود سے تجاوز نہیں کیا۔“

”میں شرافت کی حدود سے تجاوز کرنے کے قابل ہی نہیں ہوں۔“
”دلیر، شریف اور مسخرے ہو.....!“ وہ جل کر بولی۔

”صرف مسخرہ..... دوسری خصوصیات میرے والد صاحب میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔“
”کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ میں تمہارے ہی ملک میں رہ سکوں۔ مجھے تمہارے ملک کی عورتیں بہت اچھی لگتی ہیں۔ میں اُن میں گھل مل جاؤں گی۔“

”ہرگز نہیں..... گالیوں اور کوسنوں کے علاوہ اُن سے کچھ نہ سیکھ سکو گی۔ مجھے تو جاپانی عورتیں بہت اچھی لگتی ہیں۔“

عمران کی طرف دیکھنے لگی۔

”تم اپنے حواس میں رہنا.....!“ عمران نے اس سے کہا۔

”سب جائیں جہنم میں..... مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔“ گھوڑیہ نے انکھم کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”مجھے تو اس سور کی گرفتاری پر خوشی ہے اگر میں بھی عمران کی قیدی ہوں تو مجھے اس پر بھی خوشی ہوگی کیونکہ میں زندگی کے اس گھٹاؤ نے پن سے تنگ آگئی ہوں جو تنظیم سے منسلک رہنے پر میرا مقدر بن گیا تھا۔“

”برہو.....! عمران حتی الامکان تمہاری بہتری چاہے گا۔“ عمران نے کہا۔

”عمران کہاں ہے؟“ انکھم بولا۔ ”مجھے اس سے ملاؤ..... میں تم سب کو مالامال کر دوں گا۔“

”اچھا تو ملو.....!“ عمران نے کہتے ہوئے چہرے سے پلاسٹک ماسک الگ کر دیا۔

رینا ولیمز اور انکھم بت بنے بیٹھے رہے..... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ان کی روہیں جسموں

سے پرواز کر گئی ہوں۔

”نن..... ناممکن.....!“ انکھم کچھ دیر بعد بڑبڑایا۔

”میرا شعبہ تمہاری لاسکی حربے سے کتنا بھاری تھا تم نے دیکھا..... تمہیں سن کر حیرت

ہوگی میں نے اُسے اسی وقت تباہ کر دیا تھا جب وہ مارکوس پر آزمایا گیا تھا۔“

انکھم دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا عمران کو خالی خالی نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

اچانک اس نے عمران پر چھلانگ لگائی۔ عمران اس کی فطرت سے بخوبی واقف تھا۔ اس لئے

غافل نہیں تھا۔ اس نے اُسے ہاتھوں پر روکا اور دونوں میں زور آزمائی ہونے لگی۔

رینا ولیمز نے دخل اندازی کی کوشش کی تھی کہ گھوڑیہ جھپٹ پڑی۔ ”بیٹھی رہ کتیا۔“ کہتے

ہوئے اس نے اس کے بال مٹھیوں میں جکڑے اور فرش پر دے پٹکا۔

دوسری طرف عمران انکھم کو گرا کر چڑھ بیٹھا تھا۔ ذرا ہی سی دیر میں اُس نے اُس کے

جڑے ڈھیلے کر دیئے۔ پھر انکھم اور رینا فرش پر بے سدھ پڑے نظر آئے۔

وہ دونوں انہیں چھوڑ کر ہٹ گئے تھے اور عمران کہہ رہا تھا۔ ”انکھم! تم مجھے سچ بلیک میل

سمجھ کر بالامال کر دینا چاہتے تھے۔ لیکن تم نہیں جانتے کہ میں کن حالات میں لوگوں کو بلیک میل

کرتا ہوں۔ تمہیں میرے ملک کی عدالت میں پیش ہو کر اپنے اُن جرائم کے سلسلے میں جواب دہی

”تم غلط کہہ رہے ہو.... اپنے فرائض کی ادائیگی کے علاوہ تمہیں اور کچھ اچھا نہیں لگتا۔!“
 ”اگر تم میرے والد صاحب کے ذہن میں یہ بات اتار سکو تو میں تم کو ملکہ و کنور یہ بنادوں گا۔!“
 ”کیا وہ تمہیں پسند نہیں کرتے....؟“

عمران نے مایوسانہ انداز میں سر کو متنی جنبش دی۔
 ”وہ کیا کرتے ہیں....؟“

”گوشت کی دوکان کرتے ہیں.... تم کھانا کھاؤ تمہیں میرے والد صاحب سے کیا سروکار۔
 وہ میرا نجی مسئلہ ہے۔!“

”تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔!“ گلو ریا طویل سانس لے کر بولی۔
 ”خود میری سمجھ میں نہیں آتی۔!“ عمران نے کہا اور جگ سے گلاس میں پانی انڈیلنے لگا۔
 گلو ریا خاموشی سے اُسے دیکھتی رہی۔

عمران نے پانی پی کر نیپکین سے ہونٹ خشک کئے اور بولا۔ ”الٹش ٹرے ہاؤز کو قریب سے نہ دیکھ سکا۔ اس کا افسوس ہے....“
 ”لکھم کے ہاتھ آجانے کے بعد میں نے وہاں ٹھہرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔“
 ”اگر مجھے وہاں معلوم ہو جاتا کہ تم عمران ہو تو میں تم سے کہتی کہ پورے جزیرے کو تباہ کر دو یا کم از کم ان کارخانوں ہی کو دوبارہ کام کرنے کے قابل نہ رہنے دو جہاں منشیات اور فحش رسائل کی تیاری ہوتی ہے۔!“

”یہ قرض بھی کسی دن اتار دوں گا۔ یقین کرو.... وہاں مشرق وسطیٰ کا زر مبادلہ زیادہ دنوں تک نہیں پہنچ سکے گا میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ فی الحال مجھے لکھم کو اپنے ملک تک پہنچانا ہے.... میرا پہلا فرض....!“
 ”ایک بات سمجھ میں نہیں آئی.... آخر لکھم لاسکی حربہ حاصل کئے بغیر کیوں وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا تھا۔!“

”میرا خیال ہے کہ اُسے آخری آدمی کے پکڑے جانے کی اطلاع مل گئی تھی اس کے بعد ہی اُس نے ہمارا ساحل چھوڑا ہو گا۔!“

وہ کچھ دیر خاموش رہے۔ دفعتاً گلو ریا چونک کر بولی۔ ”کیا وہاں مجھے جیل میں رہنا پڑے گا۔“

”میں کہہ چکا ہوں کہ تمہیں وعدہ معاف گواہ بناؤں گا اور تم میری مہمان رہو گی۔!“
 وہ ہنس پڑی۔ عمران نے اُسے حیرت سے دیکھا۔
 ”مہمان بنا کر بھی دشمن کی نظر سے دیکھتے رہو گے۔!“ وہ اسے نیم وا آنکھوں سے دیکھتی ہوئی بڑے پیار سے بولی۔

”ارے.... باپ رے۔!“ عمران اردو میں بڑبڑایا اور اس طرح پیٹ پر ہاتھ پھیرنے لگا جیسے معمول سے زیادہ کھا گیا ہو۔

جہاز اونچی نیچی لہروں کا سینہ چیرتا ہوا منزل کی جانب رواں دواں تھا۔

﴿ختم شد﴾

ابن صفی

شعر و سخن کے حوالے سے

شاہد منصور

ابن صفی کو پھڑے ہوئے کوئی انیس برس ہونے کو آئے، یہ اتنی لمبی مدت ہے کہ جیتا جاگتا آدمی بھی نہ ملے تو خواب و خیال ہو کر رہ جاتا ہے، مگر ابن صفی ایک ایسی ہمہ جہت شخصیت تھے اور ان کی ذات ایسی گونا گوں صفات کا مجموعہ تھی کہ آج بھی ان کے وجود کے نقوش ویسے ہی روشن ہیں، جیسے ان کی زندگی میں تھے اور آج بھی ان کے لاکھوں پرستار ان کو اپنے دلوں میں زندہ و تابندہ محسوس کرتے ہیں اور ان کی کتابیں اب بھی اسی ذوق و شوق سے پڑھی جاتی ہیں جیسے ان کی زندگی میں پڑھی جاتی تھیں۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ ابن صفی ایک ہمہ جہت اور صد چہرہ شخصیت تھے اور مختلف علوم و فنون میں انہیں ایسا درک حاصل تھا کہ دیکھ کر تعجب ہوتا تھا۔ شاعری، مصوری، نثر نگاری، طنز و مزاح غرض کون سا در تھا جو ان کے لئے بند تھا، مصوری میں، چہرہ نگاری میں انہیں کمال حاصل تھا۔ بیٹھے بیٹھے چند لمحوں میں پوری شخصیت کا غنڈ پر اتار دیتے تھے، یہی حال ان کا شاعری میں بھی تھا۔ موقع کی مناسبت سے ایسا برجستہ شعر چست کرتے تھے کہ سننے والوں کی آنکھیں کھل جاتی تھیں اور سناٹا چھا جاتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ جس دن بھٹو صاحب کو پھانسی ہوئی تھی وہ دن بوا گرم تھا دن بھر اس اقدام کی موافقت اور مذمت میں گرما گرم بحثیں ہوتی رہیں، شام کو دفتر سے گھر جاتے ہوئے میں ابن صفی کے دفتر چلا گیا۔ ان کے دفتر میں بھی وہی ہنگامہ گرم تھا اور یار لوگ بہت جوش میں آئے ہوئے تھے، ابن صفی خاموشی سے دونوں فریقوں کی بحث سن رہے تھے، جب بہت دیر ہو گئی تو کھڑے ہو گئے اور برجستہ شعر پڑھا کہ

یہ تو جنگل ہے کسی کی لاش پہ روئے گا کون

بھیڑے نے بھیڑے کو پھاڑ ڈالا بات ختم

شعر بجلی بن کر بحث کرنے والوں کی سماعت پر گرا اور بحث ختم ہو گئی۔

سراغ نگاری نے اس طرح ابن صفی پر قبضہ کر لیا کہ ان کی دوسری صلاحیتیں اس کے پیچھے چھپ کر رہ گئیں، ورنہ ان کی ادبی زندگی کا آغاز بھی شاعری ہی سے ہوا تھا اور شروع شروع میں لوگ انہیں ابن صفی کے نام سے نہیں بلکہ اسرار ناروی کے نام سے جانتے تھے۔ اسی نام سے انہوں نے ادبی حلقوں میں اپنا ایک مقام بھی پیدا کر لیا تھا۔ شاعری ان کے لئے کوئی شجر ممنوعہ

نہیں تھی، کیونکہ ان سے پہلے بھی خاندان میں شعر و شاعری کا خاصا چرچا تھا، حضرت داغ دہلوی کے مشہور شاگرد حضرت نوع ناروی ان کے ماموں تھے۔ ظاہر ہے کہ جب گھر میں شعر و شاعری کا مسلسل چرچا ہو تو اس کا اثر اسرار کے نوخیز ذہن پر ہونا لازمی تھا۔ لہذا اسرار جلد ہی شاعر کی حیثیت سے سامنے آ گئے، لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ انہوں نے اپنے خاندانی شعری ورثے کا اثر قبول نہیں کیا بلکہ اس کے باغی کی حیثیت سے وہ میدان میں آئے۔ اسرار نے جب شاعری شروع کی اس وقت برصغیر پاک و ہند میں ترقی پسند تحریک اپنے عروج پر تھی، جس کا اثر اسرار کی شاعری پر پڑنا لازمی تھا، پھر ان کے دوست مصطفیٰ زیدی اور فراق گورکھ پوری کے اثرات اسرار کی شاعری پر پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری کی ابتداء میں ہمیں زیادہ کثرت نظموں کی ملتی ہے جن میں سے ”بانسری کی آواز“ اور ”ساقی نامہ“ ان کی مشہور ترین اور نمائندہ نظمیں مانی جاتی ہیں۔

اسرار ناروی کے ”ساقی نامے“ پر تبصرہ کرتے ہوئے مشہور نقاد اور دانشور ڈاکٹر ابوالخیر کشفی نے لکھا ہے کہ:

ہمارے دور میں اقبال نے ”ساقی نامے“ کو ایک صنفِ سخن بنادیا۔... ابن صفی کے ”ساقی نامے“ میں بھی زندگی کو سمجھنے کی کوشش ہے۔ شاعر کا حساس دل انتشار کو دیکھتا ہے، بھوک کو دیکھتا ہے۔ اجڑی ہوئی عصمتوں کو دیکھتا ہے اور اسے وہ دور یاد آ جاتا ہے جب زندگی میں سعادت اور نیکیوں کے رنگ غالب تھے۔ اس ساقی نامے کی تمہید میں شعری روایت کے مطابق موسم کی سرمستی کا ذکر بھی ہے۔ موسم کی سرمستیاں بات کرنے کا اشارہ ہیں اور موسم کی جنوں سامانی دل میں ماضی کی یادوں کو زندہ کر رہی ہیں، زندگی جو حسن تھی اور پاکیزگی تھی اور دوسری طرف بھوک نہ تھی اور سامانِ زیست کی سرمایہ داری کی گرفت اتنی شدید نہ تھی کہ عام آدمی رزق سے محروم رہتا لیکن زر پرستی نے زمین کی عصمت اس سے چھین لی:

لٹ گئی ہائے یہ کنواری زمیں

یہ مصرع ہمارے عہد کا مکمل مرثیہ ہے اور انسانیت کی یہ تدلیل دیکھ کر شاعر ساقی سے کہہ اٹھتا ہے:

زہر دے اب نہ دے شراب مجھے

یہ ساقی نامہ ابن صفی کے سماجی شعور اور انسانیت سے ان کی محبت کی دستاویز ہے۔

اسرار کے ابتدائی دور کی شاعری میں ہمیں غزلیں بہت کم ملتی ہیں، لیکن غزل کے اسیر تو وہ اس وقت ہوئے جب وہ پاکستان آ گئے اور ترقی پسندی کے طلسم سے آزاد ہو گئے، پاکستان میں ان کی شاعری کا زیادہ تر حصہ غزلوں پر ہی مشتمل ہے، جس میں وارداتِ قلبی ہی نہیں بلکہ پوری کائنات کا درد شامل ہے۔ وہ اپنے شعروں میں قومی دھارے میں پوری شدت سے شریک نظر

آتے ہیں، وہ اپنے شعروں میں موجودہ تجارتی اور بے ہنر معاشرے پر فوج کرتے ملتے ہیں اور بھیڑیوں کو امن و سلامتی کا ضامن قرار دینے سے انکار کرتے ہیں، ان کے شعر ہمارے دور کا ایسا آئینہ ہیں جہاں سب کو اپنی شکلیں پوری صفائی سے نظر آ جاتی ہیں۔ ذرا دیکھئے وہ کس حسن اور نادرہ کاری سے اپنے دور کی عکاسی کرتے ہیں۔

کچھ بھی تو اپنے پاس نہیں جز متاع جاں
اب اس سے بڑھ کے اور بھی ہے کوئی امتحان
ہم خود ہی کرتے رہتے ہیں فتنوں کی پرورش
آتی نہیں ہے کوئی بلا ہم پہ ناگہاں

ان دو شعروں میں اسرار نے ہمارے قومی مزاج کو جس خوبصورتی سے بیان کر دیا ہے اس کی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں۔ ان کے کچھ اشعار اور ملاحظہ کیجئے اور ان سے اسرار کی عظمت کا اندازہ کیجئے اور دیکھئے کہ وہ اپنے سادہ سادہ لفظوں میں کس قیامت کی تصویریں آسانی سے کھینچ کر رکھ دیتے ہیں۔

وہ جس کا سایہ گھنا گھنا ہے
بہت کڑی دھوپ جھیلتا ہے
ابھی سے کیوں شام ہو رہی ہے
ابھی تو جینے کا حوصلہ ہے
کبھی دیکھا تھا ایسا ہی چراغاں
نشین کا دھواں ہے اور میں ہوں
گھر بنانا بھی اسیری ہی تو کہلائے گا
خود کو آزاد سمجھتا ہے تو یہ روگ نہ پال
جنگل میں بھیڑیوں سے سوا کون معتبر
جن کے سپرد کیجئے اقلیم جسم و جاں
شکریہ وعدہ فردا کا مگر سوچو تو
اور کیا چیز بھلا دل شکنی ہوتی ہے
تم سمجھتے ہو کہ ہے تختہ گل میرا جہاں
وہ گھٹن ہے مجھے سانس بھی لینا ہے محال
جو کہہ گئے وہی ٹھہرا ہمارا فن اسرار
جو کہہ نہ پائے نہ جانے وہ چیز کیا ہوتی